

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224797

UNIVERSAL
LIBRARY

یادِ گزشتہ میل

دورِ حاضرہ کی تعلیم یافتہ خواتین کے
ادبی کارنامے، سوانح حیات، تعلیمی جدوجہد

— یادِ نگارش —

بسم

فہرست

(۱) انتساب	(۱۵) پاشا بیگم ایم اے	۵۶ تا ۶۴
(۲) عرض حال	(۱۶) حضور النسا بیگم ایم اے	۶۵ تا ۶۶
(۳) تعارف	(۱۷) بیگم سلطان بی اے	۶۷ تا ۶۹
(۴) تاثر	(۱۸) نور النسا بیگم بی اے	۷۰ تا ۷۴
(۵) تصاویر	(۱۹) صغرا بیگم	۷۵ تا ۸۵
(۶) ملکہ نریا خانم	(۲۰) امۃ الکیرم	۸۶ تا ۹۳
(۷) نواب ملکہ سلطان جہان	(۲۱) مرشد زادی عظمت النسا بیگم	۹۴ تا ۹۹
(۸) نور النسا بیگم بڑی صاحبزادی	(۲۲) امت الوحی	۱۰۰ تا ۱۰۵
(۹) سروجنی ناٹو	(۲۳) امۃ الغفر بیگم	۱۰۶ تا ۱۱۰
(۱۰) عطیہ بیگم	(۲۴) سلطانیہ بیگم	۱۱ تا ۱۲۱
(۱۱) ظفر جہاں بیگم	(۲۵) عباسی بیگم	۱۲۲ تا ۱۲۹
(۱۲) خدیجۃ الکبریٰ	(۲۶) نور جہاں ناز	۱۳۰ تا ۱۳۵
(۱۳) نازہ بیگم	(۲۷) محمودہ خنصر	۱۳۶ تا ۱۴۴
(۱۴) مود زادہ بیگم فرخ	(۲۸) حجاب معلیل	۱۴۵ تا ۱۵۰

۲۵۱ تا ۲۴۸	(۴۸) اخلاق فاطمه	۱۵۴ تا ۱۵۱	(۲۹) مهدی بیگم
۲۵۳ تا ۲۵۲	(۴۹) آمنه خاتون	۱۵۹ تا ۱۵۵	(۳۰) رابعه خاتون پنهان
۲۵۹ تا ۲۵۴	(۵۰) بلقیس بیگم یا بلقیس صمد بیگم	۱۶۵ تا ۱۶۰	(۳۱) مشتاق فاطمه
۲۶۲ تا ۲۶۰	(۵۱) زکیه خاتون	۱۶۵ تا ۱۶۰	(۳۲) کینز محمد بیگم خشی ناضل
۲۶۴ تا ۲۶۳	(۵۲) عائشه خاتون	۱۷۷ تا ۱۷۱	(۳۳) سعادت اختر
۲۶۹ تا ۲۶۵	(۵۳) یحیوی خاتون	۱۸۱ تا ۱۷۸	(۳۴) امته الوهاب بیگم
۲۷۳ تا ۲۷۰	(۵۴) مهر النساء	۱۸۵ تا ۱۸۲	(۳۵) بیگم ذاکر عبد الغفور
۲۷۵ تا ۲۷۴	(۵۵) زبیده بیگم	۱۹۳ تا ۱۸۶	(۳۶) ممتاز بیگم
۲۷۹ تا ۲۷۶	(۵۶) قمر جہاں	۱۹۴ تا ۱۹۲	(۳۷) ہند بیگم فاطمہ عباسی
۲۸۱ تا ۲۸۰	(۵۷) ح - ب	۲۰۲ تا ۲۰۴	(۳۸) شمسیہ خانم شمع
۲۸۴ تا ۲۸۲	(۵۸) ملکہ سلطان خانم غنا	۲۰۹ تا ۲۰۷	(۳۹) رزینہ خانم حجاب
۲۹۳ تا ۲۸۴	(۵۹) محمدی بیگم	۲۱۰ تا ۲۱۵	(۴۰) بلقیس خاتون جمال
۲۹۹ تا ۲۹۴	(۶۰) فاطمہ بیگم	۲۱۹ تا ۲۱۶	(۴۱) بدر النساء بیگم
۳۰۲ تا ۳۰۰	(۶۱) زہرا بیگم	۲۲۲ تا ۲۲۰	(۴۲) آمنہ بیگم
۳۰۳	(۶۲) خاتون جہاں بیگم	۲۲۳ تا ۲۲۹	(۴۳) بلقیس جہاں
۳۰۴	(۶۳) فاطمہ الکبریٰ	۲۳۲ تا ۲۳۷	(۴۴) کبریٰ خانم خاور
۳۰۵	(۶۴) منجیلہ سراج الدین	۲۳۷ تا ۲۳۴	(۴۵) گیتی آرا زینت
		۲۳۴ تا ۲۳۸	(۴۶) سعیدہ خاتون سعید
		۲۳۸ تا ۲۳۷	(۴۷) خوشیاد قبیل حیا

استذکرہ

محترم خانبانو! فی النساء یسکیم صاحبہ بت نواسر سالا اذینک لے

— (کے) —

اسم گرامی سے بلخا ظ آپ کی تعلیمی پچیسویں سوانی پھر دیو

معنوں

کرنے کی عزت حاصل کجاتی ہے امید یہ شش نظر امتحان دیکھا جا

خاکسار

محمد عبد القیوم

بیرون دیر پورہ حیدر آباد دکن
۱۹۲۹ء

عرض حال

تعلیم نسوان کی موجودہ رقا جس شاندار مستقبل کی نشارت ہے
 اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ملک میں خواتین کے میسوں تذکرے شائع
 ہو جاتے۔ لیکن ڈھونڈنے سے کوئی دکھائی نہیں دیتا یہ ایک ایسی کمی تھی
 جس سے اغماض بھی تعلیمی گنہ تھا۔ اس لئے ارادہ کر لیا گیا کہ برا بھلا جیسا
 ممکن ہو داغ بیل ڈال دی جائے بہت ممکن ہے کہ قابل اور وقیع ہستیاں
 اس پر ایک شاندار عمارت کا اضافہ کریں۔

لیکن سب سے پہلے اہم اور مشکل سوال خواتین کے صحیح تیوں کا حاصل
 کرنا تھا۔ جس کے ذریعہ درخواست کیجاتی جب کچھ پتے دستیاب ہو گئے تو
 خواہرانِ مسلم و ہندو کی خدمات میں کثرت سے درخواستیں کی گئیں مختصر
 سوانح حیات۔ تعلیمی حالت۔ نظم یا نثر کا کوئی نمونہ جو ”شاہکار“ ہو چکا
 وہ مطبوعہ ہی کیوں ہو غماخت فرمائیں۔

بعض خواتین نے متعدد درخواست پر ادائے جواب کو اخلاق کا

مراد سمجھ کر خاموشی اختیار فرمائی۔ اکثر نے استفساری حد تک مراسلت جاری رکھی، بیشتر نے شرف پذیرائی عطا فرما کر حالات نبھتے۔ بہت بڑھاپے بعض روشن خیال خواتین نے تصویر کی بحث چھیڑ دی جنہیں جواب دیا گیا۔

”سوسائٹی کی حالت اتنی بلند نہیں کہ تصویر کی درخواست کی جائے

حالات کے منے میں دشواریاں ہو رہی ہیں۔ تصویر طلب کر کے

کون ہدف ہمام ہو، البتہ جو خواتین تصویر دینا چاہیں ان کے

بلاکس بنوا کر شائع کرنے میں تامل نہیں۔“

مگر آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ یہی خواتین جنہوں نے بڑی شہ و مد سے تصویر کی بحث چھیڑی تھی تصویریں تو کیا بھجوائیں باوجود سبب درخواستوں کے حالات تک عنایت نہیں کئے! جن امید افزا متناؤں کے لئے کہ اس کام کی ابتدا کی گئی تھی وہ رفتہ رفتہ صبر آزمائیت ہونے لگا اور اس کام کا بیڑا اٹھایا گیا تھا اوس سے واپس لوٹنا ابھی کچھ ناممکن سا نظر آنے لگا مگر اس کے ساتھ ہی بعض خواتین جنہیں اس کا احساس تھا ممکنہ اعانت میں دریغ نہیں کیا۔ اپنی اپنی سہیلیوں کو خانگی خطوط لکھتے زمانہ سائل میں اپیلیں شائع کیں۔ زبانی توجہ دلائی۔ متعدد اوقات یاد دہی کی مگر ”ہم جنسی“ کا فلسفہ بھی یہاں شکستہ ہو گیا۔ اور اون کی اپیلیں بھی ”صدابصحا“ ہی ہو کر رہیں۔ ایک خاتون کا فرمودہ ”خواتین کا بیدار کرنا

ج
میٹرھی کھیر ہے“ بالکل سچ ثابت ہوا غرض یہ اور اسی قبیل کے ماحول
میں اگر دو ڈھائی سال کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ جو پیش کیا جا رہا ہے
وہ قابل تائش نہ سہی لیکن موجب مکوشش بھی نہیں کہلا سکتا، ورنہ
ارادہ یہ تھا کہ کوئی بڑھی بلکھی خاتون تذکرہ سے نہ رہ جائے۔ مگر اس کو
کیا کیجئے کہ جو کام اپنے بس کا ہو۔

تعلیم نوان کی فراوانی اور اس گروہ محترم کی یہ بے حسی دلیل ہو کہ
کہ ہنوز تعلیم کا صحیح احساس خواتین میں پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ ہر طرف
تعلیم نوان کا ایک شور سنائی دے رہا ہے۔ موجودہ تذکرہ میں اگر خواہر
ہنود کا ذکر خیر ہو تو آپ ہماری مجبوریوں اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس
فرمائیں۔ جی تو چاہتا ہے کہ اس داستان کو ذرا تفصیل سے بیان کریں لیکن
اب جبکہ سامنے مستقبل موجود ہے تو ماضی کا دکھڑا کچھ موزوں ثابت ہو گا۔
جہاں یہ سب کچھ تھا وہاں چند دردمند ہستیاں ایسی بھی تھیں
جنہیں تذکرہ کے لئے فراہمی حالات میں غایت دلچسپی تھی وہ اگر ہمارے
شکر کے محتاج نہ سہی مگر ہم تو جناب نور جہاں صاحبہ ناز جناب محمودہ حفصہ
جناب اسماعیل صاحبہ کے توجہات کا اعتراف کے بغیر نہیں رہ سکتے۔
ہاں آپ اس میں ملکہ ثریا افغانستان کے بھی کچھ حالات بطور تذکرہ
پائیں گے مانا کہ آپ ہندوستان کی نہ سہی لیکن سرزمین ہند پر آپ نقش قدم

تو موجود ہے جس سے تعلیم نسواں میں بیداری کی روح دوڑ گئی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ اس کو ایک مختصر سا مجموعہ فرمادیں یہ سچ لیکن اسی اختصار کے فراہمی میں جن جن وقتوں کا سامنا ہوا یا تو وہ نہیں واقف ہیں جنہوں نے حالات کے عنایات کرنے میں کتنی مرتبہ ہماری درخواستوں کو شرف پذیرائی سے محروم فرمایا۔ یا اس کا اندازہ ہمتیاں کر سکتی ہیں جنہیں کبھی اس طرح کے کام کرنے کا موقع ملا ہو۔ موجودہ پیش کش کو اس سلسلہ کارین کی پہلی کڑی تصور فرمائیں انشاء اللہ یہ داستان آئندہ اور طویل ہو جائے گی۔

خدا کرے کہ یہ عرض حال خواتین کو متاثر کرے اور نیند کے ماتے خواب شیریں سے بیدار ہوں اور دوسری جلد کے لئے حالات دینے میں اپنے احساسات کا کامل ثبوت دیں۔

بیچند اہمیت ہے کہ اس کے اشاعت میں ضرورت سے زیادہ توجہ ہو جس کے لئے ہم بہنوں سے معذرت خواہ ہیں لیکن کیا کیجئے کہ عید کا دن قریب ہے اور کتابت کا کال ہے لے دے کے دو ایک پریس میں جن میں کام کی کثرت رہتی ہے۔ جی نہیں چاہتا تھا کہ کسی معمولی پریس سے کام لیا جائے جس پریس کا انتخاب کیا گیا اس کے مالک ضرور سے زیادہ ضلیق واقع ہوئے ہیں اور اسی اخلاق کا نتیجہ ہے کہ تذکرہ دیر سے شائع

ہو رہا ہے یقین ہے کہ ہماری مجبوزیاں بہنوں کے پاس لائق عفو نہ ہونگی

آخر میں اس قدر عرض ہے کہ

ایک بے مایہ بزم شامانہ میں جو تحفہ گدایا نہ پیش کر رہا ہے کسی ایک بہن کے
تعلیمی جدوجہد میں وجہ افزائش ثابت ہوا تو میں سمجھوں گا کہ مجھے اپنی محنت
وکاوش کا پورا صلہ مل گیا۔

خاکسار

محمد عبدالرزاق سیل

بیرون دبیر پورہ حیدر آباد دکن
ذی الحجۃ المحرم ۱۳۴۲ ہجری
۱۹۲۶

تعارُف

”تذکرہ جہیل“ میں جو چیز پیش نظر ہوگی وہ متمدن دنیا میں بسنے والی اقوام کے لئے نہیں بلکہ ہندوستانی مسلم قوم کے لئے بے شک ایک نئی چیز ہے جس میں اون کا وہ بھولا ہوا سبق دہرایا گیا ہے جس کو سترہین ہند پر قدم رکھنے کے بعد اپنے دوسرے خصائل و عادات کے ساتھ ساتھ نیا نیا کر دیا گیا تھا۔ انیسویں صدی کے وسط میں ”بیداری ہند“ کی ایک لہر اٹھی اس وقت اس کی عام ضرورت محسوس کی گئی لیکن محض ”فرض کفایہ“ کی طرح فی دس ہزار ایک کے عدد ہی کو تکمیل ارشاد مبارک ”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ“ سمجھا گیا۔ بیسویں صدی کی آمد پر اس کے دیگر برکات اور فوائد کے ساتھ ہی ساتھ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مفہوم و منشاء کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے زمانہ جیسے بے رحم و غیر بھروسہ استاد کی

سرنش پر خواہ مخواہ بیدار ہونا پڑا۔ صدیوں کی جہالت نے شکوک و شبہات کے سینکڑوں کانٹے اس منزل میں بچھا کر عوام کے لئے اس کو "پہل صراط" بنا دیا لیکن سلجھے ہوئے دماغ اس کے فوائد کو دیکھ کر فوراً اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اگرچہ بالکل ان کے شخصی نفع کی بات تھی لیکن ان کا یہ اشیاء قابل قدر ہے کہ ذاتی تفاخر کے بجائے دوسروں کے لئے اپنا نمونہ پیش کیا گیا۔

چنانچہ یہ مجموعہ ہے ان مدد مند ان قوم اور یہی خواہاں مخلصان ملت کے کارناموں کا۔ یہ معزز و محترم مہتیاں۔ علم و عفت کی دیویاں صیغہ اپنے ہی جنس کے لئے راہ عمل پیش کرتی ہیں بلکہ ہمارے لئے بھی ادبی تنوع کے علاوہ ایک زبردست آتش فشاں پہاڑ ہے جس کے سرگرم شعلوں سے خدا کرے کہ ہمارے غفلتیں ختم ہو جائیں اور ہماری آنکھیں کھل جائیں بیداری ہند کے بعد ہندوستان کی سب سے زیادہ سرگرم اور کارگر جماعتیں کانگریس خیال کی جاتی ہے جو اپنے دور حیات کی ۸۸ فرلین لٹے کرتی ہوئی قریب میں اپنی "سہری جوبلی" منانے کی مستحق ہو گئی ہے لیکن یقین جانئے کہ کانگریس پلیٹ فارم کے آتش بیان مقرر۔ لیگ کے مخلص کارکن جمیعۃ العلماء کے مقدس و اعظا ہرگز ہرگز اس خوش آئند خواب کی تعبیر نہیں ہو سکتے جس کو دیکھتے دیکھتے تنگ آکر، نوروز جی، گوکھلے، تملک، سرسید

لاحیت رائے وغیرہ ہمیشہ کی سیٹھی نیند سو گئے۔

اے نصیبِ ستان! اٹھ! اوجوش ہو کہ تیری حقیقی آزادی کی کوشش اب شروع ہو گئی
فرقہ دارانہ دنگل کے پہلو ان تیری آہنی قید کو اور سخت - مضبوط کر رہے
تھے یہ سب جانتے تھے کہ ماں کی گود میں جو اسباق حریت کے ملیں گے
وہ بہت موثر اور پراثر ہوں گے بمقابلہ دنگل میں دزیش کے بعد فردِ دارانہ
زور آزمائی کرنے سے۔ لیکن خوش نصیب کہ اب ہماری ماؤں نے
ہی خود اس فرض کو محسوس کر لیا ہے۔

اے ماؤں! وہ دن نہیں کہ تیری یہ عزیز بیٹیاں نہایت سرخروئی کو لیا تھو آزادی لائیں
ایشیاد و اخلاص کے یہ نمونے یقیناً ان تنگ نظروں کی آنکھیں کھول دینگے
جو ابھی تک تعلیمِ نسواں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھ رہے ہیں نصیبی
چند حضرات کی نانہجی اور فقہانِ علم کے باعث مغربیت کی رو اور تعلیم
متوازی خطوط میں چلنے کے بجائے ابتدا ہی میں ایک دوسرے سے
مل گئی ہیں لیکن حقیقی تعلیم و تربیت کے ان مکمل نمونوں کو دیکھئے کہ
باوجود دنیا کے کاروبار میں انتہائی بے بسی سے پھنسے ہوئے ہونے
کے علم کی کوئیں کجھی۔ بلکہ اس تعلیم نے ان کی دنیوی زندگی کو شراب
جنت بنا دیا ہے۔ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ - محترمہ طفر جہاں - محترمہ ممتاز بیگم
وغیرہم نہ صرف ان کی ساتھیوں کے بلکہ ماتر بے کار و بھٹکری کی زندگی

ط
 بسر کرنے والی ہستیوں کے لئے بھی ایک مشعل راہ اور چراغ ہدایت ہیں
 ماں باپ کے زیر سایہ چین و امن کی زندگی بسر کرنے والیوں
 کے لئے بھی یہ مجموعہ چند ماڈل پیش کر گیا کہ باوجود دولت - ثروت کے
 جو مرادف ہے جہل و غیر ذمہ دارانہ زندگی کا - وہ براہ تحصیل علم مشغول
 و مہمک ہیں - جس کا نمونہ محترمہ موئذ زادہ فرخ سلطان سکینہ ایم اے
 ایل - ایل - بی معین جلالتیں کلکتہ ہیں -

اس مجموعہ کے ادبی فوائد کے سلسلہ میں نہایت شرم و ندامت کے
 ساتھ یہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ باوجود انتہائی خود غرضی - ایک صدی
 زائد تعلیم پاتے ہوئے مردوں میں معدودے چند کے سوا وہ لطافت
 اور اسلوب بیان پیدا نہ ہو سکا - جو تقریباً نصف صدی کے اندر ہی
 کی کوششوں میں ان خواتین نے حاصل کیا ہی - محترمہ طفر جہاں و محترمہ
 خدیجہ الکبریٰ کے مضامین سائنٹفک خیالات کو عام فہم زبان میں
 ادا کرنے کا بہترین نمونہ ہیں تو تخیل و افسانہ نگازی اور شاعری کے بہتر
 نمونے - محترمہ رابعہ خاتون پنہاں - محترمہ بلقیس خاتون جمال محترمہ امجدی
 محترمہ حجاب سعید - محترمہ نور جہاں ناز - محترمہ ہندی قاطمہ عباسی کے
 مضامین میں ملیں گے -
 یہ مجموعہ ایک مرقع ہے ہندوستان کی سوانی تحریک بلکہ آزادی

ی

مبارک کوششوں کی ابتدا کا۔ آئندہ اس کو نہایت ادب و احترام کے ساتھ آنکھوں پر رکھیں گی کہ یہ تاریخ ہو گی۔ ان کے گزرے ہوئے بزرگ سہتیوں کی۔

مولوی محمد عبدالرزاق صاحب سیل نہ صرف رسوائی ہند کی بنیاد سے بلکہ تمام مردوں کی طرف سے بھی ستون صد شکر ہیں کہ ایک طرف تو انھوں نے اس جگر کاوی سے بھی خواہی اور انسانیت کا حق ادا کرتے ہوئے دیگر ماؤں۔ بہنوں۔ کے لئے ایک نمونہ پیش کر دیا تو دوسری طرف مردوں کی آنکھیں کھولیں کہ اب مزید غفلت و جہالت کا زمانہ باقی نہیں رہا۔

آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کو خاص طور پر اس جانب توجہ کرنی چاہئے کہ ایک مخلص و بہی خواہ نے نہایت با اثر و مفید کام انجام دیا ہے یہ بالذات ہو گا اگر میری توقع کا اظہار کروں کہ ایسے مفید کام میں کانفرنس مدد کا ہاتھ بڑھاتی !۔

بہل صاحب کی نسبت اس سے زیادہ کہنا بے سود ہو گا کہ وہ مختلف ادبی پرچوں کے مصنفوں نگار اور ”صنف نازک“ کے مؤلف ہونے کی حیثیت سے کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ذاتی نیاز کی بنا پر یہ کہا جاسکتا کہ انہوں نے اپنی عمر اس طبقہ کی خدمت گزاری میں بسر کر دی۔ مردوں کی

غفلت کا وہ ایسا درد رکھتے ہیں کہ ہر ممکنہ کوشش اسی طبقہ کی بہبودی میں صرف کی جاتی ہے۔

وہ اس دُکھن میں فنا ہو چکے ہیں لیکن یہ ”ہرزماں از غیب جان دیگر است“ کا مرتبہ ہے کہ سب کے عرف عام سے مصروف خدمت گزاری ہیں۔ بہر حال حیدر آباد خوش نصیب ہے کہ وہ بھی اپنے پاس ایک ”راشد“ ایک ”ممتاز علی“ وغیرہ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے پر امن عہد ”عثمانی“ میں سب صاحب کے اس کوشش کو حیدر آباد اور استلیم مہند میں بار آور فرمائے۔ آمین

خاکِ سائر

محمد عین الدین علی

ذی حجتہ الحرام ۱۳۴۷ھ
نام پٹیٹیشن روڈ۔ حیدر آباد

تاثر

یہ کچھ چپ چپ سے تھے اور کھانے کے وقت اکثر غوطے میں چل جاتے۔ میں نے پوچھا! کہاں ہیں؟ کہنے لگے۔ ”بسل صاحب کے میلہ مت رہا ہوں۔ بیچارے دبیر پورہ سے یہاں تک آتے ہیں کئی خط لکھے چاہتے ہیں کہ ان کے تذکرے کا دیباچہ لکھوں اور وہ بھی ہو تو عورتوں کی بولی میں مشکل یہ آن پڑی کہ تذکرہ بھی پڑھ لیا۔ اس سے دوست اتنی مرعوب ہو گئی کہ اب کچھ لکھتے بن نہیں پڑتی۔ انھوں نے کتنی کچھ نہ کی ہوگی جب یہ بیبیاں پردہ نشین خواتین کے حالات جمع کئے جاری معاشرت اور تمدن ایسا ہے۔ اور غیرت اتنی ناک پر دھری ہے کہ اپنی مستورات کے حالات تو کجا ان کے ناموں تک کے چار دیواری سے باہر جانے کے روادار نہیں۔ اور حیدر آباد میں تو اگر ان گھریلو قیدیوں کا ذکر بھی کریں گے تو ضماؤ و افعال میں مذکر کے یسے استعمال کر کے ان کو بیگڑی کی اوٹ میں لے لیں گے۔

اس حالت میں آتی ساری بیویوں کا حال ایکجا ہو جانا سب صابک
 اعجاز نہ کہوں لیکن کیا کہوں۔ مری ٹالم ٹول سے ان کی کتاب چھپنے میں دیر ہو
 رہی ہے۔ دور سے ان کو دیکھ لیتا ہوں تو چورسا ہو جاتا ہوں اتنے وعدے
 کئے اور ایک نہ وفا کیا۔ وہ بھی اپنے دل میں کیا کہتے ہونگے۔ اور نہ ان کو
 کوئی مدد ہی دی۔ خیر اس کی توجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ میاں کو جب کسی
 مخلصانہ کام پسند آتا ہے تو وہ اس شخص کو دوسروں کی مدد سے بے نیاز کر دیتا
 ہے۔ رات دن انکے دیباچے کی ادھیڑ میں رہتا ہوں۔ لیکن ان کی
 محبت اور بات کی گراں سل مرے ارادوں کے پودے کو بھکنے نہیں دیتی
 اور میری ذکاوت کی ٹہنیاں اس بوجھ تلے دبی ہوئی ہیں اور تخیل کی
 کونپلیں ٹکرا ٹکرا کے رہ جاتی ہیں۔ کامیابی کا پھل لگے تو کینو کر لگے۔
 پھر مضامین اتنے گونا گوں۔ چاروں کھونٹ کی بیویاں۔ ہندوستان کا
 کوئی کونہ نہ چھٹا۔ جس کی کوئی ٹکڑی نہ رہ گئی ہو۔ کاں کاں سے کھوج کر کے
 حال نکالے ہیں۔ بمبئی دالی عطیہ بیگم جن کو مین کی شہزادی لکھا ہے
 اگر ان کو اور ان کی بہنوں زہرہ بیگم خالہ جان اور بیگم نجیرہ کو ایوان
 رفعت میں دیکھتے تو حویلی تولال قلعہ کا کوئی قصہ سمجھی جاتی اور وہ
 تینوں بہنیں شاہ جہاں کی بیٹیاں۔ جہاں آرا بیگم۔ روشن آرا بیگم۔
 اور میری بی گیتی آرا، ہی جاتی جاتیں، کتنی ہی بیویاں ہیں جن کو ہم

ن

دونوں جانتے ہیں اور منہ بولے رشتے بدے ہوئے ہیں۔ دیا باجہ ہو
یا مقدمہ لکھوں تو پورے حالات پر تبصرہ ہو۔ کتاب کا پنچو پیش کیا جائے
مضامین کا تقابل ہو۔ مصنفوں نگاروں کا موازنہ۔ کس کو کس پر ترجیح
دیں۔ قرآن شریف کے کس پارے کو کس پارے پر فضیلت اور کس سورت کے
کس سورے پر فوقیت دیں یہ کوئی سہل کام نہیں۔ پھر جامع سہل ہونے
کے لحاظ سے پانی چوائے جانے کے سختی الگ ٹھہرے۔ ترس کھا کھا
کام نہ نکالیں تو ظالم سنگدلوں میں شمار ہو۔ سرکاڑی۔ پیرویہ کر کے
ادھر سے ادھر لڑکتے پھرتے ہیں اور کونے کونے سے حالات جمع کرتے
جن شناسناؤں۔ دوستوں۔ رفیقوں پر زعم تھا۔ کہ وہ کام میں ہاتھ
بٹائیں گے۔ انھوں نے سب سے زیادہ جی چرایا تو بیچارے کیسا آزر وہ اور
دلریش ہوتے ہونگے۔ شاباش ہے ان کی جہت پر کہ انھوں نے تنہا
اتنے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا۔ یہ اردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ اس
اس قسم کا تذکرہ لکھا جا رہا ہے جو اپنی نوع کا سارے مشرق میں ایک
ہی ہے۔ آئینہ نسلوں کو اپنی قوم کی مایہ ناز خواتین کا ایک ایسا تذکرہ
مل جائیگا جو ہمیں اپنے بزرگوں سے میراث میں نہ ملا اور ہمارا جی لوٹتا
ہے کہ اسی طرح کا اب سے کوئی دو دیرھ سو برس پہلے کی بیویوں کا
تذکرہ ہمارے اسلاف چھوڑ جاتے اور ہم ان مستور حالات پر وقوف

س
 پاتے اور اپنے بزرگوں کی اینٹ بھرتوں کے دماغی ارتقا کا پتہ چلتا
 میں چکی بھی سنتی رہی اور کہا اُوئی اتنی سی بات کی اتنی الجھن۔ اے
 جو آپ نے باتیں کیں۔ کہئے تو میں ان کو لکھ لوں۔ پھر آپ ایک نظر دیکھ
 جائے جو بات رہ گئی ہو اسے یاد دلائے تاکہ میری طرف سے بھی
 دو چار صفحے کا لے ہو جائیں۔ اپنے بنی جی کے نام پر ختم کرتی ہوں اور دعا
 ہے کہ میری قوم کی نئی کلیاں اس گلہ ستے کی یو باس اسے مازہ رنگا پائیں
 اور تذکرے کے جامع کی محنت پر خیر ہو جائے۔ امین ثناء امین۔

سیدہ بدر النساءیم
 اہلیہ آغا حیدر حسن
 چیئر فوئر نظام کالج جیڈا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملکہ شریا خانم افغانستان

آپ ۴۱ اپریل ۱۸۹۷ء کو ارض شام میں پیدا ہوئیں بحین کا زمانہ وہیں بسر ہوا آپ کے والد ماجد علامہ محمود طرزی افغانی لائل اور نہایت قابل اور فرس مدبر ہیں جن دنوں علامہ موصوف بعض سیاسی وجوہات کی بنا پر شام میں تشریف فرما تھے اسی زمانہ قیام میں آپ نے وہیں شادی کی، اس لحاظ سے ملکہ شریا خانم کی طرف سے شامی اور والد کے طرف سے افغانی ہیں، چونکہ آپ نے اپنے لائق پدر بزرگوار کے زیر نگرانی تعلیم و تربیت حاصل کی ہے، اس لئے فارسی اور پشتو میں کامل دستگاہ رکھتی ہیں، اس علاوہ موجودہ یورپی زبانوں سے فرانسیسی بھی جانتی ہیں قدرت فہم و ذکاوت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھردی ہے۔ تحریر و تقریر میں ملکہ رکھتی ہیں، نہایت وسیع الاخلاق ہیں طبقہ نسواں سے بے انتہا ہمدردی

رعایا کا ہمیشہ خیال رہتا ہے۔ یہ ایسے صفات ہیں کہ آپ کی ہر دلیغیزی کا
 سکہ افراد ملک کے دلوں پر بٹھایا ہوا ہے تعلیم نسواں سے طبیعت کو خاص لگاؤ
 ہے۔ سلطنت افغانستان میں تعلیم نسواں کی بیداری کی آپ ہی مدد فرمائی
 اور کوشاں ہیں کہ یہاں کی خواتین بھی تعلیمی امور میں متحدہ ممالک کی خواتین کی
 دوش بدوش ثابت ہوں جس سے قوم کا مستقبل نہایت درخشاں ہو جائیگا
 ۱۹۱۹ء میں جب افغانستان اور انگلستان میں کچھ آویزش
 ہو گئی تھی، اس وقت آپ نے ملک و قوم کی نمایاں خدمت انجام دی
 دوران جنگ میں بنفس نفیس فوجی چھانڈنیوں کا معائنہ فرمایا،
 سپاہیوں میں شجاعت اور دلاوری کی اسپرٹ پہلائی، جب تک زمانہ
 ختم نہ ہوا آپ نے کبھی اچھی غذا انہیں کھائی، آرام نہیں لیا۔ عام سپاہیوں
 غذا کو آپ نے بھی اپنے لئے اختیار کر لیا تھا۔

۱۹۲۰ء میں یورپ کا شاہانہ سفر کیا ہے اور بہت کچھ معلومات
 حاصل کئے ہیں جہاں تشریف لے گئیں۔ نسوانی زندگی کا بامعان ملاحظہ
 فرمایا ہے، زنانہ زچہ خانوں میں جا کر زچاؤں کو دیکھا، ان کے بچوں کو
 اپنے گود میں لیا۔

۲۶ دسمبر ۱۹۲۰ء کو جب شاہی اسپتال قاہرہ پہنچی اور شاہ اور ملکہ
 شاندار جلوس نکلا اور فروکش ہوا تو ”انجمن اتحاد النساء“ کے ممبروں کا ایک

جس میں دورِ حاضرہ کی تعلیم یافتہ خواتین،، ہدی خانم شعرا دی،
 بیگم محمد علی پاشا، بیگم حمید پاشا، احسان خانم، منیرہ خانم، عزیزہ خانم
 فردوس خانم، بیگم حسین پاشا، پرستمل تھا، ہدیہ مبارکباد پیش کرنے کیلئے
 ملکہ موصوفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تعلیم کے لئے آپ نے کئی ایک
 ایوانات شاہی مع سامان مدارس کے سپرد فرمائے ہیں، قصر شہر آرا
 مدرسہ حبیبیہ کے سپرد کر کے بعض سیاحوں کو جو اس کے برج پر چڑھے تھے
 جہاں ادارہ مکتب واقع تھا یہ گچھنے کا موقع دیا کہ اس سے زیادہ عالیشان
 اور نفیس مقام شاید ہی دنیا میں کسی درگاہ کو نصیب ہوا ہو۔ ہتھالیغ
 جیسا وسیع ایوان مکتب ”حرابیہ“ کو پھر حوں حوں تعلیمی رفتار میں اضافہ
 ہونے لگا، شاہی محل خالی کر کے درگاہ ہوں کے حوالے کرتی گئیں۔



نواب ملک سلطان جہاں صاحبہ ترقی والی بھوپال

ریاست بھوپال کی وسعت قریب ۷۰۰۰۰ اسکوئر میل ہے اور عوام
 دس لاکھ جس کو ایک افغانی امیر خباب دوست محمد خان ملازم اور نیک
 فتح کیا تھا۔ ۱۸۷۷ء سے آپ کی نسل نے گورنمنٹ انگریزی سے اتحاد رکھا
 اور چند روز بعد برٹش گورنمنٹ کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور حقوق ریاست
 اور قبضہ منظور ہوا۔ گدی نشین رئیس کے قتل ہونے کے بعد بھتیجا چونکہ کم عمر تھا
 اس لئے اس کی بیوہ قدسیہ بیگم صاحبہ نائب سلطنت ہوئیں۔ قدسیہ بیگم کی
 صاحبزادی سکندر بیگم صاحبہ جو اپنے بھائی محمد کی حمایت میں تھیں جس کو برٹش
 گورنمنٹ نے ۱۸۷۷ء میں مستحق ریاست قرار دیا اور جس کا انتقال ۱۸۷۷ء
 میں ہو گیا۔ ان کی بیوہ صاحبزادی سکندر بیگم صاحبہ تخت نشین ہوئیں جو
 ۱۸۷۸ء تک حکومت کی۔ پھر اون کی صاحبزادی شاہجہاں بیگم صاحبہ
 تخت نشین ہوئیں اور اون کا انتقال ۱۹۰۱ء میں ہوا اور تخت کی مالک

آپ ہوئیں۔ برسوں مسلمانوں کی تیاری میں سکندر بیگم صاحبہ کا نام باقی رہ گیا
 آپ اصلاح ملک پر آمادہ ہوئیں آپ کی کچہری اور کورٹ کا راستہ حیات انزرا
 تھا۔ اوس کی عمارت راجوں کی عمارت سے اعلیٰ تھی آپ کو سٹاڈیو میں
 تمغہ گریٹ کمڈرٹار آف انڈیا گورنمنٹ سے عطا ہوا ہے آپ نے اپنے
 عہد حکومت میں بہت کچھ اصلاحیں کیں۔ آپ کا پایہ تخت متوسط شہر ہے
 جیس... ۷۷ آدمی ہیں ایک بڑے تالاب کے دھننے کنارے پر بنائے ہوئے
 بیچ میں ایک خوبصورت ملک ہے کاشتکاری اچھی ہوتی ہے جنگل اور
 کثرت سے فصل ہوا کرتی ہے۔ آپ کے احسانات ملک پر عام ہیں اور آپ کی
 علمی خدمتیں اور شاندار امدادیں کبھی تیاری کے صفحاتوں سے حک ہوئی انھیں
 تعلیم قدیم اور جدید کی شاید ہی کوئی دیر گاہ ہو جس کو آپ نے امداد دینی
 تقریباً پچاس ہزار روپیہ سالانہ انجمنوں کی امداد اور مدارس میں صرف ہوتا ہے
 "سیرت نبوی" کا کام آپ ہی کی توجہ سے عالم و جویں آیا۔ ملک میں ابتدائی
 تعلیم مفت اور لازمی کی ابتدا آپ ہی نے کی۔ نہایت وسیع اخلاق۔
 منکسر المزاج۔ رحمدل ہیں۔ کئی دفعہ یورپ کی سیاحت کی ہے جب تک کہ زمان
 حکومت نواب حمید اللہ خان بہادر بنی، اے کے سپرد کی ہے آپ کا زیادہ
 وقت عبادت میں صرف ہوتا ہے۔ اسلامی آداب کا یہ عالم تھا کہ اپنے عہد
 حکومت میں کورنشات وغیرہ سب برطرف۔ حاصل سلامی طریقہ پر اسلام تعلیم کا

۶
 رواج دیا اس میں اکثر آپ تقدیم فرمائی تھیں۔ کثیر التعداد کتب کی مصنف
 ہیں تاریخ اسلام کی ایک با عظمت خاتون کا مرتبہ حاصل ہے آپ کے
 حالات کے لئے مذکرہ کے مختصر اوراق نا کافی ہیں محض بعض رسائل سے
 کچھ کچھ حالات اقتباس کئے گئے ہیں۔

پردہ پر خیالات

ہندوستان میں شاید پردہ کا یہ مقصد مد نظر رکھا گیا ہے، کہ
 مردوں اور عورتوں کا نامناسب میل جول روکا جائے پردہ سے
 مراد یہ تھی کہ عورتیں اپنے زیب و زینت کا اظہار نہ کریں چنانچہ اخیال
 مد نظر رکھتے ہوئے پردہ دوسرے ممالک میں رائج ہوا، بعض ممالک میں
 اب پردہ رائج ہے۔ لیکن کہیں اس کی یہ شدت نہیں جو ہندوستان میں تھی
 اکثر ضروریات زمانہ کا خیال رکھ کر پردہ کے رواج میں از سر نو مناسب
 ترمیم کی جائے تو اس سے تعلیم نوان پر جو مضر اثر پڑ رہا ہے وہ دور
 ہو جائے اور ساتھ ہی وہ صورت حالات بھی نہ رہے جس کے متعلق مغرب
 میں بہت تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں
 ذرا بھی تامل نہیں کہ جس طرح کا پردہ ہندوستان کے مسلمانوں میں رائج ہے
 یہ صحیح طور پر اسلامی نہیں اور ہماری لڑکیوں کی تعلیم کو بہت نقصان پہنچا رہا
 ہے۔ نیران کی جسمانی اور ذہنی تربیت میں بھی مارج ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ

کہ اس سِلے پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے فیصلہ کر لیں کہ کیا وہ محض
ایک رسم کے لئے اپنی قوم کے نصف حصہ کو معطل اور مفلوج رکھنا گوارا کرے
اور تنگ خیالی کی قربان گاہ پر اپنی آئندہ نسلوں کے مستقبل کو بھینٹ چڑھانا
جائز سمجھتے ہیں۔



نور النساء بیکم طرحی صبا جزاوی

نواب میر تراب علی خاں مرحوم، سرسالا رنگ آبادی، مختار الملک بہادر
مدار الملہام دولت آصفیہ کی صبا جزاوی نواب میر لائق علی خاں بہادر
عماد السلطنت مدار الملہام حیدر آباد دکن کی بڑی ہمیشہ اور نواب کرم اللہ
مرحوم کی زوجہ محترمہ ہوتی ہیں۔ حیدر آباد میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم
اپنے ایوان میں پائیں۔ ذوق طبیعت اور شوق مطالعہ کی بدولت
اردو، فارسی میں اچھی قابلیت پیدا کی اور انگریزی سے بھی واقف ہیں
جس طرح نواب سرسالا رنگ آبادی کا اسم گرامی حیدر آباد دکن
تنظیم و تعلیم میں پیش پیش ہو اسی طرح آپ کا وجود طبقہ نسوان کے لئے سرمایہ
نازش و افتخار۔

شعر و شاعری کا اچھا ذوق رکھتی ہیں چنانچہ حیدر آباد میں سے
اول آپ نے ہی زنانہ مجلس قائم کی۔ جس میں ہر سال ہندوستان کے مشہور

مرثیہ گو ”نفیس“ کی صاحبزادی اپنے مرثئے پڑھا کرتی تھیں۔

آج سے تیس چالیس قبل جبکہ مردوں ہی میں تعلیمی ذوق کا فقدان تھا آپ نے اپنے فرقہ کی جہالت سے متاثر ہو کر خاص اپنی دیورھی میں ایک زمانہ مد سے کی بنیاد ڈالی جس میں ملک کے امراء اور جاگیرداروں کی لڑکیاں زیرِ تعلیم سے آراستہ ہونے لگیں۔ اس مد سے کی زیادہ تر خوبی اور خصوصیت یہ تھی کہ تعلیم سے زیادہ تربیت کا خیال رکھا جاتا تھا۔ کیونکہ ترتیب ہی وہ تھی ہر جو گھروں کو سنوارنے والی، ہندیب، شائستگی، کی پھیلائے والی اور لڑکیوں کو سگڑ بنا نیوالی ہے۔ چنانچہ آپ ہر لڑکی کی ذہانت اور فراست کا ہذا بہ معائنہ فرماتیں اور انھیں ادب، تیز، طریقہ بود و باش، کی تعلیم دیتیں، اور جب دستر خواں چنا جاتا تو تمام لڑکیوں کو اپنے ساتھ لیکر خاصہ نوش فرماتیں، خوردنوش کے آداب و قواعد بتاتیں۔ یوں بیٹھنا چاہئے، یوں کھانا لیا جائے، ہاتھ اس طرح دھویا جائے، منہ یوں صاف کیا جائے، دیکھنے کو یہ امور بظاہر معمولی دکھائی دیں۔ لیکن اس کے اندر معاشرتی زندگیوں کا بحرِ عظیم موجیں مار رہا ہے۔ اسی تربیت اور تعلیم کا اثر ہے کہ آج اس مدرسہ میں زانوائے ادب تہ کرنیوالی لڑکیاں ملک کے اعلیٰ طبقہ میں سلیقہ، نفاست، شائستگی، ہمدردی، آراستگی میں دوسروں کیلئے

معاشرت کا مکمل نمونہ ہیں۔ جہاں سے تہذیب اور شائستگی کی پختہ نخل کرا اور گھروں کو منور کر رہی ہیں۔ آپ کی شادی آپ ہی کے قریب عزیز نواب مکرم الدولہ بہادر سے جو خود خاندانی امیر اور کسی زمانہ میر حیدر آباد دکن کی ذمہ دارانہ خدمت مدار الملہامی بھی کر چکے تھے ہوئی اگر بعد موصوفہ نے اپنے اسٹیٹ کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور نہایت مدبرانہ طریقہ پر ایک معتمد کے تحت اپنے جاگیرات کے کاروبار انجام دینے لگیں، جن کے تدبیر کا ایک زمانہ قائل ہے۔

چونکہ آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی اس لئے اپنے چھوٹے بھائی نواب میر الملک بہادر کی صاحبزادی کو اپنے آغوش میں لیا اور انھیں اعلیٰ پر تعلیم دلانے لگیں۔ مگر قدرت کو تو کچھ اور منظور تھا افسوس کہ اسی عمر نے وفا نہیں کی اور ایک حادثہ کی بدولت چودہ پندرہ سال کے سن میں آپ کو دلغ مفارقت دیکھنی، جس کے صدمہ سے آپ بروہ خلیہ رہنے لگیں۔ پھر اپنی چھوٹی ہمیشہ کے منجھے صاحبزادہ نواب زین العابدین بہادر کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا۔ جو ماشاء اللہ نہایت تعلیم یافتہ۔ خوش اخلاق اور سہماٹی میں قدرونہ مزاج کی نظروں دیکھے جاتے ہیں جو اس وقت آپ کے اسٹیٹ کے کاروبار میں فیل ہیں۔

چونکہ نواب سرسار جنگ اولیٰ کی اولاد میں آپ نواب میر لائق علیا

بھی بڑی ہیں۔ اس لئے ”بڑی صاحبزادی“ کے نام سے ملک میں یاد کی جاتی
 ہیں۔ بہت کم حضرات حیدر آباد دکن میں ایسے ہونگے جنہیں آپ کا اصلی نام
 معلوم ہو۔ ممالک محروسہ سرکار عالی میں کسی کی زبان پر ”بڑی صاحبزادی“
 کا نام آجائے تو ذہن فوراً آپ کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔
 تخمیناً ڈیڑھ ایک لاکھ کا اسٹیٹ ہے اور یہ اسٹیٹ نہایت منظم
 اور باقاعدہ دفاتر کے مماثل ہے جہاں سے وقتاً فوقتاً احکامات اجرا
 ہوتے رہتے ہیں۔

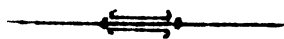
بذل و نوال داد و دہش کی صحیح شان کہتی ہیں نہایت شہیم
 اور مخیر واقع ہوئی ہیں سینکڑوں مفلس اور نادار گھرانے آپ کے دامنِ دل سے وابستہ
 ہیں جنہیں ماہانہ تنخواہیں بطور امداد ملتی ہیں کوئی سائل آپ کے دروازہ
 خالی نہیں پھر اعتبارِ عالیات کی زیارت سے بھی آپ مشرف ہو چکی ہیں اور
 مقامات مقدمہ سے آپ کو بھی الفت ہے اور کچھ نہ کچھ تحفہ و ہدیہ وہاں
 بھیجتی رہتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مغواہ سالار جنگ اولیٰ کے اخلاق اور اوصاف
 کی کمال نمونہ ہیں۔ بادشاہ وقت کی اطاعت گزار اور خیر خواہ ہیں۔ ملک کے
 امرا میں آپ کا شمار ہے آپ کا یہ خاص مذاق ہے کہ ملک کے تشریف
 گھرانوں سے لڑکے لڑکیاں لیکر انہیں اپنی نگرانی میں تعلیم دلائیں اور
 انکی آئندہ زندگیوں کو ہر طرح شاد کام بنائیں۔ یہ ایک ایسا وصف ہے کہ

بلقہ امر میں اس کی نظیر شاید شکل ہی اُسے دکھائی دے تو دکھائی دے۔
 غرض آپ کا وجود ملک اور اہل ملک کے درما مذہ اور نادر اثر شریف
 گھرانوں کے لئے باعثِ رحمت ہے جو اپنے شرافت کی وجہ سے کسی کے
 آگے دستِ سوال دراز نہیں کر سکتے۔ اگر ملک میں آپ کی طرح چند اہمیتیاں
 پیدا جائیں تو پھر محبت اور افلاس کا کافی درماں ہو سکتا ہے۔



اس قابل بھی نہ رہتی کہ اپنے خدمات پیش کر سکتی یا مرد کو کسی قسم کی مدد دے سکتی اس طرح بد بخت عورت نہ صرف گھر ہی کے واسطے ناکارہ ہو گئی بلکہ نہ مرد کے کام کی رہی نہ وطن کی اور نہ خدا کی۔ ان حالات کو سامنے دیکھنے کے بعد یہ عظیم الشان جلسے کس قدر مضحکہ خیز ہیں جو ہر سال کے اختتام پر ہندوستان میں منعقد ہوتے ہیں مسلمان ہرگز منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ وہ سیدھے راستہ پر نہ چلیں اور احکام اسلام رو بردار تسلیم نہ کر دیں۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
 کہین رہ کہ تو می رومی بکستان است



ظفر جہاں بیگم

بنت مولوی محمد لطیف صاحب بی لے سب حج اکی دوسری صاحبزادی
 ہیں بمقام شکر گو ایار اپنی نہیال میں پیدا ہوئیں (جہاں آپ کے نانا
 مولوی کریم بخش صاحب مرحوم نیشنل ڈپٹی کلکٹر جو ریاست گوایار میں
 میسر وضع قوانین کے عہدہ پر فائز تھے) بزرگوں نے آپ کا نام جہیں جہاں بیگم
 اور تاریخی نام ظفر جہاں بیگم رکھا۔ پانچ سال کی عمر تک اپنے دادا مرحوم کے
 یہاں الہ آباد میں مقیم رہیں۔ اس کے بعد بیس سال کی عمر تک اپنے والد مرحوم
 کے ہمراہ ملازمت کے سبب اودھ کے مختلف مقامات میں رہیں۔

آپ کے والد اگرچہ اعلیٰ تعلیم نواں کے مخالف تو نہ تھے لیکن اسے
 چند اہل ضروری بھی نہیں سمجھتے تھے اس وجہ سے آپ اور آپ کی دوسری
 ہمیشہ صاحبہ کا تعلیم کے لئے کوئی خاص انتظام بھی نہیں کیا۔ آپ کی والدہ
 جتنا خود پڑھی ہوئی تھیں اتنا ہی انھیں بھی پڑھایا یعنی قرآن شریف
 اور معمولی اردو۔ چونکہ آپ کے والد خود ادب لطیف کے دلدادہ تھے اس

انگریزی اخبارات کے ساتھ اردو اخبارات اور ادبی رسائل بھی
برابر منگواتے رہتے۔ تہذیب نواں عصمت خاص آپ لوگوں
کے لئے جاری کرایا۔

بچوں میں خواتین کے مضامین دیکھ کر آپ کو بھی مصنوعی لگائی
کاشوق پیدا ہوا اور برا بھلا لکھ کر والد کو بغرض اصلاح دکھلانا شروع
کیا چونکہ وہ خود ایک فاضل ادیب اور زبردست شاعر تھے معمولی
تشریف نہیں آتی تھی اور اصلاح ایسی دیتے تھے کہ ایک جملہ اصلی لگا
باقی وہ خود لکھ دیتے اور ہمیشہ یہ ہدایت ہوتی کہ ابھی مشق کئے جا
جب ایسا لکھنے لگو تب کسی اخبار یا رسالہ میں بھیجا۔ آپ اس سے
دل برداشتہ ہو کر کہتے کہ ہم آپ کی سی لیاقت کہاں سے لاسکتے
ہیں، آپ گرائیوٹ ہیں اور وکیل ہائیکورٹ ہم کس برتے پر آپ کی
برابر کر سکتے ہیں، جواب ملتا، ”یہ تو ضرور سچ ہے مگر میں نہ تم سے
انگریزی لکھواتا ہوں نہ قانونی مسائل حل کراتا ہوں جس کے لئے
بی، اے اور وکیل ہائیکورٹ کا امتحان پاس کرنے کی ضرورت ہو اور
نظم و شعر کی مہارت ہو جانے کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ اس میں تم مجھ
کم رہو،“ بہت دنوں یہ سلسلہ رہا کبھی جوش میں آکر آپ لکھنے لگتے
اور کبھی عاجز آکر چھوڑ دیتے۔ کئی سال کے بعد آپ کے والد نے

۲۶
 بعض مضامین پسند کئے اور جب مضمون پسند آتا تو فرط مسرت میں فرمایا کرتے کہ ”مجھے خدا کی عنایت سے بجا طور پر فخر حاصل ہے کہ میری (دیکھو) میرا سادماغ پایا ہے۔“

۱۹۱۳ء میں بریلی کے ہر دل عزیز اور کامیاب رکیل مولوی حافظ محمد ظہور الدین صاحب بی، اے، ایل، ایل، بی میونسپل کشنر اور ایم۔ ایل۔ سی سے آپ کا عقد ہوا اوصاف ظاہری اور باطنی کے لحاظ سے آپ کے شریک حیات کو بے مثل کہا جائے تو دخل مبالغہ نہ ہوگا
 ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۶ء تک آپ کے یہاں ساٹھ اولادیں تھیں جن میں چار لڑکیاں اور تین لڑکے سب خدا کی عنایت سے زندہ اور سلامت ہیں جن کی تعلیم و پرورش ہو رہی ہے۔

شادی کے بعد آٹھ سال نہایت آرام و مسرت آسائش اطمینان سے بسر کئے لیکن جہاں پھول ہوگا وہاں کانٹا، جہاں خوشی ہوگی وہاں بےخ بھی لازم و ملزوم ہے سلسلہ میں آپ کے شوہر نے ترک موالات کے سلسلہ میں اپنی کامیاب اور روز افزوں وکالت کو خیر باد کہہ کر اپنے آپ کو اور اپنے ساتھ سب کو مالی مشکلات میں پھنسا دیا اگرز اوقات کے لئے سوائے قلیل جائزاد کے کوئی صورت نہ رہی اگرچہ اس وقت ارادہ تھا کہ کوئی نہ کوئی دوسرا روزگار شروع کریں، لیکن قومی کاموں نے اتنی مہلت دی

اور پانچ سال اس کے نذر ہو گئے۔ جب کانگریس کمیٹی نے اپنا فیصلہ
 منسوخ کر کے دوبارہ وکالت اور ملازمت کی اجازت دی تو آپ نے
 ۱۹۲۵ء میں پھر وکالت شروع کی، لیکن قومی کاموں کی مصروفیت
 اتنی فرصت کہاں کہ پوری توجہ سے کام کرتے جس کے بغیر اس پیشہ
 کی کامیابی ناممکن ہو آپ کے مشاغل قوم کے لئے خواہ کتنے ہی سود
 کیوں نہ ہوں لیکن آپ کے خاندان کی تباہی کے باعث ہو رہے کسی
 کی بنی ہوئی تقدیر بگڑنے پر اعضاء اور احباب کا جو برتاؤ ہوتا ہے اس کی
 دیکھ کر محترمہ نے جہاں تک ممکن ہے کنارہ کشی اور گوشہ تنہائی اختیار
 کر لی ہے۔ اس حالت میں دل گھبراتا ہے تو پھر پرانا مشغولہ منموں گا
 کو اختیار کر لیا ہے کبھی محفل تہذیب میں شامل ہوتی ہیں تو کبھی برصغیر
 میں اس طرح انجمن کا لطف بھی خلوت میں حاصل ہے آپ کی تحریریں
 نچتے اور عام فہم ہوتی ہیں لطف یہ کہ آپ نے جب کبھی لکھا علم برداشتہ
 لکھا مسودہ و مبیضہ کی رحمت گوارا نہیں کی آپ کا وجود اپنی جنس
 کے لئے موجب فخر و ناز ہے آپ کے مضامین بلند پایہ ہوتے ہیں بحث
 نہایت مدلل اور قوی ہوتی ہے اپنے فرقہ کی بہترین مصالح میں آئینوالی
 نفیس آپ کو اپنا رہبر تسلیم کرینگے۔

قوم کسے کہتے ہیں

آج کل تعلیم نواں کا مسئلہ بہت زوروں پر ہے ہزاروں مخالف ہیں اور ہزاروں موافق۔ خیر یہ اپنی اپنی رائے ہے مجھے اس سے کوئی بحث نہیں۔ البتہ مجھے ان لوگوں پر ضرور تعجب ہوتا ہے جو اپنی قوم کی جہالت کا رونا روتے ہیں اور قومی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر دھواں دھار تقریروں کے ذریعہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام پر جو بیہوشیاں نازل ہو رہی ہیں۔ ان کا باعث جہالت اور صرف جہالت ہے اور اگر ہماری قوم اب بھی بیدار نہ ہوئی اور اسی طرح قعر جہالت میں پڑی رہی تو (خدا نخواستہ) چند روز میں صفحہ ہستی سے فنا ہو جائے گی۔

لیکن جب تعلیم نواں کا مسئلہ اپنی حضرات کے روبرو آتا ہے تو وہ جھٹ مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں یا بالکل خاموشی اختیار کرتے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لیڈروں کی مراد قوم سے کیا صرف مرد ہے؟ کیا وہ عورتوں کو خارج از قوم سمجھتے ہیں؟ میری رائے میں تو مرد و عورت، بچے سب قوم میں داخل ہیں اور اپنی سب کے مجموعے سے قوم بنتی ہے لیکن ایسے حضرات کی تحریریں

اور تقریریں ضرور تعجب نیکر ہیں جو قوم کو جہالت کی دنیا نکلے کال کر
 تعلیم و تہذیب سکھانا چاہتے ہیں۔ لیکن عورتوں کو اس میں شریک
 کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں کی تحریریں اور تقریریں
 نے میرے دل میں وہ سوال پیدا کیا جو اس مضمون کی سرخی ہے۔
 لیا کوئی صاحب اس کا جواب دینے کی رحمت گوارا فرمائیں گے
 اگر بفرض محال اس کا یہی مطلب نکالا جائے کہ عورتیں خارج از قوم
 ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ مرد عورتوں کو قوم سے خارج کر کے کیا ترقی
 کر سکتے ہیں۔ سب سے اول تو افزائش نسل کا کام ہی جس کا بوجہ
 قدرت نے مرد و عورت دونوں پر مساوی کر دیا ہے۔ عورتوں کو خارج
 کر کے مردوں کی قوم تنہا یہ کام نہ اپنی عقل کے زور سے انجام دے سکتی
 یہ علم سے اور ظاہر ہے کہ جب نسل ہی آگے کو نہ چل سکے گی تو قوم کس طرح
 رہیگی اور جب قوم کا وجود ہی نہ رہیگا تو ترقی کون کریگا؟ نتیجہ یہ نکلتا ہے
 کہ قوم کے لئے مرد اور عورت کا وجود لازم و ملزوم ہے کسی ایک جنس کو
 خارج کرنے سے قوم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے قوم کے فائدے کے لئے جو
 بات کہی جائے اس میں دونوں کا شریک رکھنا ضروری ہے۔

اگر قوم کو جہالت سے نقصان پہنچا۔ اور تعلیم سے سنبھل جانے کی
 امید ہے کہ تو بحیثیت قوم مرد و عورتیں دونوں ہی اس میں شریک ہیں

اس کی کیا وجہ کہ مردوں کی تعلیم کیلئے تو آپ ایڑی سے چوٹی تک
 زور لگائیں اور عورتوں کے نام پر خاموش ہو جائیں ؟ ہاں آپ کے
 نزدیک عورتوں کو جاہل ہی رکھنا ضروری ہے۔ تو یہ دوسری بات
 ہے۔ لیکن اس صورت میں قوم کا نام نہیں لینا چاہئے، بلکہ صاف
 طور پر بجائے قوم کے صرف ”گروہ مرداں“ کہنا چاہئے۔



الحکیم سیری

آپ کا وطن موضع حسین پور ضلع مظفرنگر صوبہ متحدہ ہے۔
 ماؤدسمبر ۱۹۱۹ء عیسوی خانقاہ ڈوگران ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) میں
 پیدا ہوئیں آپ کے دادا انشی حاجی فتح علی صاحب انسپٹر پولس تھے
 اور برسوں خاص شہر لاہور اور امرتسر میں کو توال رہے تینتیس سال
 پنشن پاتے رہنے کے بعد ماہ مئی ۱۹۲۸ء میں بمرنوںے سال امرتسر
 انتقال کیا۔ چونکہ آپ کے والد مرحوم محکمہ نہریں ملازم تھے اور ایک حکم
 مستقل قیام نہ تھا اس وجہ سے آپ کا اور آپ کے بھائیوں کی تعلیم کوئی
 انتظام نہ ہو سکتا تھا۔ لاچار ہو کر شہر ٹیالہ میں جہاں تعلیمی سہولتیں زیادہ
 ایک مکان خرید کر والدہ صاحبہ اور سب بہن بھائیوں کے مستقل قیام کا
 انتظام کر دیا۔ آپ نے پہلے محلے کے پرائمری زنانہ اسکول میں تعلیم ختم
 کی پھر سرکاری وکٹوریہ زنانہ اسکول میں شریک ہوئیں جہاں دہشتم
 کی خواندگی ختم کرنے پائی تھیں کہ آپ کے والد نے والدہ صاحبہ اور بیٹوں

۳۲
 بہنوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ دونوں بھائی جو ہوشیار ہو گئے تھے وہ سب تو
 پٹیاں میں تعلیم پاتے رہے۔

۱۹۱۶ء میں ۱۸ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی اور علیگڑھ
 جہاں آپ کے شوہر مولوی ادریس احمد صاحب بی اے یل ٹی کالج
 اسٹنٹ سکریٹری تھے آ گئیں۔ دو برس وہاں قیام رہا اس کے بعد آپ کے
 شوہر گورنمنٹ سر دیس میں داخل ہو کر پراونشل ایجوکیشنل سروس کے
 گریڈ میں ضلع بجنور گورنمنٹ ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے اسی
 زمانہ میں چھ ماہ کے اندر آپ کے سر سے والدین کا سایہ اٹھ گیا اور
 کچھ عرصہ کے بعد دو چھوٹی بہنوں نے بھی انتقال کیا۔ اب صرف ایک
 بہن تین بھائی رہ گئے۔ یہ تینوں بھائی چھوٹے ہیں بسلسلہ ملازمت پانچ
 سال بجنور میں قیام رہا اور چار برس شاہجہاں پور میں دو برس سے آپ
 بریلی میں مقیم ہیں جو حکمت رونیلکنڈھ کا صدر مقام ہے۔

اس وقت تک آپ کو چھ اولادیں ہوئیں۔ سب سے پہلی لڑکی
 اشرف النساء نے بہت تھوڑے عرصہ میں انتقال کیا اس کے بعد دو لڑکیاں
 اور ایک لڑکا بزبانہ قیام بجنور پیدا ہوئے اور ایک لڑکا شاہجہاں پور
 ایک بریلی میں۔ بڑی لڑکی کا نام شائستہ بانو ہے جس کی عمر دس سال کی
 ہو۔ چھوٹی کا نام محبت بانو ہے جس کی عمر آٹھ سال ہے لڑکیاں سرکاری

زنانہ اسکول کی چوتھی اور تیسری جماعت میں زیر تعلیم ہیں بڑا لڑکا
 علیس احمد مکان پر تعلیم پا رہا ہے چھوٹے لڑکے رئیس احمد اور سلیس احمد
 عمر میں چار سال اور دو سال کی ہیں۔ سلیس احمد کے پیدائش کے
 واقعہ پر لاہور اور امرتسر کے زنانہ رسالوں کے نامہ نگاروں نے
 لطعات اور تاریخیں شائع کئے ہیں شاہجہاں پور میں جب آپ کی
 لڑکیاں تعلیم کے قابل ہوئیں تو حسن اتفاق سے ایک روز کراچی
 مانہ اسکولوں کی انسپکٹرس میم صاحبہ آپ کے یہاں آئیں اور کہا کہ اپنی
 بیویوں کو سرکاری مسلم ماڈل اسکول میں داخل کرادو۔ یہ زنانہ اسکول
 تیار نہیں کیونکہ شاہجہاں پور کے مسلمان تعلیم نوان کے سخت مخالف
 ہیں اگر آپ اس اسکول کی حمایت پر کمر بستہ ہو جائیں تو یہ اسکول
 بدترقی کر سکتا ہے۔ مدرسہ کو قائم ہوے پانچ چھ ماہ گزر چکے
 تھے اور صرف پانچ لڑکیاں تھیں۔ انسپکٹرس صاحبہ کی تحریک سے
 اثر ہو کر آپ تائید پر آمادہ ہو گئیں۔ اور سب سے پہلا کام یہ کیا
 اپنے مکان کے برابر والی ایک وسیع عمارت میں مدرسہ منتقل
 کیا تاکہ آمد و رفت کا ہر وقت موقع ملتا رہے پھر دونوں لڑکیوں
 داخل کرادیا اس کے بعد مقامی خرفاء کی خواتین سے ملاقاتوں کا
 لہ شروع کر دیا۔ سب کو ایک ایک کر کے اسکول میں لائیں اور تالیف

ملایا پردہ کے انتظامات دکھلائے اس طرح بہت سی خواتین کو ہم
 خیال کر کے اون کی لڑکیوں کو اسکول میں داخل کر دیا۔ چونکہ اسکول
 میں قرآن شریف و دینیات کا کوئی انتظام نہ تھا اور مقامی مسلمانوں کو
 اعتراض تھا وہاں کی میونسپلٹی سے تحریک کر کے معلمہ کیلئے دس روپیہ ماہوار
 کا مستقل گرانٹ منظور کرایا۔ چنانچہ ایک معلمہ قرآن شریف اور دینیات کیلئے
 مقرر ہو گئی۔ اب لڑکیوں کی تعداد بڑھنا شروع ہوئی پھر آپ کے شوہر
 نے اپنے دوستوں سے اور آپ نے اپنے ملنے والیوں سے اسکول کے لئے
 قریب ایک ہزار کے چندہ کیا۔ جس سے تین نہایت خوبصورت پردہ دار
 ہاتھ کاڑیاں لڑکیوں کو مدرسہ لانے لیجانے کے واسطے بنوائیں اور
 مدرسہ کی عمارت میں پردہ کا پورا انتظام کیا۔ ابتداءً سرکار سے صرف
 دو کہاروں کی منظوری ایک ڈولی کے لئے تھی۔ جب طالبات کی
 تعداد بڑھی تو آپ نے پہلے دو اور پھر چار کہار زائد اپنی طرف سے مقرر
 کئے جس کی تنخواہ چندہ سے دی جاتی تھی۔ جب تعداد سوتک ہو گئی
 تو سرکار سے بجائے دو کے چھ کہاروں کی منظوری ہو گئی۔ خوش قسمتی سے
 اس اسکول کی ہیڈ معلمہ نارمل پاس یعنی تربیت یافتہ تھیں۔ اون کی طبیعت
 بڑی بہن لائق خاتون تھیں مگر اون کے پاس تعلیمی سند نہ تھی لہذا وہ سرکار
 اسکول میں ملازم نہ ہو سکتی تھیں آپ کے کہنے سننے سے خان صاحب نے

آہستہ آہستہ ان کو پردہ یعنی سلیم دی جس کے بعد وہ ڈل کا سیاب ہو کر اسکول میں ملازم ہو گئیں۔

سینے پر رونے، کارچوب۔ کیشہ کاری۔ کر دشیما وغیرہ
یہ دو نو بہنیں طاق تھیں۔ مدرسہ میں ان کے علاوہ رقتہ رقتہ دو اور مجلس
مقرر ہو گئیں۔ آپ کی لڑکیوں نے تین سال اس اسکول میں تعلیم پائی۔
جولائی ۱۹۲۲ء میں شاہجہانپور چھوڑا تھا اس وقت یہ اسکول نہایت
کامیاب حالت میں تھا۔ مقامی مسلمانوں کی سر دھری نے طالبات
کی تعداد کم کر دی ہے۔

چونکہ زنانہ اسکول کی تائید کے سلسلہ میں بہت سی خواتین سے
ملاقات ہو چکی تھی اس لئے زیادہ تر تو اسکول کی طرف متوجہ کرنے کی غرض
سے نیز تبلیغ فذ میں مدد دینے کی غرض سے شاہجہانپور میں خواتین
کی ایک انجمن قائم کی تھی جن کے عہدہ سکریٹری کی ذمہ داری خود
آپ نے اپنے پرلی۔ یہ انجمن ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء کو قائم ہوئی۔ انجمن کے
قیام پر سب سے پہلی انجمن کے عنوان سے مولوی سید قمار علی صاحب
بینچر رسالہ تہذیب نسوان لاہور نے ۲۸ نومبر ۱۹۲۵ء کے رسالہ میں بہت
مرست کا اظہار کیا ہے اور امید ظاہر کی تھی کہ دوسرے شہروں میں بھی
ایسی انجمنیں قائم ہوں گی۔ انجمن کے ماہوار جلسے ہوتے تھے اور خواتین

۳۶
 باہمی میل جول رہتا تھا۔ تفریح کے علاوہ جلسہ میں کچھ نہ کچھ مفید کام ہوا کرتا تھا۔ اس انجمن میں خواتین کا سب سے پہلا مشترک تبلیغ فنڈ قائم ہوا۔ مینجر تہذیب نسواں کی معرفت سینکڑوں روپیہ مرکزی تبلیغ فنڈ کو بھیجا گیا اس کے بعد زنانہ انجمنوں کے قیام کا سلسلہ ہندوستان میں برابر جاری ہے، بریلی، کپانور، رٹکی، کراچی، لاہور میں اس وقت انجمنیں قائم ہیں جب آپ بریلی آئیں تو یہاں کی خواتین نے اپنی انجمن کے صدارت کا اعزاز ان کو بخشا۔ چنانچہ ماہوار جلسوں میں آپ یہ خدمت برابر انجام دیر ہی ہیں۔

کئی سال سے لاہور اور امرتسر کے زنانہ رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں، دوزجہاں، اور سہیلی میں مضامین کی تعداد محدود رہی ہے البتہ تہذیب نسواں میں ہر سال میں پچیس کے اوسط سے مضامین ملتے ہیں۔ چنانچہ سب نامہ نگاروں سے زیادہ مضامین لکھنے کے صلہ میں تہذیب نسواں، نے دوبارہ آپ کو اول نمبر کا انعام دیا ہے۔ اور کئی بار دوسرا، تیسرا، آپ کے مضامین عموماً، تعلم نسواں کی حمایت خواتین کی، معاشرتی اصلاح، بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ہوتے ہیں ۱۹۲۵ء میں ملک مروارید کے عنوان سے آپ نے بہت سے تاریخی مضامین شائع کئے ہیں ۱۹۲۷ء میں ”منگیترے خط و کتابت“ کی بحث

۳۷
کافی حصہ لیا ہے۔ منیجر تہذیب بنو ان آپ کی قابلیت کے معترف ہیں
جنوبی مشرقی اعر کے پرچہ تہذیب میں مولوی ممتاز علی صاحب الفاظ
میں آپ کی لیاقت کا اعتراف فرماتے ہیں۔

”محترمہ خدیجۃ الکعبہ صاحبہ نے نہایت سلیجھا ہوا ذوق
پایا ہے انداز تحریر میں ایک خوشگوار بے تکلفی ہے اور
ہر موضوع کا نہایت خوبی سے تجزیہ کر کے اپنے دلائل کو
پڑھنے والے کے ذہن نشین کرتی ہیں۔“

آپ مسلمان خواتین میں ہندوستان کے مروجہ پردہ کے حامی نہیں
ہیں بلکہ انہیں بہت کچھ تخفیف اور نرمی کی ضرورت سمجھتی ہیں آپ کی رائے
ہے کہ ”ہندوستان میں پردہ شعار اسلامی کے حیثیت سے قائم دراج نہیں
ہے تاریخ سے ثابت ہے کہ پردہ ہندوستان میں قدیم سے رائج چلا آ
ہے اور اس میں جس قدر شدت ہوئی وہ مقامی حالات کے زیر اثر
ہوئی لہذا پردہ کی اصلاح مذہبی احکام کے حوالوں سے ہرگز نہ ہوگی۔ بلکہ
جوں جوں تعلیم کی ترقی ہوگی مردوں اور عورتوں کے معاشرت میں صلاح
ہوگی، مردوں کے اخلاق درست ہوں گے اور وہ عورت کی عزت
کرنا سیکھیں گے۔ پردہ میں خود تخفیف ہوتی چلی جائیگی افغانستان کی
لکھاڑیاب تک ہندوستان میں ہیں پردہ میں رہیں یورپ پہنچ کر بے نقاب

ہو گئیں۔ مطلب صاف ہے کہ پردہ کا دار و مدار ملک کی حالت پر ہے۔
ذیل کا مضمون آپ کی وسیع تجربہ کا اعلان کر رہا ہے۔

بچوں کو تعلیم کی غریب و شوق

مغربی ممالک میں مدت دراز سے کوششوں کا سلسلہ جاری ہے کہ
تعلیم کے طریقوں کو اس قدر دلچسپ اور دلانیز بنایا جائے کہ بچہ کو
تعلیم سے وحشت ہونے کے بجائے رغبت پیدا ہو اور بچے سچے تعلیم سے
بھاگنے کے بجائے اس کو کھیل سمجھ کر حصول تعلیم میں مشغول رہیں چاہے
مشہور و معروف طریقہ تعلیم جو ”کنڈرگارٹن“ کے نام سے موسوم
اور جرمنی میں ایجاد ہوا ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے ”کنڈرگارٹن“ کا
لفظی معنی ہے ”بچوں کا باغ“ یعنی جس طرح باغ قیچ کی جگہ ہوتی ہو اور
جس دنگا میں یہ طریقہ رائج ہے وہ بھی بچوں کے لئے باغ کی مانند گذر
ہوتی ہے۔

اس قسم کے آسان اور دلکش طریقے اب رفتہ رفتہ ہندوستان کے
مدرسوں میں بھی کھیل کہیں رواج پا رہے ہیں مگر مکمل یہ ہے کہ بچوں کی بل
بہنیں چونکہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں اس لئے ان طریقوں سے نفع نہیں پہنچا

جب ہمارے بچے اسکولوں میں داخل کئے جاتے ہیں انکی وہ عمر گزر چکی ہوتی ہے جس عمر میں بچپ طریقوں سے بچوں کے دلوں میں حصول تعلیم کا شوق پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے کیونکہ گھروں پر ماؤں بہنوں کے تعلیم نہ ہونے کے وجہ سے وہ طریقے کام میں نہیں لائے جاسکتے۔

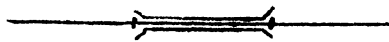
ہمارے ملک میں بیشتر بیت بازی پہیلیاں، چیتاں اور معنی بچوں سے دریافت کرنے کا رواج بھی تحصیل علم کی ترغیب اور بچوں کی غور و فکر کی عادت پیدا کرنے کی غرض سے تھا مگر ان تدبیروں سے بچوں کو غور کرنے کی عادت تو پڑتی تھی لیکن قوت مشاہدہ کی مشق کا بالکل موقعہ نہیں ملتا تھا اور انسان کی سب قوتوں میں سب سے زیادہ کار آمد اور سب سے زیادہ مفید قوت مشاہدہ ہی ہے جس کی مشق کا ہمارے بچوں کو بالکل موقعہ ہی نہیں ملتا اور پھر بڑی عمر میں یہ قوت عموماً نال رہتی ہے۔ بچوں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ بجانے پپ چاپ خالی بیٹھے رہنے کے یا صرف کچھ سنتے رہنے کے اپنے ہاتھوں سے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا اور کسی نہ کسی شغل میں مصروف رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں چنانچہ جملائے طریقہ ہائے تعلیم میں اسی اصول کو مدنظر رکھا جاتا کہ دوران تعلیم میں بچے کے خود اپنے ہاتھوں سے کچھ نہ کچھ کرتے رہیں اور یہ اہم امر کہ مخصوص تعلیمی طریقوں کو سیکھ کر کام میں لانا دیر طلب امر ہے

اور بعض طریقوں میں روپیہ بھی زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے میرا مقصد اس وقت یہ ظاہر کرتا ہے کہ جو ایسے تھوڑی بہت تعلیم یافتہ ہیں اور اسکول کے نصاب تعلیم سے واقف ہیں وہ بھی اگر چاہیں تو تھوڑی سی توجہ سے بچوں کو بہت کچھ سکھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح رقتیں اور ہند سے سکھانے کے بھی آسان ترکیبیں بتائی جاسکتی ہیں۔

میرے ایک چار سالہ بچہ کو ایک میم صاحبہ نے ہدیہ کے طور پر انگریزی چھوٹے بڑے حروف تہجی اور ہند سے سکھانے کا چوبی کبس دیا تھا جس میں ایک ایک انچہ کے لمبے چوڑے اور اونچے لکڑے کے خوبصورت ٹکڑے تھے۔ ہر ہر ٹکڑے کے چھ رخوں پر نظر فریب تصویر حروف اور ہند سے چھپے ہوئے تھے۔ تین چار دن میں بچے کو سب حروف اور ہند سے یاد ہو گئے چھوٹی عمر کے بچوں کو سائنس یعنی علم طبیا کے موٹے موٹے اصول بہت آسانی سے سکھائے جاسکتے ہیں اور بچے اون کے سیکھنے میں بڑا شوق ظاہر کرتے ہیں۔ میں اپنا مطلب مثالوں سے واضح کرتی ہوں۔ جس سے معلوم ہو گا کہ بچے کس طرح کام میں بھی مشغول رہ سکتے ہیں اور خود بخود علم بھی حاصل کر سکتے ہیں مثلاً بچہ کو ایک مٹی کی رکابی پر جھلی مڑنے کو کہو وہ مڑھ لیتا ہے اور سکھا دیتا ہے اب چھوٹا سا دھڑا بن گیا۔ بچہ جب اس سے خوب کھیل چکے تب اس

کہو کہ اسے آگ کے سامنے خوب سینکے۔ تھوڑی دیر آگ کے سامنے رہنے سے وہ
 پھٹ جائیگا۔ ممکن ہے کہ بچہ ڈر بھی جائے یا اسے افسوس ہو لیکن اس کا کچھ
 مضائقہ نہیں۔ ضرورت ہو تو ایسا کہل پھرن سکتا ہے۔ اسی بچہ کو چلو ہے میں چلتی
 ہوئی روٹی (پھلکا) دکھلاؤ پھر اس سے کہو کہ تانبے کی چھوٹی گھڑیا پانی سے بالاب
 بھر کر چلو پر رکھے اور نیچے آگ سلگائے۔ تھوڑی دیر میں پانی جھلک جھلک
 گھڑیا سے نیچے کرنے لگیگا۔ پھر چائے کا پانی جوش کھاتے وقت سمادر کا دھبنا
 تھر تھرتے اوس بچہ کو دکھاؤ۔ پھر ایک لوہے یا تانبے یا تیل کی اتنی بڑی گولی
 بچہ کو دو جو لوہے کے تار کے چھلہ میں سے چھلہ کو رگڑتی ہوئی پار ہو جائے بچہ سے کہو کہ
 گولی خوب گرم کرے اب چھلہ کو دستپناہ کے بیچ میں تھام کر بچہ سے کہو کہ گرم گولی
 دوسرے دستپناہ کے مدد سے اوس چھلہ میں سے نکالے مگر ہرگز اوس چھلہ میں
 وہ نہ نخل کیگی۔ اگر بچہ نے لوہار کو لکڑی کے پیسہ پر لوہے کی ہال چڑھاتے دیکھا
 ہو تو ہال کو اپلوں کی آگ سے گرم کر نیکی تدبیر کے طرف توجہ دلاؤ اگر بچہ نے تانگہ
 یا کھ میں سفر کیا ہے تو اس سے وہ واقف یاد دلاؤ کہ تانگہ والے نے آدھارا تہ طے کر نیکی
 بعد تالاب یا ندی پر گھوڑوں کو پانی پلایا تھا اور بالٹی بھر بھر کر پیووں پر
 اپنی ڈالاکھا وغیرہ وغیرہ۔ ساتھ ہی ساتھ ہر موقع پر بچوں سے سوال کرتے ہو
 ۔ ایسا کیوں ہوا۔ عقل مند ماں یا بہن کے سوالات پر رفتہ رفتہ بچہ خود بتلا سکیگا کہ
 رمی پانی سے خیریں بڑھتی اور پھلتی ہیں۔ علم طبعیات کا یہ مشہور اصول ہے اسطرح

لائی برف کی قلعی بچہ کو کھوکھلاؤ اور اس میں ہمیشہ گرٹا ہوا ہوتا ہے۔ دودھ کی
 دیکھی میں دودھ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد دودھ کی سطح نیچے کو بیٹھ جاتی ہے۔ گرم
 لوہے کی گولی کو پانی سے ٹھنڈا کر کے پھر پھیلے میں سے نکلواؤ۔ فوراً نکل جا دیگی
 لوہے کی دو فٹ بھر کی برابر کی سلاخیں ایک کو گرم کر کے مسخ کر لو۔
 دونوں کو زمین پر رکھو۔ گرم سلاخ زیادہ لمبی ہوگی مگر پانی سے بچاؤ پھر دونوں سلاخیں
 برابر ہو جائیں گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ بچہ موزوں سوالات کے جواب میں اپنے ٹوٹے
 پھوٹے الفاظ میں خود یہ قاعدہ بتا دیگا کہ سرد سے چیزیں سکڑتی ہیں۔ یہ علم
 بطبیعات کا دوسرا اہم قاعدہ ہے۔ ان دو قاعدوں کے معلوم ہو جائیکے بعد ان
 قاعدوں کے ماتحت بے شمار دلچسپ سوالات بچوں سے کئے جاسکتے ہیں جن سے
 نہ صرف بچوں کی معلومات میں مفید اضافہ ہوگا بلکہ ان کو نئی نئی باتیں معلوم کرنیکا
 اور اپنی قوت مشاہدہ کام میں لانے کا چمکا پڑ جائیگا۔



زہرا بکیم فیضی

بنت جس فیضی۔ آپ کے اجداد یعنی الاصل ہیں حکمران بدر کے ہمراہ
ہندوستان تشریف لائے اور شہر کنایت صوبہ گجرات اضلاع بمبئی میں سکونت
اختیار کی پھر رفتہ رفتہ اور بزرگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا لیکن عرب سے سلسلہ
مناکحت منقطع ہوا اسلئے یہاں ٹھیک ہے کہ ہنوز رگوں میں عربی خون دوڑ رہا ہے
چونکہ آپ کے والدین ایک ہی اجداد کے نام لیاوتھے اور باہمی تعلقات سے یہ رشتہ اور
بھی مستحکم ہوا گیا۔

آپ کا نہغال ہمیشہ علم و کمال میں مصروف رہا ہے اور لڑکوں کی تعلیم کثرت
لڑکیوں کی تعلیم سے غفلت نہیں برتی گئی اور ادھنیں اتنی تعلیم دلا دی جاتی تھی کہ
اپنے کاروبار انجام دے سکیں اور یہ زبان ہندوستان کی دیرینہ سکونت کے سبب
گجراتی ہوتی تھی۔ پھر ضرورت زمانہ اور وسائل معیشت نے آپ لوگوں کو بمبئی کی
متقل سکونت پر مجبور کیا۔ جسکو آج کل اپنا وطن کہہ سکتے ہیں اس طرح آپ ہندوستانی

ہو گئیں۔ یہی جیسا مقام جہاں گجراتی۔ مرٹھی۔ انگریزی سے مخلوط اردو زبان بولی جاتی ہے وہاں صحیح اردو آپکے یہاں بولی جانا تعجب سے خالی نہیں۔ لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ سفر میں بہت کچھ آسانیاں پیدا ہو گئیں تھیں۔ اسلئے اہل زبان سے اردو بولنے اور سننے کے اکثر و بیشتر مواقع ملتے رہے پھر تو رفتہ رفتہ آپکے بزرگوں نے گجراتی کو خیر باد کہہ دیا اور اردو نے خود بخود اپنی جگہ نکال لی۔ آپکے بزرگ اس نکتہ کو خوب سمجھ چکے تھے کہ رفتار زمانہ کا خیال کر کے اپنی زندگیوں کو مرتب اور شائستہ بنا چاہیے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اپنی بیویوں کو بھی آپس برابر کا شریک و ہمہ نیم بنایا جائے یہی وہ گرہ ہے کہ جس سے زندگیاں حقیقی طور پر مرتب ہو سکتی ہیں اور انکیاں علم و عقل سے آراستہ۔

آپ ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے پائیں جو خود بھی تعلیم یافتہ اور زمانہ شاہ خانوں تھیں۔ پھر استادوں سے ۱۲ برس کے سن تک دینیات۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ پر کافی دسترس حاصل کر لی چونکہ اس زمانہ میں آپکے یہاں پردہ کا زیادہ خیال نہ تھا اسلئے کچھ دنوں کے بعد تعلیمی سلسلہ موقوف رہا اور آپ کی عربی تعلیم صرف و نحو تک پہنچ کر ادھوری رہ گئی۔ ۱۳ سال کے سن میں آپ نے ایک کتاب کا ترجمہ فائدہ میں کیا تھا۔ انگریزی اپنے مذاق کے تحت گھڑی پر سیکھ لی اور مطالعہ نے اس پر بہت کچھ معاونت کی۔ جب تعلیم سے فرصت ملی تو آپ کی شادی ہو گئی۔ لیکن بہت جلد اپنے رفیق حیات سے دائمی سفارت ہو گئی یہ کہن نزل آپ نے ممبرانۃ

کے ساتھ علمی اشغال میں ملے کی اور اپنے طبقہ کی فلاح و بہبودی میں بدرجہ کمال کوشش
 لینے لگیں۔ چنانچہ زمانہ کالج علی گڑھ کو امتدائی چندہ فراہم کرنے میں شیخ عبدالرحمن
 کا بہت کچھ ہاتھ بٹایا ہے۔ آپ کئی کتابوں کی مصنفہ اور مولفہ ہیں۔ مختلف پرچوں میں
 مضامین نگاری کی اور یہ علمی مشغلہ ابھی تک جاری ہے۔ ملک میں عزت و وقعت
 کی نظروں سے دیکھی جاتی ہیں۔ چین۔ جاپان۔ امریکہ۔ سوئٹزرلڈ۔ پیرس
 لندن۔ قسطنطنیہ وغیرہ کی بھی سیاحت کر چکی ہیں۔ ہندوستان کا چہ چہ آپکا
 دیکھا ہوا ہے اور جہاں جہاں آپ تشریف لگیں وہاں کے سفرنامے لکھے ہیں
 محض تعلیمی جذبات سے متاثر ہو کر دو زمانہ مدرسوں میں تعلیمی کام بھی انجام دیا
 چونکہ آپ کے والد کا کاروباری سلسلہ چالیس سال تک قسطنطنیہ سے
 رہا ہے اور آپ کو وہاں جائیداد کا اتفاق ہوتا رہا اور زمانہ قیام میں آپ نے
 ترکی زبان سے بھی واقفیت پیدا کر لی اپنے کتبہ میں اردو کے نشر و اشاعت
 کیلئے ایک انجمن بزم فصاحت کی بنیاد ڈالی تھی جہاں لکھنؤ سے ہر ہفتہ ایک
 خاتون آتی رہیں اور انجمن خوب کامیاب رہی۔ آپ نہایت اچھی اردو لکھتی
 ہیں بمبئی کی آب و ہوا کا آپکی اردو پر مطلق اثر نہیں ہوا۔

۱۹۰۶ء میں جب سب سے پہلی مرتبہ مسلم لیڈر کا نفرین کا اجلاس
 ہوا تھا اسکی پریذیڈنٹ آپ ہی منتخب ہوئی تھیں پھر سالوں تک کانفرنس میں
 خاموشی رہی۔ دوبارہ بیگم صاحبہ بھوپال کی صدارت میں اس کا فروغ ہوا۔

جوبلی علیگڑھ کے موقع پر اسکا اجلاس ہوا تو دوبارہ کرسی صدارت کو آپ ہی نے سونپ دیا۔ ثابت کیا۔ آجکل گھر پر بھی برادری کی لڑکیوں کو زیور علم سے سنوارنے میں آپ بہترین مصروف ہیں آپ کے تمام اوقات کا حصہ علمی مشغلہ میں بسر ہوتا ہے۔ آپ کی قابلیت کا اعتراف بارہا مولانا شبلی مرحوم مولانا راشد الخیری مولانا ممتاز علی جیسے بزرگ کر چکے ہیں بہت کم تعلیم یافتہ بیبیاں ہونگی جنہوں نے محترمہ کا نام نہ سنا ہو۔ غرض آجکل آپ کا سب سے زیادہ دلچسپ اور پسندیدہ مشغلہ دور دراز کے دراندہ بہنوں سے مراسلت کرنا اور انہیں ان کے مصائب میں صائب موثرہ دنیا اور دلمے۔ درمے اور انکی مالی اعانت کر کے انکی زندگیوں کو خوشگوار بنانا ہے۔ گویا آپ مجسمہ علم و عمل رحم و کرم ہیں۔

صحت و قوت رادی

حفظ و تقویت کا اگر خیال رکھا جائے تو ان تمام تکلیفوں میں تخفیف ہو سکتی ہے جو بلکہ میں یہاں تک کہہ سکتی ہوں کہ انسان اپنی اندرونی قوت کو استعمال کر کے نیکی قوت پیدا کریں تو امراض اور سگ دور بہاگیں گئے یعنی ارادہ دلی اس قدر بڑی قوت ہے کہ جسکا بیان مجھے ایک حد تک سحریر نہ ہو سکے گا البتہ زبانی سمجھا سکتی ہوں۔ یہ قوت کامل توجہ سے پوری طرح زیر ہو سکتی ہے اس اندرونی طاقت پر قدیم زمانے میں حذا رسیدہ اور معرفت کے شاہی اشخاص محض توجہ کی بدولت غالب آجاتے تھے، اور ایسی قوت کو نا فہم لوگ کبھی کبار اتفاق سے دیکھ لیتے تو ظلم

یا سحر سمجھتے تھے یا سن لیتے تھے تو حیرت سے انگلیاں دانتوں میں پکڑ لیتے تھے کہ فلاں فلاں شخص فوق الانسان ہے۔ ہم میں سے ہر بہن اس بے نظیر قوت کو بڑھا سکتی ہیں یا اپنی لاپرواہی سے زائل کر کے بیکار کر دیتی ہیں کیونکہ ہر انسان میں یہ قوت موجود ہے صرف طریقہ استعمال سے نا آشنا ہیں۔ بیکار ہو جاتا اس زمانہ کا دستور اہل ہے اور اسی طریقہ میں دنیا گرفتار ہو رہی ہے۔ فی زمانہ ہر انسان دو خانہ بن کے معالجون کے ہاتھوں اپنے کو سپرد کر دیتا ہے۔ خواہ بیماری ہو یا شبہ ہر حالت میں معالج بلوایا جاتا ہے ذرا سی چھینک آئی عزیزوں کے اور اپنے چھکے چھوٹ گئے۔ قدیم زمانہ میں اکثر بچوں کو بزرگوں کی صحبت میں چھوڑ دیتے تھے اور انکے زیر سایہ پرورش پاتے تھے جیسا کہ ان بچوں میں عجیب و غریب قوتیں پیدا ہوتی تھیں۔ خوراک سوچ سمجھ کر اعدا کی سے کھاتے تھے۔ انکے قوی مضبوط اور بیماریوں سے مبرا رہتے تھے اس زمانہ میں عمر طبعی کو پہونچنا صحت کے ساتھ آسان تھا کیونکہ احتیاط کے ساتھ بسر ہوتی تھی اور یہ بات تسلیم شدہ تھی کہ وہ بچکل کے لوگوں کی طرح عمر بھر رہیں گے نہ ہوتے تھے اچھے تندرست رہتے تھے۔ اندرونی قوت کو بڑھانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے دل میں یہ خیال جما ہوا رکھیں اور اپنے آپ تنہائی میں کہیں کہ میں کبھی بیمار نہیں ہوؤں گی اور مجھے بیمار نہیں پڑنا بلکہ نہایت تندرستی سے تادم زلیت بسر کروں گی۔ اس طرح کھانے پینے بیٹنے اٹھنے چلتے پھرتے سونے کیلئے یہ ہی ارادہ کریں اور ہر کام کے واسطے یہ عزم اپنے دل میں پورے

وہاں کیساتھ کریں کبھی پست بہت بہت ہوں ہر وقت اپنے کو آلودہ رکھیں تو اندر دنی تو
 بڑھتی رہیگی اور اسکا فائدہ تھوڑے عرصہ میں جا کر معلوم ہوگا۔ مثلی۔ سفرہ۔ دوتوں
 کی کثرت، سر کا درد، جبکی شکایت اکثر ہا کرتی ہے اسی قسم کی تکلیفیں اپنی قوت
 ارادی سے فوراً برطرف ہو سکتی ہیں مگر شرط یہ ہے کہ پوری توجہ سے ان کے برطرف
 ہونے کی خواہش ہوئی رہی ورنہ کبھی فائدہ نہ ہوگا۔ تشخیص سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر
 بیماریاں ہاضمہ کی خرابی سے ہوتی ہیں اور جب آنتوں پر ہضم نہ ہونیوالی تغذیہ
 خوراک کا بوجھ پڑتا ہے تب جا کر امراض کی تکلیفیں پیدا ہوتی ہیں مسلسل یہ تکالیف
 اگر جاری رہتی ہیں تو تمام جسم کی حالت رفتہ رفتہ بدل جائے گی دورانِ جنین
 رکاوٹ پیدا ہو کر طبیعت کا حال ناگفتہ بہ ہو جائیگا حالتِ صحت میں زیادہ ضروری
 ہے کہ اعتدال اور احتیاط برتی جائے۔ کھائیں مگر سمجھ سے نہ یہ کہ جو پسند آیا غیر مہولی
 حد تک کھالیا اور بیمار ہو گئے ہمیشہ تھوڑی سے بہوک باقی ہو تب جا کر کھانے سے
 ہاتھ کھینچ لیں۔ شکم سیرگز نہ کھائیں۔ نہ دواؤں کے محتاج بنیں۔ جیسے جیسے
 بیماریاں لاحق ہوتی رہیں گی ویسے ویسے کمزوری اپنا استدھار لے گی اسلئے اپنے
 ارادہ دلی کو کام میں لیکر بیماریوں کو نزدیک نہ آنے دیں آنتوں کو صاف
 ستہرا رکھنے سے جملہ فی صحت کو بڑا فائدہ ملتا رہتا ہے اسکی ترکیب یہ ہے کہ
 صبح سویرے ایک کٹورہ پانی بھر کے پیئیں رات کو سونے وقت بھی پیئیں۔ ان کے
 علاوہ دن میں ہا کٹورے پے پیئیں کہ آنتیں اچھی طرح عمل جائیں انہیں سے

مؤذ زادہ بکیم سکینہ فرخ سلطان ایم

جناب مؤذ الاسلام سید جلال الدین الحسینی ادبیر خیل اہل بیتین کی دوسری صاحبزادی ہوتی ہیں۔ آپ کے والد ماجد اصلاً ایرانی اور کاشاں کے بڑے اعلیٰ مغز اور تاریخی خاندان سے ہیں۔ حسینی سیدیں آپ کا شجرہ چرم گو سفند پر لکھا ہوا اب تک موجود ہے۔ آپ کی دادی صاحبہ خانم سلطان کاشاں کی بڑی مغز اور محترم خاتون تھیں۔ جنہوں نے اپنے زمانہ میں تعلیمی امتیازات بہت کچھ حاصل کئے تھے اور علاوہ بریں نہایت خوش فوہ بھی تھیں۔

آپ کا جائے مولد شہر کلکتہ ہے۔ جب آپ کی عمر م برس کی ہوئی اسی وقت سے تعلیم کا آغاز کر دیا گیا۔ ابتداء قرآن مجید۔ دینیات اور فارسی کی تعلیم دی گئی۔ اور فارسی کی پڑھائی کے لئے شیراز سے مسلم طلب کیا گیا تھا۔ انگریزی کی تعلیم، برس کی عمر سے شروع ہوئی جس کے لئے مختلف یورپین اتالیقہ رکھی گئیں۔ فرانسیسی زبان کی تحصیل کیلئے بھی

آپ کے والد نے ایک خاص فرنیسی اتالیقی کا انتظام کیا اور علم ہونے پر
اور مصوری کے واسطے بھی مختلف معلمین رکھے گئے۔

جس وقت آپ نے مٹر کیو لیشن کو نہایت نمایاں امتیاز کیا تھا
پاس کیا تھا۔ اس وقت آپ بہت ہی کم سن تھیں۔ اور یہ تعلیم اب تک
گھر ہی پر یوروپین اتالیقین اور ایرانی معلم کے زیر نگرانی ہوتی رہی تھی
لیکن اس درجہ کمال پر پہنچنے کے بعد اتنی قابلیت کی کوئی اتالیقہ
ملا نہ سوا رہا تھا۔ جو آپ کو اعلیٰ تعلیم کے واسطے آمادہ کر سکے اسلئے آپ کو
والٹس کالج کلکتہ میں جو لڑکیوں کی جدید ترین اور بہترین تعلیم کے لئے
مخصوص ہے شریک کر دیا گیا۔ اور یہاں سے نمایاں طور پر اپنے انٹر میڈیٹ
اور بی اے کے امتحانات کامیاب کئے۔ بی اے میں آپ کو خاص کر
زبان انگریزی میں فرسٹ کلاس آنرز ملا۔ گویا یہ وہ پہلا سال تھا
جبکہ کسی لڑکی نے انگریزی میں فرسٹ کلاس آنرز پاس کیا اس سے
قبل کسی کو یہ امتیاز حاصل نہ تھا بی اے کی تکمیل کے بعد آپ گھر ہی
میں ایم اے فارسی کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہوئیں۔ اس
امتحان میں بھی آپ تمام صوبہ بنگال میں اول آئیں اس سے پہلے
یہ فخر کسی اور لڑکی کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ جس کے لئے کلکتہ یونیورسٹی نے
اپنا خاص طلائی تمغہ آپ کو عطا کیا۔ ایم اے کی تکمیل کے بعد آپ نے

قانونی امتحانات کی واسطے گھر میں خود بلا امداد کسی کے مطالعہ شروع کیا اور اب تک آپ قانون کے دو امتحانات دے چکے ہیں۔ دونوں کو بھی بینظیر قابلیت کے ساتھ پاس کیا۔ گذشتہ اپریل ۱۹۲۲ء میں آپ نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا اور اس امتحان میں آپ تمام صوبہ بنگال میں دوم رہیں۔ صوبہ آسام۔ بنگال۔ بہار۔ اڑیسہ میں آپ ہی وہ پہلی مسلم خاتون ہیں۔ جنہوں نے ایم اے پاس کیا اور نیز تمام ہندوستان میں بھی آپ ہی وہ مسلم خاتون ہیں جنہوں نے قانونی امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس علمی لیاقت اور قابلیت کے سوا آپ علم موسیقی۔ مصوری۔ نقاشی میں بھی یدِ طولی رکھتی ہیں اور متعدد یورپین زبانیں اور مشرقی السنہ میں بھی کمال مہارت ہے فارسی۔ اردو۔ عربی۔ انگریزی۔ فرانسیسی بنگالی سب اچھی طرح جانتی ہیں آپ شمسہ زنانہ مدرسہ کلکتہ کی افتخاری پرنسپال بھی ہیں۔ اور دوسرے زنانہ مدارس کلکتہ کو بھی ہر قسم کی امداد دیتی ہیں۔ ترقی نسواں کی عموماً اور مسلمان لڑکیوں کی تعلیمی ترقی کے لئے خصوصاً باوجود اپنی کمسنی کے بحد کوشاں رہتی ہیں۔ اور مختلف سوسائٹیوں۔ انجمنوں کی مجلسوں کی ممبر ہیں۔ اور اخبارات میں بوقت فرصت مقالات متعلق بہ بہبودِ حق نسواں لکھا کرتی ہیں۔

آپ نے طرز انشا کے نمونہ کیلئے اپنا ایک معرکہ الارامنون، اسلام زبانا
 ندارد کے عنوان سے فارسی میں بھیجا ہے۔ لیکن ہم نمونہ آپ کے
 اوس خط کا اردو ترجمہ شریک تذکرہ کرتے ہیں جو آپ نے ہرجبھی ملکہ ثریا
 افغانستان کو سیاحت یورپ کے دوران میں لکھا تھا۔ جس کو مستام
 انگریزی اور اردو اخبارات نے نقل کیا ہے۔ طبقہ سنواں کے لئے آپ کا
 وجود سرمایہ افتخار ہے۔

علیہا حضرت! میں اپنی تمام ایرانی بہنوں کی جانب سے
 آپ کی تشریف آوری ایران پر تہ دل سے خیر مقدم کرتی
 ہوں۔ اور بعد ادب متمس ہوں کہ حضور والاحب ذیل
 گزارشات کو الطاف شاہانہ سے کام لیکر بغور ملاحظہ
 فرمائیں تاکہ آپ کی سیاحت ایران کے دوران میں ایرانی
 خواتین کے دلوں میں سرگرمی عمل اور تزکیہ اخلاق کے
 نئے جذبات پیدا ہوں۔

افغانستان میں عورتوں کی بیداری۔ جس دن سے علیہا حضرت نے
 اپنے شوہر زامدار کے ساتھ افغانستان کی زمام حکومت اپنے ہاتھوں پر
 لی وہاں علم و فضل کا سرچشمہ رواں ہو گیا اور افغانستان میں ترقی و
 دروازے صنف نازک پر اس طرح کھل گئے جس طرح انکی ترکی اور

بہنوں پر کھلے ہوئے ہیں۔ آپکی ہر دغریزی کا راز یہ نہیں ہے کہ آپ ایک دولت مستقلہ کی ملکہ ہیں بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ نے تہذیب و مدنیت اسلام کی راہ میں شاندار خدمات انجام دی ہیں یہاں لے پیشوایاں مذہب تعلیمات اسلامی میں غلط تاویلات کر کے عورتوں کو حضور سرور کائنات کے عطا کردہ جائز حقوق سے محروم کرنا چاہا تھا لیکن آپ نے اسکا ازالہ فرما کر مقدس شارع اسلام کے مخالفین کو ہمیشہ کیلئے ساکت و صامت کر دیا۔

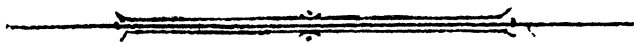
دخترانِ توحید اور رسم پرستی کی زنجیریں۔ یہ ظاہر ہے کہ دنیا اسلام میں نہ ایک آپ ہی ایسی خاتون ہیں جس نے دورِ حاضرہ میں رسم پرستی اور توہمات کی جھوٹی زنجیروں کو توڑ کر پھینک دیا۔ کیوں کہ عرصہ دراز سے ہماری ترکی اور مصری بہنیں دخترانِ توحید کی ترقی کیلئے راستہ صاف کر رہی ہیں۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ اسوقت مشرق میں دنیا کی نسائیت کی روح رواں ہیں اور آپ بظہیرِ عورتوں کی رہنمائی کیلئے جو کوشش فرمائیگی وہ دوسروں کے مقابلہ میں غیر معمولی طور پر کامیاب ہوگی۔ عورتوں کے لئے دورِ جدید۔ مسلمانانِ مشرق بالخصوص وسط ایشیا کی تباہی میں عورتوں کی فلاح و بہبود کیلئے آپ کا نام نامی مازینِ دوٹ میں لکھا جائے جس طرح آپ کے شوہر نادر نے وسط ایشیا کی

تایخ میں غیر فانی شہرت حاصل کر لی اسی طرح مشرقی خواتین کے بھی خواہوں کے زمرے میں آپ کو صف اول میں شامل ہوگی۔ میں آپ کے تمام مشرقی عقیدت مندوں کی جانب سے مودبانہ درخواست کرتی ہوں کہ آپ مراعات شاہانہ سے کام لیکر ایک موثر قائم فرمائیں جس کے اجلاس ہر سال کسی مشرقی ملک میں منعقد ہوں اور جہاں دنیا کے مشرق بالخصوص۔ ہندوستان۔ ایران۔ ترکی۔ افغانستان اور اگر ممکن ہو تو چین۔ جاپان کی خواتین کے باہمی تعلقات زیادہ مستحکم بنائے جائیں۔ مشرقی خواتین کی اس انجمن سے مسلمان بہنوں کے فلاح کو بہبود میں بہت زیادہ مدد دینگے!

قومی ترقی کا انحصار۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کی ترقی کا انحصار زیادہ تر صنف نازک کی ترقی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ترقی اس وقت تک غیر ممکن ہے جب تک کہ عورتوں کو اعلیٰ تعلیم دے کر ان کے اخلاق کو بہتر نہ بنایا جائے اس وقت علیسا حضرت سے زیادہ کوئی اور مناسب و موڈوں ہی نظر نہیں آتی جو فرض عظیم کو انجام دے سکے۔

ہمیں یقین ہے کہ سرکار عالیہ نے کسی ایسی انجمن کے قیام کے متعلق روس، ترکی، اور مصر کے دوران سیاحت میں کافی معلومات حاصل کر لی ہوں گی۔

افغانی طور پر مشرقی قوموں کا اجتماع۔ علیا حضرت کے مشرقی
 عقیدت مندوں کو آپ کے شوہر زادہ ارکایہ شاہانہ وعدہ یاد ہے کہ
 اہل مشرق کو مغرب کی سطح پر لانے کیلئے ایک مشرقی انجمن قائم فرمائیں گے
 اعلیٰ حضرت شہر یار افغانستان کی یہ شاہانہ امید اس وقت تک
 پوری ہونا دشوار ہے۔ جب تک مشرقی عورتیں بھی اپنے مردوں کی طرح
 قابل نہو جائیں اور صفات حسنہ سے متصف ہو کر مشاغل زندگی میں
 اپنے شوہروں کا ہاتھ نہ بٹائیں۔



پاشا سکیم ایم اے علیگ

نواب محمد یار جنگ بہادر صوبہ دار و ظیفہ یاب سمت و رگل
 حیدر آباد دکن۔ حال اتالیق شاہزادگان ملہذاقبال کی بڑی صاحب
 ہوتی ہیں۔ نواب صاحب۔ محدث اور علوم عربی و فارسی کے ماہر
 روشن خیال بزرگ ہیں۔ ملک میں نہایت وقعت کی نظروں سے
 دیکھے جاتے ہیں اپنے لڑکوں کو یورپ میں تعلیم دلوائی ہے آپکے
 بڑے فرزند صلاح الدین محمد یونس اکسفر ڈکے ایم اے بیار سٹر ہیں
 اور بی۔ سی۔ یل۔ کی اعزازی ڈگری رکھتے ہیں اور چھوٹے فرزند
 خیر الدین محمد اور لیس کنگ کیسٹنڈ لفٹ ہیں۔ آپ کا آبائی وطن
 حیدر آباد دکن ہے۔ آج سے ۳۵ سال قبل حیدر آباد میں یہ عام بحث
 چھڑ گئی تھی کہ کالج کی پڑھائی لڑکیوں کے لئے پردہ کے ساتھ ناممکن ہے
 لیکن آپ اسکے خلاف تھے لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کو لڑکوں کی تعلیم پر
 ترجیح دیتے تھے۔ کیوں کہ ماں جن تک تغیر یافتہ نہ ہو۔ لڑکوں کی تعلیم

و تہذیب نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ اکثر لڑکے سن رشتہ تک پہنچ کر اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ابھی عالم طفولیت تھا کہ سال ۱۹۰۶ء میں آپکی والدہ کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ دولڑکے اور دولڑکیاں پسماندہ چھوڑیں جن کے سرپرست ایک والدہ اور دوسری متشرع و پابند صومہ صلوٰۃ نانی رہ گئے۔ جو تعلیم و تربیت کے ذمہ دار قرار پائے۔ لڑکیوں کی عمر اسکول جانے کے قابل ہو چکی تھی۔ اور اپنی والدہ ہی کے زندگی میں نامہ پسی کے زمانہ مدرسہ اعزہ میں شریک ہو چکی تھیں۔ فطرۃً آپ ذکی اور فرس تھیں۔ جس جماعت میں ترقی کرتیں ہیں سب میں اول رہیں مس ایونس پرنسپل (یور وین لیڈی) اور دوسری استانیاں آپکو بہت عزیز رکھتی تھیں۔ جب محبوبہ گرل اسکول حیدرآباد میں قائم ہوا تو آپ کے والد کی خواہش ہوئی کہ اپنی لڑکیوں کو بھی وہاں شریک کرا دیں۔ لیکن مس ایونس جن کو اس کا احساس تھا کہ انہیں لڑکیوں کی بدولت میرے اسکول میں اعلیٰ تعلیم کی داغ بیل پڑے گی آپ کے والد کے ارادہ کو پھر تدبیروں کے ساتھ رد کر دیا۔ کیوں کہ آپ کی دماغی قابلیت اچھی تھی۔ تحصیل علم کا شوق تھا۔ محنت اور مشقت کی عادی تھیں۔ سحر خیز تھیں۔ نماز کے بعد پڑھنے لکھنے میں

مصرف ہو جاتیں۔ دوسرے بھائی اور بہن بھی آپ ہی کے قدم پر قدم چلتے تھے۔ مس ایولنس نے جب پرورش لائیں لڑکیوں کیلئے بورڈنگ ہو س کھولا تو آپکی دلی خواہش تھی کہ اس میں شریک ہو کر مغربی معاشرہ اور تہذیب سے متمتع ہوں لیکن آپ کی نانی نے جو پرانی وضع کی پابند تھیں یہ شرط کی کہ ”اگر میری رہائش کیلئے بھی مس صاحبہ وہاں ایک کمرہ کا انتظام کر دیں تو میں بخوشی لڑکیوں کو بورڈنگ میں کھونگی“ لیکن یہ شرط منظور نہ ہوئی اور آپ بورڈنگ میں شریک ہونے سے محروم رہیں۔ لیکن یوں ہی مس ایولنس کبھی ڈنر پر اور کبھی چائے پر دعوت کرتیں تاکہ انگلش گھریلو زندگی سے بے بہرہ نہ رہیں تعطیلات میں لڑکیاں اپنے والد کے مستقر پر جایا کرتی تھیں تو بعض اوقات مس ایولنس بھی ہفتہ دو ہفتہ کیلئے اون کے ساتھ تفریحاً چلی جاتیں اسکول میں تقسیم انعامات کے جلسوں میں اکثر شک پر وغیرہ کے ڈرامے دکھلائے جاتے تھے۔ جس میں آپ نمایاں حصہ لیتی تھیں۔ اور اور سیشن میں خاص جہارت رکھتی تھیں۔ آپکی تعلیمی رفتار امید افزا تھی ۱۹۱۲ء میں ہائے اسکول کا امتحان اعلیٰ نمبروں کے ساتھ کامیاب کیا۔ سرٹیفکیٹ پر ڈاکٹر تعلیمات کے یہ الفاظ ہیں ”اس سند طالب علم کے بہترین اوصاف ظاہر ہوتے ہیں“ ہائے اسکول میں علاوہ

انگریزی۔ فارسی۔ اردو کے جغرافیہ۔ تاریخ صندہ۔ تاریخ برطانیہ میٹری
 طبیعیات۔ ریاضیات آپ کے کورس میں شامل تھا۔ چونکہ بہترین تعلیم
 کی روٹ چکی تھی اور اعلیٰ تعلیم کیلئے آپ بے چین رہتی تھیں۔ لیکن
 زمانہ کالج ہونے سے بڑی دقت کا سامنا تھا۔ ایک مستقل مزاج مصمم
 ارادہ ہستی کو دنیا میں کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ آپ کے مسلسل
 تعاونوں سے کہ انٹرمیڈیٹ کی تعلیم کا گھر پر انتظام کیا جائے آپ کے
 والد نے پہلے مسز انگلر چیف انسپکٹر آف اسکولس اور پھر نظام کالج
 کے دو پروفیسروں مشر کوئی اور آغا محمد علی صاحب کو گراں معاوضہ پر
 مقرر کیا دونوں مکان پر آکر بس پردہ لکچر دیا کرتے تھے اقدس اعلیٰ نے
 تین سو روپیہ ماہانہ کا تعلیمی وظیفہ دونوں بہنوں کیلئے عطا فرمایا۔ اور
 آپ نے ۱۹۱۷ء میں مدراس یونیورسٹی کے امتحان انٹرمیڈیٹ میں
 کامیابی حاصل کی منطق اور زبان فارسی میں نمایاں نمبر پائیں۔ مدراس
 یونیورسٹی ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں مشکل ترین سمجھی جاتی ہے
 جس کے آگے لڑکے بھی ہمت ہار دیتے ہیں۔ لیکن دونوں لڑکیوں نے
 باوجود پردہ کی قید و بند کے امتحان میں کامیابی حاصل کی پھر ہی آپ
 کی تیاری شروع کی لیکن مشر کوئی نے انفلوئنزا سے انتقال کیا جو
 جنگ یورپ کے بعد جس کا عالمگیر اثر تھا۔ انکی اچانک موت نے ایک

عرصہ تک تعلیمی رفتار میں رکاوٹیں پیدا کر دیں۔

۱۹۱۹ء میں مٹر داؤد خاں صوفی بیرسٹر ٹاٹ لاسے آپ کا عقد ہوا جو امر اوٹی کے سربراہ اور تہنا مسلمان بیرسٹر ہیں شادی کے بعد مٹر موصوف نے سرکار نظام میں (ڈسٹرکٹ جج) کی خدمت منظور کر لی ہے اور حیدرآباد میں اقامت گزریں ہیں چونکہ آپ بھی تسلیم نسواں کے حامی ہیں آپ کی خواہش ہوئی کہ اپنی رفیقہ حیات علیگڑھ کی گراجویٹ بنیں۔ چونکہ خود بھی علیگڑھ کے اولڈ بولے تھے سال ۱۹۱۲ء میں آپ علیگڑھ گئیں جبکہ آپ کے ساتھ آپ کے دو خرد سال بچے بھی تھے۔ امتحان میں شریک ہوئیں اور دوسرے ڈویژن میں بی اے میں کامیاب ہو گئیں۔ شادی شدہ زندگی کے کثیر فرائض۔ دو معصوم بچوں پرورش۔ بی اے کی تیاری نہایت اہم حالات تھے جو کچھ وقت ملتا اس کا ایک سکند غنیمت خیال کیا جاتا اور مطالعہ میں صرف ہوتا تھا علیگڑھ سے واپسی کے بعد آپ کی چھوٹی ہمیشہ شہنشاہ بیگم جو ایک نہایت ہوشیار شکستہ فزج نوجوان تھیں۔ جو محبوبہ گرل اسکول سے سینئر کیمبرج ہومز رنگ فرسٹ ایڈ وغیرہ کے امتحانات میں کامیاب تھیں۔ جن کی شادی ہو کر تین سال ہوئے تھے اور عثمانیہ یونیورسٹی کے ایف اے میں شریک تھیں انتقال کر گئیں جبکہ تین روز بعد مرحومہ کے کامیابی کی

خبر ملی۔ یہ حادثہ اس قدر المناک تھا کہ آپ کی صحت متاثر ہونے لگی غم غلط کرنے کی آپ نے یہ تدبیر سوچی کہ پھر تعلیم کی طرف توجہ کرنی چاہی آپ کو فارسی لٹریچر بالخصوص جدید فارسی سے زیادہ شغف تھا۔ اور آپ نے تالیف ہند کا انگریزی سے جدید فارسی میں ترجمہ بھی کیا ہے یہی وجہ تھی کہ ایم اے میں آپ نے ادبیات فارسی اور لٹریچر کو منتخب کیا اور آقا محمد علی داعی الاسلام پس پردہ کو خجک کرتے رہے ۱۹۲۷ء میں علیگڑھ جا کر شرکت کی اور کامیابی حاصل کی۔

سال گذشتہ حیدر آباد میں ایک انجمن تعلیم نسواں ترقی اور اصلاح کی غرض سے قائم ہوئی جس کے آپ اعزازی معتمد ہیں۔ انجمن مذکور آل انڈیا ویمینس کانفرنس کے تحت کام کر رہی ہے۔ سال حال دہلی میں کانفرنس کا اجلاس بصدرت ہرمانیکس نواب سلطان جہاں بیگم بھوپال منعقد ہوا تھا۔ جس میں تمام ہندوستانی صوبجات اور دیسی ریاستوں سے نمائندے جمع ہوئے۔ حیدر آباد گنا سے یہی دس نمائندوں کا انتخاب ہوا جن میں سے ایک آپ بھی تھیں۔ آپ کو رفاہ عام کے کاموں سے زیادہ دلچسپی ہے اور اس دہن میں لگی رہتی ہیں کہ نسوانی طبقہ میں تعلیم نسواں کی برقی اسپرٹ ووڑ جائے۔ زیر تعلیم لڑکیوں کے تعلیمی مشکلات میں جو رکاوٹیں پیدا

ہوتی ہیں۔ اولن کے دفعیہ کیلئے آپ ہمیشہ آمادہ و تیار رہتی ہیں۔ ہمارے ملک کی خواتین کیلئے آپ کا وجود سرمایہ نازش و افتخار ہے۔ طرز انشاؤ کے نمونے کیلئے آپ نے تیانج ہند کا فارسی ترجمہ اور اردو میں اپنی سہیلی کو سرائل جانے کے بعد جو خط لکھا تھا اس کی نقل بھیجی ہے ذیل میں ہم وہ دلچسپ خط شریک تذکرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

۲۶۔ اگست ۱۹۱۹ء

امراوتی کیمپ ار

پیارے بہن اسما سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم۔ موت نامہ نظر فرور ہوا۔ بہت بہت شکریہ۔ تقریب میں شریک ہونے کی معافی قابل سماعت نہیں۔ صرف عذر لنگ ہے خیر..... پانچ ماہ روا کے ٹھیک دس بجے سب سے رخصت ہو کر ہم محل صوبہ داری سے روانہ ہوئے۔ چند منٹ میں موٹر میں قاضی میٹھ کے اسٹیشن پر پہنچے۔ مشائعت کیلئے بڑی خالہ صاحبہ سب لڑکیوں کو ساتھ لیکر آئی تھیں۔ نہایت خاموشی کے ساتھ سب کے سب ریل کا انتظار رہے تھے۔ تقریباً گیارہ بجے دور سے ریل کی سیٹی سنائی دی۔ چند سکنڈ میں ریل آن

موجود ہوئی لڑکیوں نے پھولوں کے مار تو پہنائے لیکن آبدیدہ ضرورتیں
 سب سے گلے ملکر میں ریل میں سوار ہو گئی ریزورڈ کمپارٹمنٹ تھا ہم ف
 تین شخص تھے۔ مٹر صوفی میں اور میری آیا ہمیشہ سفر میں نہیں ساتھ رہا
 کرتی تھیں۔ دور دراز قبل بھائی یونس انگلستان جانے کی غرض سے
 جہاز پر سوار ہو چکے تھے۔ اوس کا بھی خیال ہوتا تھا۔ اسٹیشن پر سے
 دو ایک میگزین خرید لئے تھے۔ کبھی ان کے مطالعہ سے دل بہلاتی تھی
 کبھی کھیتوں کی طرف دیکھتی تھی۔ بارش کا موسم تھا۔ تمام جنگل سبز ہی
 سبز نظر آتا تھا۔ ریل کی تیز رفتار کے ساتھ درخت دوڑتے معلوم
 ہوتے تھے اور پیچھے چھوٹتے جاتے تھے۔ وطن دور ہوتا جاتا تھا،
 پہاڑوں۔ درختوں پر یہ شعر کندہ نظر آتا تھا۔

گم منزل فی الدھر بالفہ الفتی وخبیہ ابدًا لا قول مندرجہ
 ترجمہ۔ بہت سے ایسے مقام ہیں جن سے انسان کو دنیا میں محبت ہوتی
 لیکن وہ پہلے مقام کیلئے ہمیشہ رویا کرتا ہے۔

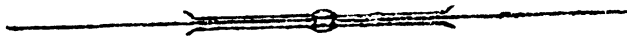
سفر کی درازی سے وحشت ہونے لگی بمنہاڑ کے اسٹیشن پر مٹر صوفی
 کے ایک دوست کا تار ملا کہ ”بھوسا دل پر میں آب سے ملوں گا“ ہم نے
 رات کا کھانا کھایا۔ ذرا دیر بعد میں بستر پر لیٹ گئی۔ مجھ کو غنودگی
 سی آر ہی تھی۔ مٹر صوفی دروازہ کے قریب کھڑے ہوئے اپنے دوست کا

انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور چاہتے تھے کہ اوپر کی
 برتھ کو پکڑ کر کھڑا ہو جاؤں۔ دفعتاً برتھ جھکی بڑی زور کی آواز ہوئی
 اور تمام اسباب نیچے گر پڑا۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی چیر میرے
 سر پر گر رہی ہے۔ ایک دم اٹھ بیٹھی۔ دیکھتی کیا ہوں کہ فرش پر خون کا
 جھڑکا ڈھور رہا ہے۔ مسٹر صوفی کے انگوٹھے میں ضرب آئی تھی اور خون
 کسی طرح تھمتا ہی نہیں۔ میں نے فوراً اپنا ریشمی رومال تھنڈے پانی
 میں بھگوایا اور انگوٹھے پر لپیٹ دیا۔ تھوڑی دیر میں خون موقوف
 ہو گیا۔ صبح، بجے امرادتی پہونچے۔ اسٹیشن پر بہت سے عزیز واقارب
 استقبال کے لئے موجود تھے۔ امرادتی کی ہوا بہ نسبت حیدرآباد کے زیادہ
 تھنڈی ہے۔ بارش خوب ہوتی ہے۔ ہمارے مکان کے اطراف بہت
 بڑا کمپونڈ ہے۔ ایک طرف حنا کی باڑ لگی ہے۔ میرے کمروں میں روشنی
 بہت آتی ہے۔ تمام درجے کھلے رہتے ہیں۔ دن بھر تھنڈی ہوا چلتی
 رہتی ہے اس بجے مسٹر صوفی کورٹ چلے جاتے ہیں۔ اسکے بعد میرا وقت
 کسی کتاب کے مطالعہ اخبار مینی یا خط لکھنے میں گزرتا ہے۔ تقریباً ہر روز
 مجھ کو دیکھنے کیلئے مہمان آیا کرتے ہیں۔ شام کو باہر کے صحن میں کریاں رکھی جاتی
 ہیں اور سب ہر بیٹھتے ہیں۔ چاندنی رایت نہایت پر لطف ہوتی ہیں۔ ٹہلتے ہوئے
 دور تک میدان میں نکل جاتے ہیں۔ بعض نغمہ خروش جھاڑیوں میں دوڑتے
 ہوئے دکھلائی دیتے ہیں۔

حضورِ النساءِ یکم ایم اے

بنت سید عبدالحفیظ صاحبِ وظیفہ یاب سپرنٹنڈنٹ ڈیوٹرئل کیشنز
برار ممالک متوسطہ۔ ٹڈل کلاس تک تعلیم اپنی والدہ سے پائی رہیں۔
اور پھر باقاعدہ اسکول میں شریک ہوئیں سلسلہ میں ”از ابلاتھو برن
کالج“ سے جو لکھنؤ یونیورسٹی کی شاخ نسوانیہ ہے۔ ایف اے کا
امتحان درجہ دوم میں کامیاب کیا۔ اس کامیابی کے صلہ میں سرکار
نظام سے آپ کو بی اے کی تعلیم کے لئے وظیفہ عطا ہوا۔ بی اے
کی جماعتوں میں ممتاز ترقی قابلِ تعریف رہی اور انگریزی معنوں نگاری
میں آپ نے نواب عماد الملک بہادر کا اول پرائز بھی حاصل کیا
سلسلہ میں بی اے بھی درجہ دوم میں کامیاب کیا اور سرکار نظام
نے ایم اے کی تعلیم کیلئے وظیفہ میں توسیع فرمائی۔ ایم اے سال
اول و دوم دونوں میں تمام یونیورسٹی میں اول آئے کی وجہ سے

یونیورسٹی کامرٹ اسکالرشپ اعزازی وظیفہ دو سال تک ملتا رہا
 سلسلہ میں ایم اے بھی درجہ دوم میں کامیاب کر لیا ہے۔ اور سرکار
 نظام نے بی ٹی کی تعلیم کی غرض سے یہ توسیع وظیفہ آپ کو
 ”از ابلا تھو برن کالج“ بھیجنے کی منظوری صادر فرمائی ہے۔ آپ
 اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور اب بھی صحیح معنوں میں ذوق تعلیم رکھتی
 ہیں۔ آپ مولوی ظہور علیہ صاحب بی اے۔ صدر مدرس رگل (جید آباد گڑھ)
 کی ہمیشہ زادی ہوتی ہیں



بیگم سلطان بی

جناب مولد الاسلام شہید جلال الدین الحسنی صاحب دیر جبل المتین کی بڑی صاحبزادی ہوتی ہیں۔ شہر کلکتہ میں پیدا ہوئیں۔ آپکی تعلیم انگریزی اتالیقوں کے زیر نگرانی زیادہ تر مکان ہی میں ہوئی۔ ۱۴ سال کے سن میں سنیر کیمرج کا امتحان پاس کیا۔ جب آپ امتحان کے لئے تیار ہوئیں۔ اوسوقت بہت ہی کم سن تھیں آپ کو یہ امتحان دینے کے لئے الہ آباد جانا پڑا کیوں کہ کلکتہ میں اس قدر سستی میں شرکت امتحان کی اجازت نہیں ملتی۔ سنیر کیمرج پاس کر نیکیہ جہد آپ و انس کا لچ کلکتہ میں داخل ہوئیں اور یہاں سے انٹر میڈیٹ درجی اے میں صوبہ بنگال کی تمام لڑکیوں میں اول بن گئیں جس کیلئے آپ کو دو متغے ووش چندر مدل اور شانتی مونی مدل عطا ہوئے۔ اے کا امتحان جب آپ نے دیا ہے اوسوقت آپ ۱۶ سال کی تھیں۔

۶۸
تھیں اس امتحان کے وقت کلکتہ یونیورسٹی کے کل طالب علموں میں
آپ سب سے چھوٹی تھیں۔ آپ صوبہ بنگال میں وہ پہلی مسلم خاتون
تھیں۔ جنہوں نے بی اے کا امتحان پاس کیا تھا یعنی صوبہ
بنگال کی وہ پہلی مسلمان لیڈی گریجویٹ ہیں۔ بی اے کے بعد
آپ نے قانون کے امتحان کے واسطے گھر ہی میں پڑھنا شروع
کیا اور قانون کا پہلا امتحان دیا اور تمام صوبہ بنگال کے کامیاب
نزدہ میں آپ سب سے اول بن گئیں۔ چند سال سے آپ زمانہ مد
شمسیہ کلکتہ کی افتخاری پرنسپال تھیں۔ اس کے علاوہ بنگالی
خواتین کو ووٹ ملنے کا حق حاصل کرنے کے متعلق آپ نے مسز
سی۔ ال۔ اور مسز کو مود لین باسو کے ساتھ ملکر بہت کچھ کوششیں
کیں اور متعدد جلسے اسکے لئے منعقد کئے اور مختلف لکچر دیئے۔

فروری ۱۹۲۳ء میں آپ کی شادی مسٹر امیر الدین ایم اے
ایل ایل بی بیرسٹر اٹ لاسکن مدر اس کے ساتھ ہوئی جو فی الحال
ضلع گوداوری بمقام راجمندی کے ضلع وکیشنل جج ہیں۔ مدر اس
آنے بعد آپ نے مسلمان لڑکیوں کیلئے جبری ابتدائی تعلیم جاری
کرنیکے متعلق بے حد سعی و کوشش کی۔ اس زمانہ میں مدر اس کے
مسلمان اس تجویز کے خلاف تھے۔ لیکن آپ نے بذریعہ پریس لوگوں

اس کے فوائد سمجھائے اور انکے ذریعہ مالیف قلوب کیا اور چند سال کی جدوجہد کے بعد بلدیہ مدرس نے جبری ابتدائی تعلیم مسلمان لڑکیوں کے لئے منظور کر لی ہے۔ جب آپ کے رفیق حیات کا تبادلہ راجمندری پر ہوا وہاں بھی ایک نئی حس پیدا ہو گئی۔ اور یہاں آتے ہی ایک لیڈی کلب قائم کیا اور اپنے مکان کا بیرونی حصہ اس کلب کے لئے دیدیا اسکے علاوہ صلح گوداوری میں دو تعلیمی کانفرنسیں منعقد کیں اور آپ ان دونوں کی صدر منتخب ہوئیں۔ یہ دونوں کانفرنسیں کامیاب رہیں۔ گوداوری کی عورتوں کو اس سے پیشتر ایسی کانفرنسیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ان کانفرنسوں میں متعدد ڈیلیکٹ منتخب ہوئے جو آل انڈیا ایجوکیشنل ریفارم کانفرنس بمقام دہلی شریک ہوئے۔

غرض آپ اپنے فرقہ کی فلاح و بہبودی میں ہمیشہ پیش پیش رہتی ہیں۔

نور النبیاء گم بی

نبی عبد الحفیظ صاحب وظیفہ یاب سپرٹنڈنٹ ڈیوٹرل کمنز
 برار و مملکت متوسطہ میں پیدا ہوئیں، برخلاف رسم آپ کے
 والد کو اولاد کا ذکر سے زیادہ آپ کے تولد کی خوشی ہوئی۔ ابتدائی
 تعلیم و تربیت جو درحقیقت تہذیب و اخلاق و اکتساب علم کی
 بنیاد ہے اپنی لائق ماں کے آغوش میں ہوئی جنہوں نے از حد
 توجہ و کوشش سے باوجود امور خانہ داری کے مصروفیتوں کے
 تعلیمی سلسلہ کو کسی موقع پر منقطع ہونے نہ دیا ٹل کلاس تک والدہ
 ہی آپ کی تعلیم کی کفیل رہیں۔ اسکے بعد مختلف مدرسہ مختلف مضامین
 کے تعلیم دیتے رہے۔ آخر تیرہویں سال مدرسہ میں شریک کر دی
 گئیں، اب ذکر سے آپ نے میٹرک کا امتحان کامیاب کیا سرکہ نظام سے
 تعلیمی وظیفہ تا کامیابی بی بی اے عطا ہوا اس شرط پر کہ بعد ختم تعلیم

۱۷
 پانچ سال تک ممالک محروسہ سرکار عالی میں ملازمت اختیار کیجائے
 لہذا ایف اے کی تعلیم کے لئے آپ ”ازابلاتھو برن کالج“ لکھنؤ
 میں شریک ہوئیں، آپ کے مضامین انگریزی، فارسی، جدید و قدیم
 تاریخ مع جغرافیہ تھے۔ ۱۹۲۱ء میں ایف اے کا امتحان کامیاب کیا
 اور بی اے میں آپ کے مضامین۔ انگریزی، فارسی، فلسفہ تھے
 ۱۹۲۳ء میں بی اے کا امتحان کامیاب کیا، اسی زمانہ میں مقابلہ
 مضمون نگاری انگریزی میں جس میں انگریز۔ ہندوستانی انگریز
 ہندوستانی طلباء مقابل تھے اول انعام حاصل کیا، یہ نواب
 عماد الملک بہادر کا انعام تھا اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایف اے اور
 بی اے کیلئے دو انعام مقرر کئے تھے۔ عنوان خود انتخاب کر کے
 پروفیسروں کی رائے سے متفق ہو کر طلباء کو بھیجے تھے ابتداً سال
 تعلیمی ہی سے اس مضمون کی طیاری شروع کر دینی پڑتی تھی
 کہ کئی کتابیں مطالبہ کیلئے تجویز کیجاتی تھیں اور اختتام سال سے
 قبل مضامین متفرق یونیورسٹی مثلاً بنارس، الہ آباد کے
 پروفیسروں کو برائے تصحیح و تصفیہ بھیج دیئے جاتے تھے ان اصناف
 کے تصفیہ سے کالج مذکور کے پروفیسر اتفاق کر کے نامزد کو انعام
 کا مستحق گردانتے تھے۔ آپ کا انتخاب کردہ مضمون ”ناس مل روئی بحیثیت“

۷۲
 ناولٹ ”سمتھا اس مضمون کیلئے آپ کو اسکی تمام ناولوں کا مطالعہ
 کرنا پڑا۔ مختصر حالات زندگی بتانے کے بعد ”ہارڈی“ کی خوبیاں و
 خرابیاں بطور ناول نویس بتانی پڑیں اور ہر دو پر رائے زنی و تکتہ
 چینی کرنی پڑی یہ مضمون بہت طویل تھا، لال باغ کراچیل ”نامی
 کالج کے رہا ہی میگزین میں اسکو بہ طرز اختصار شائع کیا گیا تھا
 انعام کے قابل گردانے جانے کے بعد نواب صاحب مرحوم کی
 خدمت میں روانہ کر دیا جاتا تھا، اسکے تحت یہ انعام کا طریقہ یہ تھا کہ
 ایک باقاعدہ جلسہ منعقد ہوا اور سر ولیم ہارس گورنر ممالک متحدہ و
 امیر جامہ لکھنؤ نے بحیثیت میر مجلس جلسہ فردا ہر ایک کو بلا کر
 چند کلمہ آفریں کہہ کر انعام عطا فرمایا اور آپکو بطور خاص مبارکباد دی
 یہ انعامات کا سلسلہ مرحوم کی زندگی تک برابر جاری رہا۔ آپ ہی
 وہ پہلی مسلم خاتون تھیں جنہوں نے یہ انعام حاصل کیا بعد فراغ امتحان
 آپ حیدرآباد میں آئیں اور یہاں فوراً آپکا تقرر مدرسہ محبوبہ میں کہ
 جو علی الخصوص امیر واطلے عہدہ دارونکی لڑکیوں کے لئے ہی کر دیا گیا
 اس مدرسہ میں آپ سے پہلے ہر چار قسم کے ترجمہ اردو سے انگریزی
 انگریزی سے اردو، فارسی سے انگریزی و انگریزی سے فارسی کا
 کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا اگرچہ کہ یہ مضمون کیمبرج کے امتحانات

کیلئے جو مدرسہ مذکورہ میں رائج ہیں تجویز شدہ ہے۔ ابتدائاً تین ماہ کیلئے
 آپ منصرم رہیں، بعد ازاں علوم و السنہ مشرقیہ کی صدر معلمہ امتحاناً
 ایک سال کیلئے مقرر ہوئیں، بعد اختتام سال کا رگزاری ہر طرح
 سے تشفی بخش ثابت ہوئی تو مستقل کر دی گئیں، کل مدرسہ کی نماز کا
 انتظام آپ کے ذمہ کر دیا گیا اگرچہ کہ آپ سے معمر استانیات مدرسہ
 میں موجود تھیں، جس جائداد پر آپ کا تقرر ہوا وہ قبل ازیں غیر گریڈ
 تھی، آپ کے تقرر کے بعد آپ کے والد بزرگوار کی کوشش سے آپ کی
 جائداد گریڈ کر دی گئی مدرسہ کے اعلیٰ گریڈ میں جو کہ یورپین گریڈ کے
 نام سے موسوم ہے۔ چند جائدادیں یکے بعد دیگرے خالی ہو گئیں۔
 دوران تقرر طلب جائدادوں پر ولایت سے استانیات مقرر ہوتی
 رہیں۔ ہر موقع پر آپ کے والد نے آپ کو اعلیٰ گریڈ ملنے کی سعی و کوشش
 کی۔ لیکن عرصہ دراز تک کامیابی نہیں ہوئی پھر اقدس و اعلیٰ بندہ گانگاہ
 کو معروفہ گزان کر تمام دلائل و وجوہات سمع ہا یونی تک پہنچائے گئے
 جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵ ہجری ۱۳۳۷ء کو ایک فرمان مبارک شائع
 ہوا کہ بعد ختم ملازمت پرنسپل آپ کو بحیثیت پرنسپل آزمایا جائے۔
 آپ کے دادا مولوی سید نور صاحب مرحوم گورنر مالک محوط
 برار کے دفتر انشاء میں سیرمنشی و صدر مترجم السنہ مشرقیات کے

عہدہ پر عرصہ دراز تک ممتاز رہے۔ آپ کے چچا جناب خالق بہادر
 سید عبدالرحمن صاحب (ڈپٹی کمشنر ناظم ضلع) اکولہ تھے، آپ کے نانا مولوی
 سید اسماعیل صاحب حیدر آباد میں ایک عرصہ تک مترجم رہے جنکے
 برادر نسبتی میجر عنایت علی خاں صاحب ایم۔ بی۔ سی ایچ۔ بی
 دو خانہ عثمانیہ حیدر آباد میں سول سرجن ہیں۔ آپ کے بڑے ماموں
 سید ظہور علی صاحب بی اے بی ٹی۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایں۔ درگل
 ہائی اسکول میں صدر مدرس ہیں۔ آپ کی کئی ایک بہنیں اور بھائی
 ہیں۔ جنکا حال آگے آئیگا۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید عزیز الحفیظ
 نظام کالج حیدر آباد میں بی اے کے سال دوم میں ہیں وہیں
 صبو الناز بیگم اور غیور الناز بیگم لکھنؤ کے ”ازابلہ مستحورین“ کالج
 میں ایف اے اور میٹرک کی جماعتوں میں زیر تعلیم ہیں ماشاء اللہ
 اسوقت آپ سب سات بھائی بہن ہیں جو اعلیٰ تعلیم کے حصول
 میں جدوجہد فرما رہے ہیں۔ یہ تمام نتیجہ ہے آپ کے والد بزرگوار کے
 تعلیمی دیکھیوں کا جنہیں ہمیشہ یہ تمنا ہے کہ اولاد اعلیٰ تعلیم یافتہ
 ہر والدین کو آپ کی تقلید کرنا چاہئے۔

صغرا بکیم جیا

حیاتِ تخلص بہنت ڈاکٹر صفدر علی مرزا مرحوم سرحن افواج باقاعدہ
حیدر آباد دکن۔ ڈاکٹر صاحب قوم کے ترک تھے۔ جن کے والد
نظام علیاں آصف جاہ ثانی کے عہد میں تجارتی ساماں لے کر
حیدر آباد آئے۔ اور ابن صاحب جد نواب مرزا فیاض علی خاں مرحوم
کے شرکت میں شمشیر سازی کا ایک کارخانہ کوٹا سمندر میں قائم کیا
صغرا ہایلوں کے جد مادری قوم کے عجم تھے۔ آپ کی نانی بنی فاطمہ
کی اولاد سے ہیں۔

ابتدائی تعلیم اپنی والدہ مرحومہ سے پائی۔ بعض معلمین سے
درسی کتابیں ختم کیں اور زمانہ تعلیم گھری میں ختم ہوا۔ ۱۹۱۷ء میں
آپ کی شادی ہوئی ۱۹۲۰ء میں قومی خدمات کا شوق ہوا۔ زمانہ سٹیل
جو اس وقت بھی قائم ہے اسکی بنیاد لیڈی واکر اور صغرا ہایلوں اور

چند یورپیوں نے ملکر ڈالی۔ ۱۹۱۲ء میں انجمن خواتین اسلام کی بنیاد منہر خدیو جنگ بہادر کی شرکت میں رکھی اور بہت کچھ ممبر فریڈم کئے جس کے تحت دوزنانے مدرسے کھولے۔ جس کو سرکار نظام سے دوسروں پر یہ ماہانہ امداد ملتی ہے ۱۹۱۳ء میں آپ کی تحریک پر مدرسہ صنعت و حرفت حیدرآباد میں ایک زنانہ اسٹور قائم کیا گیا جسکی آپ سکرٹری مقرر ہوئیں۔ اسی سنہ میں مہندو تعلیم یافتہ خواتین نے ”لیڈیز یونین“ قائم کی اور آپ اسکی ممبر ہوئیں ۱۹۱۴ء میں بزمانہ قیام دہلی انجمن خواتین دہلی کی بنیاد ڈالی ہر ہائس بیگم صاحبہ پٹودی کو صدر انجمن منتخب کیا ۱۹۱۵ء میں حیدرآباد میں انجمن خواتین دکن قائم کی جسکی کئی بار آپ صدر رہ چکی ہیں اس انجمن نے بہت سے عملی کام کئے جس کے مختلف محلوں میں سات زنانہ مدارس قائم ہیں ہر مدرسہ کو سرکار سے کچھ نہ کچھ امداد ملتی ہے۔ سالانہ جلسوں میں زنانہ دستکاری کی نمائش ہوتی ہے۔ ماہانہ جلسوں میں مفید مضامین پر تقریریں ہوا کرتی ہیں۔ غریب نادار لڑکیوں کی شادی معذور ہواؤں کی امداد جس کے مقاصد میں ۱۹۲۱ء میں بمقام مدراس ایک انجمن بنوائی قائم کی ۱۹۱۱ء میں آل انڈیا لیڈیز کانفرنس بھوپال میں شریک ہوئیں اور پردہ مردوجہ کی اصلاح پر تقریر کی ۱۹۲۵ء میں پھر اسکے

حلبہ میں جو پونہ میں ہوا تھا شریک ہوئیں۔ ۱۹۲۷ء میں حیدرآباد کی جانب سے اس کانفرنس میں ڈیلیگیٹ مقرر ہوئیں۔ ۱۹۰۳ء سے ادبیات کا شوق ہوا جس کا مقصد ملک و قوم کی اصلاح تھا پہلے سب مضمین مختلف اخبارات و رسائل میں بھیجے آپ کی پہلی تصنیف ۱۹۰۷ء میں ہوئی۔ "مشر نسواں"۔ "تحریر النساء"۔ "مجموعہ نضاح"۔ "سفینہ نجات"۔ "آواز غیب"۔ "سفرنامہ عراق"۔ "سیر بہار و بنگالہ"۔ "روزنامہ بھوپال دہلی و آگرہ"۔ "سفرنامہ پونہ"۔ "والٹیر مدراس وغیرہ"۔ (سیاحت جنوبی ہند) سیریل گیری مقالات صغرا (یہ آپ کی تعاریر کا مجموعہ ہے جسکو نجم الحسن اکبر آبادی نے چھپوایا ہے) سرگزشت ہاجرہ۔ "سفرنامہ یورپ دو حصے"۔ "سفرنامہ آپ مصنفہ میں۔"

۱۹۱۹ء میں رسالہ النساء نکالنا شروع کیا۔ مضمین نویسی کے صلہ میں آپ نے کئی طلائی تمغے حاصل کئے۔ آل انڈیا شیوہ کانفرنس نے بھی جو مقام جنگ ۱۹۲۳ء میں ہوئی تھی۔ ادبی خدمات کے صلہ میں طلائی تمغہ دیا۔ نمائش باغ عامہ منعقدہ ۱۹۲۳ء میں کار پر داؤا نمائش نے آپ کو بھی تمغہ دیا۔ ۱۹۲۰ء میں حیدرآباد ٹکٹ بک کمیشن کی آنریری ممبر منتخب ہوئیں۔ لنڈن کی انٹرنیشنل کانگریس آف مارل ایجوکیشن نے ۱۹۲۳ء میں جس کی شاخ انڈیا میں ہر جسکو

انڈین شیل کا نفرن آف انٹرنیشنل کانگریس آف مارل ایجوکیشن کہتے ہیں اس کا آپ کو اعزازی ممبر بنایا۔ ۱۹۲۲ء میں ریل ایٹانک سوسائٹی کی ممبر منتخب کی گئیں۔ ۱۹۲۹ء میں بمقام منوہر آباد ایک پختہ مہاں سرے تعمیر کرا دی ہے جس کا مادہ تاریخ سلطان العلماء نواب سادات ملک مرحوم نے، ضمیر اسرا ہمیشہ آباد۔ نکالا۔

۱۹۲۹ء میں زنانہ سوشل کے تحت ایک جلسہ علیگڑھ کالج کو مالی امداد بھیجنے کیلئے منعقد کیا اور کافی تعداد میں چندہ بھجوا یا۔ ۱۹۲۹ء کی قیامت خیز طغیانی رودھموسی میں تباہ شدہ نفوس کو امداد دہنی کی غرض سے ایک جلسہ کیا اور کمٹی قائم کی جسکی خازن مسز حذو جنگ منتخب ہوئیں اور ہزاروں کی امداد کی جس میں طبوسات زر نقد تھا علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کو ۱۹۱۳ء میں امداد کی غرض سے خواتین کا ایک جلسہ ترتیب دیا اور اسی سنہ میں جنگ بلقان جو ترکیوں سے ہو رہی تھی بہت کچھ چندہ جمع کیا اور مولانا محمد علی صاحب اڈیٹر کامریڈ کو بھجوا یا۔ ۱۹۱۴ء میں بشیر باغ میں جلسہ کر کے خواجہ کمال الدین صاحب کو ادنیٰ مشن کی امداد کے لئے دو گنگ انگلستان چندہ بھجوا یا۔

۱۹۲۳ء میں تربت حیدری (ایران) میں محشر انگیز زلزلہ کو

جو جانیں تلف ہوئیں اولن کے سپہانہوں کیلئے خواتین سے چندہ
 فراہم کر کے ہنر کسلبی معزالدولہ تو نقل ایران متعینہ شملہ کو بھجوا یا اپنی
 میں سمرنا کی امداد کے لئے مستورات سے چندہ فراہم کر کے شیعہ چھوٹانی
 صد خلافت کے پاس روانہ کیا ۱۳۲۷ء میں رائٹ آنریبل مرٹر امیر علی
 کو خواتین سے چندہ فراہم کر کے مسلمانوں کا قبرستان بنانے کے لئے
 روانہ کیا۔ جب آپ یورپ جا رہی تھیں آپ کی تحریک پر عید الفطر
 کے موقع پر صا جزادہ آفتاب احمد خالصاحب وغیرہ نے جہاز پر
 عید منائی اور بطور فطرہ کے مسلمانوں سے چندہ لیکر معذور ملاحوں
 کے لئے جہاز کے کپتان کو دیا۔ ۱۹۰۶ء میں عراق۔ بصرہ۔ بغداد
 نجف اشرف۔ کربلائے معلیٰ۔ سامرہ اور کچھ ایرانی حصہ کی سیاحت کی
 ۱۹۰۹ء میں دولت آباد ایلورا اوزنگ آباد ۱۹۱۱ء میں بنارس
 مصطفیٰ پور۔ پٹنہ عظیم آباد۔ کلکتہ ۱۹۱۲ء میں پونہ۔ گلبرگہ۔ والیڈ
 اسحق پٹن۔ مدراس۔ ۱۹۲۱ء میں نیل گری۔ پانڈیچری۔ ٹرڈیلور
 مایا دارم۔ ترچنا پٹی۔ مجورائی۔ منجور۔ بنگا پٹم۔ ناگور۔ کوڈاکتال۔ مدراس
 ۱۹۲۲ء میں کئی شہر فرانس۔ مارسیوئیس۔ پیرس۔ ہولنڈ اور جرمنی
 سوئٹزرلینڈ اٹلی۔ انگلستان میں لندن۔ برائٹن۔ ایٹ بورن
 کیمبرج واکسفورڈ دیکھا۔ بزمانہ اقامت انگلستان ملک مغرب نے اپنے

دربار کورٹ گارڈن پارٹی میں مدعو کیا۔ برٹش انڈین ایسوسی ایشن نے ایٹ ہوم دیا۔ طلباء کیمبرج نے اپنی مجلس میں مدعو کیا۔ ہندو نہیں جہاز بڑودہ اور ہرٹسنگکھا صاحبہ مانا دور نے دعوتیں دیں۔ سیز لیڈی مصباح السلطنت۔ لیڈی برودمفلڈ و لیڈی پینے لیڈی واکر وغیرہ نے لجنہ کی دعوتیں دیں۔ بزائنہ اقامت برلن ہندی طلباء نے ایک جلسہ منعقد کر کے آپکی تقریر کرائی۔ انجمن سوائے جماعت اسلامیہ نے جہیں مختلف ملکوں کے تین سو مجاہدین آپ کو اڈر لیں دیا۔ اخباروں میں آپکی تقریریں شائع ہوئیں۔ بمقام تیرانے سوئٹزرلینڈ سلطان عبدالمجید و ملکہ سابقہ ترکی نے دوروز اپنا جہان رکھا۔ مولانا برکت بھوپالی نے بمقام زپورج (سوئٹزرلینڈ) جو مشربا یون مرزا کے قدیم دست میں دعوت دی۔ آپ نے جہاں جہاں سیاحت فرمائی وہاں کے سفرنامے لکھ دیے تاکہ مستورات کو گھر بیٹھے اون سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ ۱۹۱۹ء میں سودیشی اشیاء کے استعمال پر اور ۱۹۱۳ء میں گاؤ کشتی کے مو قوفی پر آپ نے اظہار خیال فرمایا تھا اور ۱۹۱۲ء میں قومی یونیورسٹی پر زور دیا تھا اور مادری زبان میں تعلیم کی نسبت رسالہ ظل السلطان بھوپال میں مضمون لکھا تھا۔ پردہ مروجہ کو ترک کرنیکی طرف توجہ دلائی تھی۔ اب ایک مدت کے بعد ملک میں اوہیں خیالات کا ظہور ہو رہا ہے

ذیل کی نظم آپ کے نازک خیالوں کی ترجمان ہے۔

میں آ کے بالیں پر جو رو جا تو رہا
نصیبہ جاگ کر اپنا جو سو جا تو سو جا
مجھے پرواہ ہے اچھے کی نہ خطرہ برائی کا
میرا دل تیرا توں ہے جو کھو جا تو کھو جا
رقیب و سیاہ ہے عبت امید کی کی
کوئی کا نام ہے حق میں ہو جا تو ہو جا
نہ جیسے کی خوشی مجھ کو نہ مر کا الم کچھ ہے
جو ہوتا ہے مقدر میں ہو جا تو ہو جا
نہ کی کچھ قدر دیتے ہی وہ بچتا ہمارے
مری تربت پہ اب کر جو رو جا تو رو جا
مری توبہ کے آنسو حیا مجھ کو یقین ہے
گنہ جو کچھ ہوا مجھ سے وہ ہو جا تو ہو جا

شادی غلام آبادی

ہجرت کے دوسرے سال جب حضرت فاطمہ کی عمر دس سال کی تھی۔ عقد کی درخواستیں پیش ہونے لگیں۔ حضرت رسول در خواست دیکھ کر منہ پھیر لیا کرتے تھے۔ لوگ کہتے تھے حضرت کی عسرت اس عقد سے مانع ہے ایک شخص نے کہا میں اگر اس بہا مہر دینے کو تیار ہوں حضرت فاطمہ کا عقد مجھ سے منظور کیا جائے۔ یہ سن کر رسول خدا غضب ناک ہوئے۔ آپ نے کچھ کنکریاں دست مبارک میں لیکر اس کے دامن میں ڈال دیں وہ سب موٹی ہو گئیں۔ یہ درخواست حضرت عبدالرحمن ابن عوف کی تھی جب تمام لوگ مایوس ہو گئے تو حضرت علی نے اپنی درخواست پیش کی۔

۸۲

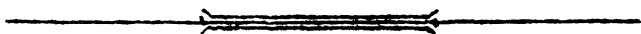
حضرت سید نے ہنکر فرمایا علیؑ تمہارے پاس کیا چیز ہے جس پر عقد کیا جائے
 شریعتی آواز میں جواب دیا گیا میرا حال آپ پر دکھشن ہے۔ میرے قبضے میں
 اس وقت ایک آب کشی کا اونٹ ایک تلوار ایک زرہ ہے۔ ارشاد
 ہوا تلوار دشمنانِ خدا سے جہاد کرنے کیلئے۔ اونٹ آب کشی کے لئے
 ہاں ہم زرہ پر تمہارا عقد کئے دیتے ہیں۔ حضرت بولنے حضرت فاطمہ
 کے کمرہ میں تشریف لا کر فرمایا اے نورِ نظر میری خدا سے اس دعا کا بہترین
 خلق اور محبوب تر میں مخلوق سے تیرا پیون کیا جائے۔ پس آج علی ابن
 ابی طالب تمہارے رشتہ کی درخواست لیکر آئے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے
 شرم سے سر جھکا کر سکوت فرمایا حضرت رسولؐ یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے
 سکوت ہوا قرار رہا یہ جموشتی رضا سذی پر مبنی ہے۔ بعض روایات ہیں کہ
 حضرت فاطمہ نے یہ سن کر کہا لبہ و چشم۔ یہ روایت غلط معلوم ہوتی ہے
 حضرت رسولؐ باہر آئے جب علیؑ نے عرض کی رسول اللہؐ فاطمہ کا عفت
 علی سے کر دیجئے خدا نے فاطمہ کو علی کے واسطے علی کو فاطمہ کے واسطے
 پسند فرمایا ہے۔ اس خوشخبری کو حضرت رسولؐ نے علی سے کہا اور ارشاد
 فرمایا اے علیؑ مبارک ہو کہ خدا نے تمہیں وہ کرامتیں عطا فرمائی ہیں جو کسی

اے لوہے کا لباس ہوتا ہے جو جنگ کے وقت پہنا جاتا ہے۔

محرمت نہیں فرمائیں میں اپنی بیٹی فاطمہ کا عقد تم سے کرتا ہوں اسی چیز پر جس پر خدا نے اس کا عقد کیا ہے اور میں اسی خنہ سے راضی ہوں جس سے خدا راضی ہے اچھا اب تم مسجد کو چلو میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں سب کے روبرو تمہارا عقد کروں گا اور تمہارے وہ فضائل بیان کروں گا جس سے تمہاری اور تمہارے دوستوں کی دنیا و آخرت میں آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ابھی مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ رسول اللہ بھی ہم سے آئے۔ حضرت کا چہرہ فرط مسرت سے چمک رہا تھا۔ آتے ہی بلال کو آواز دی فرمایا سب جہا جہا انصاف کو جمع کرو۔ جب سب جمع ہو گئے تو آفتاب رسالت منبر پر جلوہ افروز ہوا قدسیوں نے حمد و ثنائے عالم میں خطبہ ادا کیا۔ اور بعد خطبہ ارشاد ہوا میں نے علی کو فاطمہ سے پیوند کر دیا۔ چار سو مشقال چاندی اسکا مہر ہے اگر علی خوشنود و درخشا مند ہوں۔ ادھر سے قبول کی صدا بلند ہوئی حضرت علی سجدہ شکر بجالائے۔ رسول نے دعا فرمائی کہ خداوند تمہارا نسل سے طیب و طاہر پیدا کرے اور تم کو برکت عطا فرمائے۔ چاروں طرف سے مبارک مبارک کی صداؤں بلند ہوئیں۔ چھوہاروں کا ایک خوان لٹایا گیا۔ حضرت رسول نے دولت سراپ قدم رکھا اور ازواج نے تہنیت ادا کی۔ حضرت فاطمہ کو اطلاع دی گئی اور رسول اللہ نے

فرمایا اگر میرے کنبہ میں علی سے بہتر کوئی اور ہوتا تو اسی سے تمہارا عقد کرتا میں نے تمہارا نکاح نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے تمہارا پیوند کیا ہے اور میرے مہر میں تحنن مقرر فرمایا ہے۔ جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں یہ ارشاد فرما کر باہر تشریف لائے اور حضرت علی سے فرمایا اب تم اپنی زرہ بیچ ڈالو تاکہ تمہارے لئے اور فاطمہ کے واسطے سامان ضروری تیار کیا جائے۔ حضرت نے یہ ارشاد سن کر چار سو درہم کو زرہ بیچ ڈالی اور حقیقت لاکڑوں کے سامنے رکھ دی۔ حضرت نے خریدی سامان کے لئے حضرت معاذ کو مقرر فرمایا۔ چند صحابی ان کے ساتھ ہوئے۔ سامان جناب سیدہ کے جہیز کا یہ خرید گیا۔ ایک گدالہ جس میں اون بھری ہوئی تھی۔ مصر کا بنا ہوا ایک چمڑے کا تکیہ جس میں خرمائی چھال تھی ایک غنیم کی عبا ایک پرانی مشک۔ چند آنجورے چند ٹھیلیاں۔ ایک لوٹا۔ ایک ہلکا سا بالوں کا پردہ۔ ایک قمیص۔ چادر پنجہ (یعنی مقننہ) ایک پلنگ کھجور کی لکڑی کا۔ دو فرش خرمائی چھال کے مصر کے بنے ہوئے۔ ایک بوریہ۔ ایک چلتی۔ ایک تانبے کا لگن۔ ایک لکڑی کا پیالہ۔ خوشبو کے لئے سامان غرض زیادہ سے زیادہ یہی تفصیل ہے جب حضرت رسول کے سامنے یہ سامان آیا ایک ایک چیز کو ہاتھ میں لیکر فرماتے خداوند تو اس میں برکت عطا فرما خدا تو ان کو برکت عطا فرما جن کے کل برتن

۸۵
مٹی کے ہوں یہ سامانِ خانہ رسالت میں رکھا گیا عقد کے ایک
ماہ کے بعد حضرت علی کو بلایا اور سنرمایا آج شب کو ہم غافلہ کو
وداع کریں گے۔



امۃ الکرم

جنت مولوی عبد القیوم صاحب سلسلہ ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئیں آپ کا
 شجرہ حضرت شاہ ابراہیم ادرہم لمجی سے ملتا ہے۔ دہلی کے مشہور
 اور بالکمال شاعر مولانا مولوی امام بخش صہبائی مرحوم کی نبیرہ زادی
 ہوتی ہیں۔ یہ خاندان مقامی لحاظ سے ”تھانیری“ مشہور ہے سین
 طفولیت سے ذہین تھیں۔ رسم بسم اللہ سے پیشتر ہی لغدادی قاعدہ
 اور پہلا سپارہ قریب قریب از بر تھا۔ ساتویں سال قرآن مجید ختم کیا
 اور ساتھ ہی ساتھ اردو کی اتنی استعداد ہم پونچائی کہ خاصی مشکل
 کتابیں بے تکلف پڑھ سکتی تھیں کسی اسکول میں تعلیم نہیں پائی۔ بلکہ
 ابتدائی تعلیم والدہ نے دی اور اسکے بعد والد نے فارسی۔ عربی
 وغیرہ سکھائی۔ دسویں سال فارسی کی اچھی خاصی استعداد پیدا کر لی
 اخبار بینی و مضمون نگاری کا شوق پیدا ہوا چنانچہ آپ کا سب سے پہلا
 خط اخبار ”وطن“ لاہور میں سلسلہ ۱۹۳۷ء شائع ہوا جو چندہ حجاز ریلوے کے

متعلق تھا۔ اس خط کی ترغیب سے دفتر ”وطن“ میں زیر سرپرستی مولوی محمد انشاء اللہ خالصا حب ایڈیٹر قومی بچوں نے امتہ الکبریم کے نام سے ایک فنڈ چندہ حجاز ریلوے کیلئے کھولا جس میں ایک عرصہ تک چندہ جمع ہو کر سلطان روم کی خدمت میں بھیجا گیا وہاں سے موصوفہ کو ایک متعہ اور فرمان شاہی عطا ہوا اسکے بعد آپ کا شوق مطالعہ اور مضمون نگاری بڑتا ہی گیا۔ یہاں تک کے سولہویں سال ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ”سفیر نواں“ تھا جس میں عورتوں کے جہالت کی مضرت اور تعلیم کی ضرورت بہت موثر پیرایہ میں بیان کی ہے۔ پڑھنے والوں کی رائے ہے کہ ”سولہ سالہ لڑکی کی تصنیف ساٹھ سالہ تجربہ نگار کر رہی ہے“ جسکی بہت قدر ہوئی اسکے بعد اپنے والد کے ہمراہ لاہور آئیں وہاں ”انجمن حمایت اسلام“ نے بڑی خوش اور سفارش سے آپکی خدمات کچھ عرصہ کیلئے اپنے زمانہ اسکول ملل کیلئے حاصل کیں، وہاں تقریباً دو سال ہیڈ مٹرس کا کام انجام دیا اور اس عرصہ میں ”فرسٹ ریڈ جوہن ٹرنگ کے امتحانات پاس کئے اور منشی فاضل کی تیاری بھی شروع کی پھر آپ الہ آباد کے ”انجمن تہذیب و تعلیم“ میں بٹائی گئیں جہاں ہائی کلاسنگ کوارد و فارسی کی تعلیم دینے کا کام سپرد ہوا۔ چونکہ یہ اسکول جناب کرامت حسین صاحب مجرم

جج الہ آباد کا قائم کیا ہوا ہے اسلئے وہاں آپ کی خوب قدر ہوئی اور اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا ہائی اسکول دیکھتے دیکھتے کالج بن گیا وہاں کی پارٹیوں دزٹیرس کے خیر مقدم کے طلبوں میں آپ کے مضامین اور نظم و نثر نے جان ڈال دی منتظمین کالج آپ کے بہت مداح اور قدردان تھے اور ہمیشہ کالج کی پراسپیکٹس وغیرہ میں بہت عزت سے آپ کا ذکر ہوتا تھا۔ جہاں قومی تقریب ہوئی۔ نظم یا نثر لکھنے کی فرمائش اور ہر فرمائش اور ہر نظم یا نثر تیار۔

ہائی اسکول اور کالج کی طالبات کی ایک ”ڈینگ سائٹی“ تھی جس میں ہر مہفتہ مختلف موضوع پر بحث و مباحثہ ہوتا تھا اس کی پریذیڈنٹ لیڈی پرنسپل اور وائس پریذیڈنٹ آپ مقرر ہوئیں شہر کی مختلف انجمنوں اور سبھاؤں میں آپ کی تقریریں ہوئیں تقریباً ساڑھے تین سال کالج کی اعلیٰ سوسائٹی میں آپ کا قیام رہا اسکے بعد علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے طلب فرمانے پر بھوپال گئیں جہاں پر آپ کو بلقیہ اسلامیہ گرلز اسکول ”اور“ جج بیگم کتیا پاٹ شالہ اور لیڈی منٹو ترنگ تھیم خانہ، زمانہ کی سپرنٹنڈنٹ کا عہدہ عطا ہوا جس کو پانچ سال کامیابی سے انجام دیا۔ اس کے علاوہ علیا حضرت کی بڑی پوتی نواب زادی ”تاج“ اور جہاں بیگم صاحبہ کو ان کے محل پر جا کر روزانہ

دو تین گھنٹے فارسی۔ اردو، دینیات، دستکاری کی تعلیم دینے کی خدمت سپرد ہوئی۔ قیام بھوپال میں علیا حضرت کی آپ پر خاص نظر عنایت تھی۔ آپ کی نظم و انشراح کی قدر دانی فرمائی گئی۔ تقریر شاہی میں کوئی جلسہ کوئی تقریب، پارٹی، مجلس کی ٹینگ ایسی نہ تھی جس میں آپ کی تقریر نظم قصیدے رونق بڑھانے والے نہ ہوتے، اگر کوئی خیال نہ رہتا تو خاص شاہی فرمائش ہوتی اور فی البدیہہ کچھ کہنا پڑتا۔ مجمع خواتین میں بھی آپ کی تقریر کو خاص اہمیت اور خصوصیت حاصل تھی سینکڑوں نظمیں اور مضامین آپ کے قلم سے نکل گئے اور پھر قلم برداشتہ، جس زمانہ میں آپ بلائی گئیں انہیں ایام میں نواب عابدہ سلطان صاحبہ ام القیام موجودہ ولیعہد راجست کے نشتر (ختم قرآن شریف) کی مبارک تقریب ہو رہی تھی۔ ایک روز حضور سرکار عالیہ دام ظلہا نے بذریعہ سفیران آپ کو اپنی روبکاری میں یاد فرما کر نشتر کا سہرہ کہنے کی فرمائش کی جسکی فوراً تعمیل کی اور وہیں روبکاری میں بیٹھے بیٹھے تھوڑی پر میں دس بارہ اشعار کا پھڑکتا ہوا سہرہ کہہ دیا جسکو علیہ حضرت کے ارشاد پر اسی وقت خواتین کے مجمع میں جو بروقت قصر سلطانی میں جمع تھیں) سنایا گیا۔ حضور ممدوحہ نے بہت قدر فرمائی اور آپ کو وہ خطابات عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ ”آئندہ سے نظم میں بجائے

امتہ کے پڑھنے یا اعزاز باذہا کروا گئی شاعروں میں آپ کا کلام گیا اور زمانہ مردانہ اخبارات میں بھی شائع ہوا کئی نمائشوں میں سکھاری پر درجہ اول کا انعام ملا، الغرض جو جو عنایات شاہی آپ پر تھیں انکی داستانِ طویل ہے۔ ان اشغال اور تعلیمی کاموں سے ایسا شغف اور دلچسپی رہی کہ ۳۳ سال کی عمر تک شادی نہ کی۔

آخر بزرگوں کے سلسل اور محبوب رکن اصرار پر الامر فوق الادب کے خیال سے ۱۹۲۶ء میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت منظور کر لی۔ اور جناب محمد اسحق صاحب زریڈنٹ انجمن جی۔ آئی۔ پی ریلوے سے عقد ہو گیا۔ جب ہی سے اپنے جدید اشغال کو نظر رکھتے ہوئے ریاست سے مستغفی ہو گئیں۔ نئی زندگی کی گونا گوں مصروفیت نے انکی سی نعمہ طرازی اور مضمون آفرینی کی اجازت تو دی تھیں۔ تاہم فرصت کے اوقات اپنے پچھلے کلام اور مسودات کو جمع کر رہے ہیں۔ جو انہوں کے تقنی طبع کیلئے زور طباعت سے آراستہ چھوٹے۔ موصوفہ اپنے دل میں قومی درد کی ایک ٹیس رکھتی ہیں۔ آپ کا خلق۔ انکار سلیم الطبع ملنے والوں کو ثنا خواں بنا ہی لیتا ہے

فریاد۔ بحسب رسالت صلی علیہ وسلم

تاجِ عالم اسلام میں اک حشر بپا کون ہم بکیوں پر اب نہیں مجبور کیا

۹۱ کب تک سہتے رہیں گے جو جفا
 نخل سرسبز چھٹا گرنے کو ہم جھا کر
 ترے سلم میں تیرے کو خبر ہے ان کی
 خوف اسلام کو ہے نزع میں ہوا بکی
 چھینے لیتے ہیں عذ جبر سے مظہر
 اب تو آ کر کے گناہوں پر ہم آقا!
 ورنہ ہو جائیگے برباد یونہی ہم آقا!
 اپنی بگڑی کو پھر اکدم میں آ کر
 پھر ہو فکر شیطاں کا امت کوئی غم
 محو دنیا سے اسی طور ہوں پھر ہم
 پھر ترے امت مرحوم کا ہودہ دم و خم
 دین برحق کا اسی طور ہو پھر جاہ و شہم

عدلُ النصف کا پھر دور ہو دنیا میں تو نبی
 بذلُ الطاف کا پھر دور ہو دنیا میں تو نبی

تعلیم کے متعلق

انسان کو تعلیم کی ضرورت تعلیم کے بغیر انسان خدا کو نہیں پہچان سکتا
 کہ بے علم تو الٰہی خدا را شناخت " مگر افسوس کہ لوگ دنیا میں بڑے آدمیوں
 تعارف کرنے کے تو وسائل تلاش کرتے ہیں اور خدا سے تعارف کرانیکے

ذریعہ کے طرف توجہ نہیں کرتے۔ ۹۲

(۲) تعلیم روح کی غذا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ فانی جسم کی غذا حاصل کرنے کی دہن میں لوگ پوری عمر صرف کر دیتے ہیں اور اس باقی شئی کی غذا کا خیال نہیں۔

(۳) تعلیم دل و دماغ کی روشنی ہے مگر ہم لوگ اپنے اینٹ پتھر کا گھر روش کرنے کی روز فکر کرتے ہیں اور سب سے عزیز اور قیمتی چیزیں تارک رکھیں تو اسکی پروا نہیں۔

(۴) تعلیم شیطان سے بچانے والا ہتھیار ہے۔ مگر ہم لوگ خطر کے وقت اور سب ہتھیاروں کا استعمال ضروری سمجھتے ہیں اور نہیں کوشش تو اس سب سے خوفناک دشمن کے حملے سے بچاؤ کی۔

(۵) علم کا معجزہ اتنا بڑا ہے کہ اس سے خدا ہی مل جاتا ہے مگر ہم اسکو صرف حصول معاش کا ذریعہ سمجھتے ہوئے ہیں۔

(۶) جس طرح پانی کو مختلف شکلوں میں تبدیل کرنے کیلئے آفتاب کی حرارت چاہئے جس طرح ایک قطعہ زمین کو سرسبز باغ اور لہلہاتا کھیت بنانے کیلئے آبپاشی درکار ہے۔ جس طرح ایک کاں میں سے جواہرات اور مختلف دھاتیں نکالنے کیلئے انکو کھودنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح نباتات جمادات۔ بلکہ موجودات کائنات کو ضروریات زندگی کے

مطابق بنانے کیلئے انسانی دماغ کی اختراعات اور مضامین مطلوب ہیں
 اسی طرح انسان کے دل و دماغ میں سے جو ہر عقل و انسانیت پر آمادہ
 کرنے اور اسے مفید نتائج نکالنے کیلئے اعلیٰ تعلیم لازمی ہے۔
 تعلیم نسواں کی اہمیت۔ فی زمانہ مردوں کی تعلیم سے بھی زیادہ
 اس لئے کہ مرد کی سب سے پہلی معلمہ عورت (ماں) ہے تاریخ عالم پر نظر
 ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر عالی دماغ ہستیاں آئیں ان سب کی
 مائیں لائق و فائق تھیں۔

تعلیم کے جملہ فوائد کو نظر انداز کر دیں تب بھی جبکہ لڑکیوں کو
 سسرال جیسے انوکھے گھر کی ذمہ داری اور پرورش اولاد جیسی اہم ڈیوٹی
 ملنے والی ہے (جبکی پیچیدگیوں سے خوش قسمت سے مرد آزاد ہیں) تو
 اس صورت میں لڑکیوں کو آزاد رکھنا زمانہ جاہلیت کی دختر کشی سے
 کہیں بڑبکرگذا اور ظلم ہے کیوں کہ اس زمانہ کے رسم سے تو صرف
 ایک (لڑکی زندہ درگور ہوتی تھی مگر اس زمانہ کی رسم (جاہل کھنہو)
 جن جن کا سابقہ لڑکی سے بڑے وہ اور جو ہستیاں اس سے پیدا
 ہوں وہ عموماً سب زندہ درگور ہو جاتی ہیں۔

مرشد زادی غلامت النبیام

بنت سحر نواب ممتازیاردلہ بہادر فرزند حافظ منصب علی خاں
 سکرٹری پیشی نواب افضل دلہ بہادر ۱۹۳۷ء میں بمقام حیدرآباد کن
 پیدا ہوئیں۔ آپ سال ایک روز کی تھیں کہ آپکی والدہ نے انتقال کیا
 اور آپکے والد کی دوسری شادی نواب سرائفرا ملک بہادر کی بڑی
 صاحبزادی سے ہوئی اور آپ اپنے والد کے ہمراہ راحت منزل حیدرآباد
 میں رہنے لگیں اور آپکی ابتدائی تعلیم یوروپین لیڈیوں کی نگرانی
 میں ہونے لگی جب سن ۱۹۴۷ء میں آپکے والد بغرض شرکت نمائش پیرس
 جانے لگے تو آپ کو سکندر آباد کانونٹ میں بورڈر کر دیا جہاں آپ
 پہلی اسٹانڈرڈ میں شریک ہوئیں۔ جب ایک سال کے بعد آپ کے والد
 واپس آئے تو آپ علیحدہ کر لی گئیں کیوں کہ آپ کے بعض بزرگ
 لڑکیوں کو بورڈنگ میں شریک کرنے کے مخالف تھے اسکے بعد لوی

محب حسین صاحب مشہور حامی انوال حیدر آباد آپ کے تعلیم کیلئے مقرر کئے گئے چونکہ مولوی صاحب موصوف کو چھوٹی لڑکیوں کے پڑھانے میں زیادہ دلچسپی نہ تھی اسلئے منتر شجاعت علی کے زمانہ مدرسہ میں جو آپکے مکان کے قریب تھا داخل کرائی گئیں۔ گو آپکی اردو نہایت ناقص تھی لیکن وہاں گلستاں اور بوستاں کی کتابیں پڑھائی جاتے لگیں۔ لیکن وہ مدرسہ بہت دنوں قائم نہ رہ سکا اسلئے ۱۹۰۲ء آپکی چچا زاد بہن کے ساتھ "پرنٹیشن کاؤنٹ و ایسیری مدراس" میں بھیج دی گئیں جہاں دو سال باقاعدہ تعلیم پائیں اور سن ۱۹۰۴ء میں جب گھر آئیں۔ پھر واپس نہیں گئیں سن ۱۹۰۶ء سے ۱۹۰۷ء تک یوں ہی بے قاعدہ کئی ایک یورپین لیڈیوں کے نگرانی میں پڑھتی رہیں۔ اور مولوی محب حسین صاحب کے لکچرز سے متمع ہوتی رہیں۔

سن ۱۹۰۷ء میں آپکی شادی خان بہادر میر مظہر الدین خان نصا اسٹنٹ ڈاکٹر خیرل پوسٹ اور ٹیلگراف مدراس سے ہوئی آپ حیدر آباد کن میں ناظم ٹیپ بھی رہ چکے ہیں شادی کے بعد اپنے رفیق زندگی کے ہمراہ اکثر اضلاع پر رہا کرتی تھیں۔ جہاں کوئی علمی صحبتیں نہ تھیں۔ لیکن اپنی ذاتی شوق اور مطالعہ کی بدولت اپنی قابلیت کو بڑھاتی رہیں سن ۱۹۱۸ء میں پھر آپ کے شوہر کا تبادلہ مدراس

۹۶
 ہوا تو ایک موقع پر جبکہ ”ہوبارٹ اسکول“ میں تقسیم انعامات کے جلسہ میں
 ”لیڈی ٹیلنڈ“ گورنر مدراس آنے والی تھیں۔ اس وقت ادائے شکریہ
 کا فرض آپ کے ذمہ کیا گیا۔ چونکہ اس جلسہ میں بہت ساری یورپین
 خواتین شریک تھیں جب وہ نہیں آپ کی انگریزی دانی کا علم ہوا تو
 آپ کو ”لیڈی ٹیلنڈ“ کا ممبر بنایا۔ دورانِ جنگ میں آپ گورنمنٹ
 ہاؤس مدراس میں جا کر زخمیوں کیلئے جرابیں تیار کیا کرتی تھیں مگر
 ڈسٹریکٹ لیڈی ڈپٹی ڈائریکٹر س ایجوکیشن نے سید اصرار سے آپ کو ہوبارٹ
 اسکول میں کام کرنے پر آمادہ کیا جہاں آپ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء
 تک سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ کو نہایت قابلیت سے انجام دیتی رہیں اور
 مدرسہ میں بہت کچھ اصلاحات کئے اور لڑکیوں کے مذہبی تعلیم کا مکمل
 انتظام کیا۔ آپ کی زیر نگرانی ایک یورپین بی اے دو انٹلوانڈین۔
 بی اے اور ۲ کرسچین ایم اے تھے نہایت بنٹ ہاؤس مدراس
 میں لڑکیوں کی دستکاریوں کو دیکھ کر لیڈی صاحبہ دائرے ہند
 اور لیڈی صاحبہ گورنر مدراس نے آپ کی دلچسپی اور قابلیت کا اعتراف کیا
 اس کے بعد آپکے شریک حیات کا تبادلہ حیدرآباد دکن کی
 نظامت پڑ پر ہوا۔ ۱۹۲۲ء آپ کے شریک ہستی کلکتہ کے
 اسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل ہو کر گئے۔ ۱۹۲۳ء میں آپ انسپکٹر آف اسکولز

کام مشاہرہ چار سو روپیہ انجام دیا۔ اور چھ مہینہ کے بعد خود مستعفی ہو گئیں۔ اور ایک انجمن کی بنیاد ڈالی اور آپ کو پریسیڈنٹ کے فرائض پر خواتین نے آمادہ کیا لیکن آپ لیڈی رحیم کو اسکا موزوں سمجھا اور خود وائس پریسیڈنٹ رہیں ۱۹۲۶ء میں آپ کے مونس اتھنائی نے ایک سال کی رحضت لیکر معہ آپ کے مصر، ترکی، یونان، فرانس، اٹلی، انگلینڈ اور اسکے مضافات کی سیاحت کی۔ واپسی میں اسپین ہوتی ہوئیں حیدرآباد آئیں۔ اس اثنا میں آپ کے شوہر نے وظیفہ لے لیا۔ اب دسمبر ۱۹۲۷ء سے پبلک کاموں میں دلچسپی لینے لگیں۔ ایجوکیشنل کانفرنس میں حصہ لیا اور مدرس میں خواتین کی ایک انجمن قائم کی جو بہت اچھے طور پر چل رہی ہے۔ غریب مسلمان خواتین کیلئے گورنمنٹ سے حسب ذیل مراعات کی خواہش کی ہے۔

(۱) جبری تقسیم۔

(۲) مسلمان غریبوں کیلئے اسکے محلوں میں بلحاظ حفظان صحت

منجانب گورنمنٹ مکانات بنا کر ادھنیں کرایہ پر دیا جائے جب کرایہ سے رقم متصرفہ نکل آئے تو پھر مکان ادنیٰ ذاتی ملک تصور کیجائے۔

(۳) مسلمان محلوں میں مسلمان عورتوں کیلئے گوشہ پائ رک بجا جائیں

جنہیں اول الذکر کو گورنمنٹ نے منظور کر لیا ہے انشاء اللہ القیہ

دونوں بھی منظور ہو جائیگی۔ کوئی بارہ سال سے آپ برابر لڑائیوں کو

اسکا ارشپ دے رہے ہیں جس سے ایک لڑکی نے بی اے۔ دو نے ایف اے میں کلیا بی حاصل کی ہے اور نوجوان لڑکیوں نے۔ یس یس۔ یل۔ سی کے امتحانات دیئے ہیں۔ جہاں جہاں آپ ہیں وہاں کی زنانہ سوسائٹیوں نے آپ کا بے حد احترام اور آپ کے قومی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ چیف پریسیڈنسی محٹرٹ مدراس نے آپکو آنریری محٹرٹ مدراس مقرر کرنا چاہا لیکن آپ نے اسلئے قبول نہیں کیا کہ وہاں بے پردہ ہونا پڑے گا۔ گورنمنٹ مدراس نے آپکو ”کوئٹہ می کالج“ کے ایڈوکیٹری کونسل کی ممبر کی حیثیت سے مامور کیا ہے۔ آپ ایک نہایت شائستہ اور تعلیم یافتہ اور اپنے فرقہ کی سہر د خاتوں ہیں۔ اور آج کل اپنے سیاحت یورپ کا سفر نامہ مرتب فرماتے ہی ہیں۔

دنیا کو لوگ بری جگہ کیوں کہتے ہیں

اسلئے کہ ان کو اپنی خواہش و آرزو اور تمنائ کی مرغوب چیزیں نہیں ملتیں یعنی وہ چیزیں جن کو ان کا دماغ و دل جان سے بھی بنیادہ عزیز سمجھتا ہے۔ ایسے لوگ چاہتے ہیں کہ وہ چیزیں ان کو اپنی زندگی ہی میں میسر ہوتی رہیں تاکہ ان کے پانے سے ان کو اطمینان اور تسلی قلب حاصل ہوئے جبکہ نتیجہ مسرت و خوشی ہے۔ جب ان سے وہ محروم ہوتے ہیں تو انکو دستیاب کرنے کیلئے

ان کی امید انکو کوشش و جستجو میں مبتلا کر دیتی ہے اگر اتفاق سے وہ اپنی کوشش اور محنت میں کامیاب ہوئے تو ان کو دنیا ان کیلئے مثل حبت کے ہو جاتی ہے اور اس خوشی و اطمینان کا اثر انکی روح و جسم پر اچھا ہوتا ہے پس اس تسکین سے اسکے خیالات اچھے پیدا ہونے لگتے ہیں اور خیالات کے عمدہ ہونے سے عمل بھی لامحالہ نیک ہونے لگتے ہیں ورنہ وہ ناامید ہو کر دنیا کو بری جگہ سمجھنے اور کہنے میں دریغ نہیں کرتے اور ایسا خیال ان کو رنج و الم اور مصیبت و تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے جسکی وجہ سے مایوس ہو کر وہ اپنا دنیا میں لانا اور دنیا میں زندگی بسر کرنا بے سود سمجھتے ہیں اور اول ان کو دنیا جائے بے لطف اور بد مزہ معلوم ہوتی ہے اور اس مایوسی عدم اطمینان کی وجہ سے ان کے خیالات بگڑ جاتے ہیں اور جس سے عمل بھی صلح نہ ہونے سے اس کا اثر روح اور جسم پر بہت برا ہوتا ہے۔ اسلئے دنیا ان کیلئے دوزخ بن جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو دل میں جو باتیں چاہتے ہیں وہ دنیا ہی میں اور بعض لوگوں کو آخرت میں حاصل ہوتی ہیں۔ بیشک وہ لوگ جسکو خوشی یعنی حبت آخرت میں ملے وہ ان سے بدرجہا بہتر ہیں جسکو حبت صرف دنیا ہی میں میسر ہو کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت پائدار۔ پس انسان کو پائداری حاصل کرنے کی کوشش اور محنت کرنا زیادہ عقلمندی ہے۔

اُمت الوحی

۱۹۶۶ء میں پیدا ہوئیں آپ کے والد لٹری ریاست ٹونک میں تحصیل ارتھے تقریباً دو سال کی عمر تک وہیں رہیں۔ چونکہ آپ کے والد محتاط زندگی کے عادی تھے زمانہ تحصیلداری میں ایک گنا اور ایک لوٹا دودھ تحفہ ”ہی سہی لینا پسند نہیں کرتے تھے اور تحصیلداری کی خدمت کو غیر متقیانہ اور غیر محتاط سمجھتے تھے اسلئے اس درخواست پر کہ آپ کا تبادلہ کسی پریمن و عاقبت عہدہ پر کیا جائے نظامت گونا میں وکالت پر ہو گیا وہاں کے زمانہ قیام میں آپ کی والدہ اور آپ کا قیام جے پور میں مولوی اویس احمد صاحب کے یہاں رہا جو جے پور میں کالج میں اساتذہ پانچ چھ سال کی عمر میں آپ کے والد کا تبادلہ گونا سے گوالیار پر ہوا۔ امر میں مکان کا انتظام کر کے سب کو آپ کے والد نے وہیں بلوایا یہاں آپ کی تعلیم کا پہلا دور شروع ہوتا ہے۔ گھر میں اسلامی قاعدہ کے علاوہ

۱۰۱
 قریب ہی کے سرکاری مدرسہ میں آپ داخل کی گئیں۔ فطرتاً تعلیم سے
 شوق تھا غیر معمولی طور پر ترقی کی اور دو سال کے دوران میں گھر میں
 کلام مجید ختم کیا۔ اور مدرسہ میں اچھی خاصی اردو لکھنے پڑھنے کے علاوہ
 حساب کے ابتدائی مراحل طے کئے اور سینے پر ونے میں کافی ترقی کی۔
 اسی دوران میں آپ کے والد کو فلیفہ پر وطن کو واپس آنا پڑا۔ ہندوستان کے
 پرانے دستور اور تعلیم نسواں کی عام مخالفت کی وجہ سے آپ کی تعلیم
 جاری نہ رہ سکی آپ اور آپ کے چچا اور کنبائی سب رامپور میں مقیم ہوئے
 لیکن رامپور میں کوئی مدرسہ نہ تھا جس میں آپ شریک ہو سیں۔ زمانہ
 مردانہ اخبار و رسائل کے مطالعہ نے آپ کے تعلیمی ذوق میں بہت کچھ اضافہ
 کیا جبکہ آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی رسالہ تہذیب نسواں، اپنے نام جاری
 کرایا یہ وہ زمانہ تھا کہ کسی مکان میں لڑکیوں کا اخبار پڑھنا عموماً خیال
 کیا جاتا تھا۔ اسی دوران مطالعہ میں آپ کو مضمون نوٹس کا شوق پیدا ہوا
 اور آپ لکھنے لگیں آپ کا طبعی میلان اصلاح کی طرف تھا چونکہ مضامین
 فطری جذبات سے مملو رہتے تھے۔ جو قدر کی نگاہوں سے دیکھے گئے مضامین
 کا عنوان، کھل بیوگیاں، عقد ثانی کی مخالفت، تعلیم نسواں کی حمایت
 ہوتا تھا جو مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوئے، سلسلہ میں آپ کی شادی ہوئی
 اور باوجود صاحب اولاد ہونے کے سلسلہ مضامین نگاری مسدود نہ ہوئی

کچھ دنوں آپ امرت سرس رہیں۔ پھر بجنور پہنچیں اور یہاں بھی تعلیم
 نسوان کا سلسلہ جاری رہا ایک دوزنانہ جلسے کے اور پھر ایک مدرسوں
 کی بنیاد قائم ہو گئی خلافت، اور، عدم تعاون کے دوران میں جبکہ
 پیگم سید علیہ الصلوٰۃ علیہا سب بجنور آئی تھیں دو جلسے ہوئے، اور آپ کی تحریک
 پر کافی رقم جذبہ وصول ہوئی ۱۹۲۶ء کے آخر میں اپنے شوہر زبیر حسن صاحب
 مالک اخبار ”انجیل“ کے ہمراہ میٹریٹس اور یہاں آپ کو اخلاقی افسانہ نویسی
 کا شوق پیدا ہوا اور ممتاز رسالوں میں بھیجنے لگیں آپ اپنے عزیز واقربا
 میں نہایت عزیز ہیں یہاں تک کہ ملازموں کو تک آپ سے کوئی وجہ شکایت
 نہیں۔ ملاحظہ کیجئے ذیل کے خیالات۔

تربیت

تعلیم سے زیادہ ضروری شے ہے، بلا تربیت تعلیم بالکل بے کار ہے، اور
 بعض وقت عموماً نقصان کا باعث ہو جاتی ہے۔ علم کا کام طبیعت کو بوجھنا
 اور عقل و فراست کو تیز کرنا۔ اب اگر طبیعت میں بھلائی اور نیکی ہے تو
 علم سے ان خصلتوں میں اور ترقی ہوگی اور چار چاند لگ جائیں گے
 اور اگر برخلاف اسکے طبیعت میں شرارت مگر جھوٹ اور دغا، ہے تو
 تعلیم پانے سے ان بد خصلتوں میں قابل نفرت ترقی ہو جائے گی، خصوصاً

۱۰۳
ہماری معاشرت اسکی سخت متعاصنی ہے کہ لڑکیوں کی تربیت پر خاص توجہ
کئے بدوں صرف تعلیم دنیا ان کے حق میں اور آئندہ شریک زندگی کے
حق میں نہایت مضر ہے۔

مری نظر میں اس وقت مثیلاً۔ چند مثالیں ہیں جو ایک حد تک
بالکل صحیح اور تجربہ میں آئی ہوئی ہیں ایک لڑکی بالکل ناخواندہ ہے شادی ہو کر
سرال میں آئی، ساس ننڈیں بھی جاہل مطلق، قاعدہ کے مطابق کچھ
عرصہ بعد ساس بہو میں کچھ جھگڑا شروع ہوا، ساس جاہل، بہو بھی جاہل
خوب جوتوں میں ڈال بیٹی۔ اس کے بعد اکیدن ساس بہو سے گھونگٹ
نکال کر چلتی، اور بہو الگ الگ اکیدن کے عرصہ میں فاقہ جھیلتی تیرے
دن ساس بہوؤں میں خود بخود میل ہو جاتا۔ دونوں میں کوئی بخش
اور کدورت باقی نہ رہتی۔ شوہر بالکل الگ رہتا کیونکہ سمجھتا تھا کہ دو لڑکیاں
ایک سار ہیں نہ کوئی کم نہ کوئی زیادہ کیوں بول کر دل کو جلاؤں

دوسری مثال۔ ایک لڑکی جس کی پرورش جاہل کنڈہ مائیں
ماں کے پہلو میں ہوئی۔ ہر وقت ذلیل نوکرائیوں میں صحبت رہی۔
تربیت کی طرف مطلق توجہ نہ کی گئی مگر باپ کے دلی شوق کی وجہ سے
تعلیم حاصل کرنے کے واسطے زمانہ اسکول میں داخل کی گئیں حرف شناس
ہو کر یا تو خرافات ناول پڑھے یا اخباروں میں آزادی نسواں اور

حریت نسواں کے مفہامین دیکھتے ہیں جس سے خود سری اور بے باکی پیدا ہو گئی اور اپنے آپ کو سب دنیاوی پابندیوں سے بالکل آزاد کر لیا۔ غریب جاہل لوگوں میں بالکل بے حقیقت ہو گئی اب ایسی حالت میں بھلائی اور برائی سے کون آگاہ کرے غرض سوائے تعلیم کے اخلاق سے بالکل محروم رہی۔ تیزی۔ جھوٹ۔ خود پرستی، آزادی، بے باکی، غرض سب بری خصلتوں سے مزین، چونکہ اسکول کی تعلیم یافتہ تھیں لہذا نہایت لائق اور تعلیم یافتہ۔ خٹلمین سے شادی ہو گئی۔ گھنڈوستانی معاشرت کی مجبوری سے کچھ عرصہ تک سرال میں رہنا پڑا۔ سرال کی تھوڑی بہت پابندی سخت ناگوار ہوئی، شوہر کو علیحدہ ہونے پر روز دیا۔ ہزاروں جھوٹی باتیں ساس نندوں کے سر بھوپیں۔ کھانا پینا۔ چھوڑ دیا زندگی اجیرن کر لی، غرض شادی سے چار ماہ بعد میاں بیوی علیحدہ ہو گئی کرایہ پر لے کر رہنے لگے۔ کم عمر اور نا تجربہ کاہلی کی وجہ سے خانہ داری میں سخت دقتیں پیش آئیں تمام تنخواہ نوکروں کے ہاتھوں صرف ہو جاتی مگر پورا نہ پڑتا۔ غریب شوہر سخت پریشان، آمدنی سے بڑھا ہوا خرچ پھر بھی فراغت اور رونق نہیں۔ لاچار اپنی بڑی ہمشیرہ کو مہمان بلایا۔ مگر تعلیم یافتہ لیکن تربیت سے کوری بہاوج کو اپنی شخصیت میں نند کا دخل سخت ناگوار ہوا اور دل میں ناپاک خیال

باندھ لیا کہ یہ سب حسن انتظام محکوم شوہر کی نظروں سے گرانے کیلئے دکھا رہی ہیں لہذا بجائے تجربہ چال کرنے کے نند سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی اور خانہ داری سے جدا ہو گئیں۔ شوہر سے کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی اندر ہی اندر رنج اور حلق برداشت کرنے سے صحت خراب ہو گئی نند کی آمد سے ذرا گھر کا انتظام درست ہوا تھا۔ اور شوہر کو کیسوی چال ہوئی تھی کہ بیوی کی علالت نے پریشان کر دیا۔ نند عقلمند تھی سمجھ گئی کہ میری موجودگی بھاءج کی علالت کا موجب ہے۔ لہذا کوئی حیلہ کر کے بھائی سے گھر جانے کی اجازت لے لی۔ آخر شوہر نے بیوی کا خاطر سے عزیز واقارب بہن بھائی ماں۔ باپ سے علیحدگی اختیار کی۔ اب اگرچہ بیوی خوش تھیں مگر شوہر سب کہنے میں کم وقعت ہو گئے اور حقیقی مسرت سے محروم۔ ساس۔ نند تعلیم کا نام بدنام کر تیں۔ مگر افسوس کوئی یہ خیال نہ کرتا کہ یہ سب خرابی ترکیت نہ ہونے کی وجہ سے البتہ بالکل جاہل ہوتی تو باتیں بنا کر شوہر کے دل پر اثر ڈالنا تھا یا اور قابو میں اندر ہی اندر آگ سلگا دینا آپس میں تفرقہ ڈلوا دینا نہ آتا۔ مگر کھلے بندوں لڑنا۔ جھگڑنا۔ منہ در منہ گالیاں دینا۔ جادو ٹونے کرنا یہ باتیں نہ ہوتیں۔ غرض نتیجہ ایک ہے۔

اُمّت الغریبہ

بنت مولوی محمد خلیل اللہ صاحب مددگار رحمہ اللہ نگذاری
 صدیر آباد کن ایک مغز علمی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ ابتدا ہی
 تعلیم اپنے والد کے پاس پائی رہیں۔ اور اردو فارسی کی مستداولہ
 کتابیں ختم کر نیکی بعد عربی شروع کی۔ اپنے خداداد ذہن اور حافظہ
 کی بدولت جلد لائق ہو گئیں کہ اسلامی علوم و فنون کا انکے اصلی
 عربی ماخذوں میں مطالعہ کریں شادی کے بعد پندرہ برس تک
 ایک یا محبت شوہر کے ساتھ رہیں۔ اسکے بعد ایک لڑکے اور تین
 لڑکیوں کے ساتھ بیوہ ہو گئیں۔ مگر کیے بعد دیگرے یہ بھی داغ مفارقت
 دے گئے اور اب صرف ایک پندرہ سالہ لڑکی اپنی تقریباً ۵۵ سالہ
 ماں کی تسلی کا باعث ہے۔ متعیناً اللہ بطول عمر ہائے آپ کو استدا
 ہی سے مطالعہ کا شوق تھا اور بیوگی کے بعد سے وہ واجد کام لگیا
 آپ کو فقہ سے خاص دلچسپی ہے اور ہر نامی ایک عربی فقہ

۱۰
 شافعی، کتاب کا چار ضخیم جلدوں میں اردو ترجمہ کیا ہے اسکے علاوہ
 الفرج بعد الشدہ، نامی ایک فارسی اخلاقی قصوں کی کتاب کہا
 جو قومی تعمیر میں بہت موثر ہو سکتی ہے ترجمہ کیا ہے۔ یہ بھی کئی صفحات
 پر مشتمل، اسکے علاوہ غربت کی وجہ سے نادار عربی کتابوں کی نقلیں
 لے کر ریاستی کتابیں خرید کر قیمتی عربی کتابوں کا کتب خانہ فراہم
 کیا ہے مختصر یہ کہ فارسی اور عربی کی ایک شہتی طالبہ ہیں اور فقہ و حدیث
 میں خصوصیت رکھتی ہیں اور اپنے خاندان کی عالم خاتون ہیں۔
 عربی اور اردو تحریر پختہ اور خوش خط ہوتی ہے۔ آپکو تاریخ اسد
 از برہے، خصوصاً، خیر القرون، قرن راشدہ،، بنی امیہ، بنی عباس
 کے متعلق مطالعہ نہایت وسیع ہے اور اردو فارسی کے علاوہ عربی
 کی کئی ضخیم کتابیں بھی دیکھ چکی ہیں۔ ان دنوں تصوف اخلاق
 کی مشہور کتاب، لطائف الشرفی کا اردو ترجمہ کر رہی ہیں اور
 ہدایت الناظرین، ایک فقہی کتاب کی تین جلدیں مکمل کر چکی ہیں۔
 اور بقیہ کام جاری ہے اس آخری کتاب کے کچھ اقتباسات
 دینے سے اسکی نوعیت کے علاوہ طرز تحریر بھی معلوم ہو سکتا ہے،
 مذہبی تعلیم میں سب سے مقدم اور اہم فقہ کا جاننا ہے خدا متعا
 اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت بغیر اسکے نہیں ہو سکتی۔

نمازیں گے اسکے صحیح مخفیں، روزہ سوائے اسکے صحیح نہیں۔ حج و زیارت
 اور دنیاوی معاملات بیع و شراء وغیرہ کیلئے بھی اس کا جاننا اہم
 اور لازماًت سے ہے غرض عبادات ہوں یا معاملات سب امور کا
 اہتمام اسکے بغیر ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن شریف اور حدیث نبوی
 صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا و مجمع بھی فقہ ہے اور ہم لوگ ہیں کہ اس سے
 محض غافل اور اپنے فرائض منصبی سے نا آشنا فقہ ثانی میں بحر ریاض النہال کے جو ایک
 داد الامام العلماء مولوی صبغة اللہ صاحب نے ۱۲۵۲ھ میں تالیف
 فرمائی ہے احتراماً، اس اہم کام کی جرات نہیں کیونکہ آپ اپنے کو اس
 کی اہل نہیں سمجھیں۔ زیادہ تر اس وجہ سے بھی سخت
 اور ناممکن خیال کیا کہ لفظی ترجمہ یا مطلب بغیب نقل نہیں ہونا چاہئے
 بلکہ کسی شرح سے استمداد ہوا اور بانیہ مطالب مسائل ضروری لکھا جائے
 جو مطالب معنی المحتاج الی معرفتہ معانی الفاظ المحتاج
 للعلماء الشیخ محمد الشرنوبی میں تھے ان کو صند تحریروں لائے لگیں اور
 اکثر مواقع میں تحفۃ المحتاج شرح المہندج تالیف ابن حجر الشہیمی
 اور اس کا حاشیہ تالیف عبد الحمید شروانی اور
 کتاب سربانج انتخاب تحفۃ المحتاج ترجمہ حضرت قاضی مولوی غلام احمد صاحب
 تیلیانی (مدرس مدرسہ جامعہ مسجد دہلی) سے مطالب کو زیادہ

کیا گیا اور اس کا نام ہدایت الناطرین، ترجمہ منہاج الطالبین
 رکھا گیا۔ دیگر۔

کتاب العلاء۔ نماز کے بیاں میں

مسئلہ۔ مکتوب یعنی فرض عین نمازیں ہر ایک ن اور رات میں
 پانچ ہیں۔

(۱) ظہر۔ ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے کے بعد سے شروع
 ہوتا ہے۔ یعنی آفتاب کا آسمان کے نیچ سے ڈھلنا۔ سکھو ظاہر ہو نیکی
 اعتبار سے کام ہے نہ کہ دفع کے اعتبار سے۔۔۔ ظہر کے لئے
 چھ وقت ہیں۔

(۱) فضیلت کا وقت اور وہ اول وقت ہے
 (۲) جائز ہو نیکیا وقت یعنی پوری نماز اس وقت میں ہو نیکی گنجائش ہو
 (۳) ضرورت کا وقت (یہ آگے آگیا انشاء اللہ)
 (۴) حرمت کا وقت یعنی اس کا ایسا آخر وقت کہ جس میں نماز کی
 گنجائش نہ ہو اور کوئی عذر بھی نہ ہو۔ اگر چہ ادا دلفع ہو۔
 (۵) عذر کا وقت یعنی عصر کا وقت ظہر کو عصر کے وقت جمع کر لیا
 کے لئے۔

(۶) اختیار کا وقت یعنی وہاں تک تاخیر کرنے کا اختیار ہونے کا وقت اور وہ جائز ہونے کا وقت ہے۔ اسکی پہلی جلد کا خاکہ یہاں پیش کرنا مناسب نہ ہوگا جس سے مصنفہ کے مذاق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور چند عربی اشعار علم و محنت کی تعریف میں ہیں کاتب و (مالک) کا نام و نسب درج ہے۔ دیباچے میں حمد و لغت کے بعد علم دین کی فضیلت میں آیات قرآنی و احادیث نبوی اور آثار صحابہ و علما اور وجہ تالیف لکھی گئی ہے آخر میں ایک طویل عربی دعا اور مصنف کا نام و تاریخ ہے۔ پھر مختصر تذکرہ امام شافعیؒ ذکر امام رافعیؒ امام نوادیؒ رح ہے۔ پھر دو ضمیمے ہیں۔ پہلے میں امام نوادی کے اصطلاحات کی تشریح دوسرے میں خود مولف کے علامات اعراب ہیں بعد ازاں کئی سو صفحہ کی اصل کتاب جلد اول پر ختم ہوئی ہے جس کے آخر میں فہرست کتاب ہے۔

سلطانہ سکیم

بنت سید شاہ سمیع اللہ صاحب آپ ریاست اودے پور پور
 میں پیدا ہوئیں۔ ننیاں اور سسرال سب قدیم دلی کے باشندے ہیں
 آپ کے دادا امرا اکبر بیگ صاحب ریاست کوٹ میں وزیر تھے
 آپ کے شوہر اگرچہ پرانے طریقہ کے ہیں لیکن آپ کے یہاں علوم
 شرقیہ حاصل کرنے کا بہت شوق تھا چنانچہ آپ کی ایک بھوپتی
 عربی اور فارسی میں خوب بات چیت کر سکتی تھیں۔ اور فتنہ کو
 خوب سمجھ کر پڑتی تھیں آپ کے والد نے قرآن شریف کے ساتھ ہی
 اردو لکھنا پڑھنا بھی شروع کر دیا تھا۔ چونکہ آپ کے والد سید شاہ
 سمیع اللہ صاحب ریاست بالنواڑہ میں اعلیٰ عہدہ پر ممتاز تھے
 وہاں کام منہدی ناگری میں ہوتا تھا آپ کو بھی منہدی میں خط لکھنا
 سکھایا اردو سے زیادہ منہدی آپ کو آسان معلوم ہوا کرتی تھی۔
 گجرات کی حکایتیں جو آپ کو پڑھائی جاتی تھیں وہ ازبر ہو جاتی تھیں

آپ کے بچپن میں انگریزی اور حساب تیارخ جغرافیہ کا رواج نہ تھا
 سوائے معمولی گنتی سکھا دینے کے نہ لڑکیوں کے مدرسے تھے اگر مدرسے
 ہوتے بھی تو آپ کے والدین اور رشتہ دار مدرسے میں شرکت کے
 خلاف تھے۔ کیونکہ آپ کے ہاں پردہ کا بہت خیال تھا۔ ہر ایک
 بات خلاف شرع خیال کی جاتی تھی۔

آپ کو بچپن سے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا آپ کا دل چاہتا
 تھا کہ جس طرح بھائی مدرسہ جاتے ہیں آپ بھی مدرسہ جایا کریں
 جب چھوٹے بھائی مدرسے کی باتیں کیا کرتے تو وہ سنا کر آپ کو بھی
 شوق ہوتا تھا آپ پاس ایک چھوٹا سا گڑیوں کا گھر وندا تھا
 اس میں اندر کمرہ باسردالان صحن چوترے کے دونوں پہلوؤں پر
 صحنچیا تھیں۔ اس گھر وندے کو آپ نے اپنے مدرسہ کا شوق پورا
 کرنے کیلئے گڑیوں کا مدرسہ بنا لیا تھا۔ انگریزی گڑیوں کو استانی بنا کر
 بٹھایا اور دیسی گڑیوں کو انکی شاگرد۔ چھوٹی چھوٹی کتابیں بنا کر
 ان کے ہاتھوں میں سی دی تھیں۔ تین کمرے تھے تین جماعتیں
 باقاعدہ بنی ہوئی تھیں۔ جو مہمان گھر میں آتے پہلے آپ کے مدرسہ کو
 دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ شادی کے بعد آپ کے بھائی محمد عنایت اللہ صاحب
 ناظم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے اخبار تہذیب نسواں

منگو کر دیا اور انگریزی پڑھانی شروع کی ان کے بعد ایک مس مقرر ہو گئی جس سے آپ انگریزی پڑھتی رہیں۔ لیکن انگریزی پوری طرح سمجھی نہیں آئی۔ کیونکہ چار پانچ مہینے پڑھی پھر چھوڑ دی۔

آپ کے خسر جناب مولوی ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء خاں بہادر اپنی تصانیف میں سے اخلاقی کتابیں اور چھوٹے چھوٹے تاریخی حاشا عنایت کئے ہمیشہ سے آپ کا دل تاریخی اور اخلاقی کتابوں پر لگتا تھا قصے اور ناول اپنی عمر میں آپ نے کم پڑھے ہیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے تہذیب انساں میں لکھنے کا شوق ہوا۔ سب سے پہلے سچائی، اور قدرتی نظارہ، پر مضمون لکھ کر تہذیب میں چھپوایا۔ آپ کے خسر نے اولن مفہام کو دیکھ کر مسرت ظاہر کی، خاص کر سچائی والا مضمون جو آپ کی تصنیف پڑ کر لکھا تھا۔

۱۹۰۱ء میں ملکہ وکٹوریہ کا مائٹی جلسہ ٹاؤن ہال دہلی میں منعقد ہوا تو آپ کی شادی ہو کر ایک سال ہوا ہو گا۔ آپ کے خسر صاحب نے آپ کو اور اپنی بڑی بہو کو جلسہ میں جانے کیلئے فرمایا اس زمانہ میں جلسہ میں جانا سخت عیب تھا۔ لاندھی خیال کی جاتی تھی۔ خاندان کی سب بیبیاں بہت خفا ہوئیں کہ لو چار دن کی بیاسی کو جلسوں میں بھیجتے ہیں۔ اذ کو کیا ہو گیا گل کو پردہ اٹھوا دیں گے۔ بہوؤں کو عیسائی بنائیں گے لیکن خسر صاحب

کسی کی نہیں سنی اور آپ دونوں جلسہ میں شریک ہوئیں، دہلی میں یہ پہلا عام جلسہ تھا۔ اور بھی گھرانوں کی بیعیاں آئی تھیں لیکن ڈرتی ڈرتی کہ عام طور پر آنا ظاہر نہ ہو جائے۔ اسی جلسہ کو دیکھتے سے آپ کو بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اس ہفتہ وکٹوریہ میموریل قائم کرنے کیلئے جلسہ قرار پایا۔ آپ کے خسر صاحب نے فرمایا کہ وکٹوریہ میموریل فنڈ کی تائید میں تم بھی ایک مضمون لکھو جب تجویز پیش ہو تو پڑھ دیتا۔ آپ نے اپنے خیالات کے موافق فنڈ کی تائید میں زمانہ شفا خانہ (جو کہ تجویز تھی) اوسکی خوبیاں بیان کیں اور خسر صاحب سے اصلاح کر اگر وقت مقررہ پر ایک ہزار روپیہ کی رقم فنڈ میں داخل کرنے کیلئے بسر کریں۔

نئے طریقے کی محفل۔ بہت بڑا مجمع۔ انگریز لیڈی کی صدارت مسئلہ سمیت کر کے مضمون پڑھا۔ جلسہ میں کئی لیڈیز سے ملاقات ہوئی اوہوں نے گھر پر آنے کو کہا آپ نے بلانے کا وعدہ تو کر لیا مگر خوشدامن صاحبہ کا دل میں خوف تھا کہ وہ کیا کہیں گی۔ کہ اچھا چھوٹی بہو کو جلسہ میں بھیجا۔ اور ملاقاتیں شروع کر دیں۔ پہلے تو زیادہ ملنے جلنے ہی کو برا سمجھتے تھے کہاں کہ انگریز لیڈیز دوست بنائی جائیں۔ جلسہ دیکھ کر آپ کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ ہم بھی

۱۱۵
 جلسے کر کے بیسیوں کو جمع کریں تعلیم پہلائیں۔ غزنی بگیم شیخ عبداللہ صاحب
 کو جو آپ کے بچپن کی پہلی تھیں۔ اور اونکی بڑی ہمیشہ صاحبہ سے
 ذکر کیا اور سب کا مشورہ ہوا اور شیخ عبداللہ صاحب سے کہا گیا
 شیخ صاحب پہلے ہی سے صیفہ تعلیم لنواں علیگڈھ کے سکریٹری تھے
 اونہوں نے یہ تجویز بہت پسند کی اور انجمن تعلیم لنواں، نام تجویز
 کر کے باقاعدہ قواعد بنائے انجمن کی صدر سکندر جان بگیم صاحبہ اور
 سکریٹری بگیم شیخ صاحب اور آپ قرار پائے۔

ہر مہینے کی پہلی کو انجمن کے جلسے ہونے شروع ہوئے۔ ہر جلسہ
 کی رونماد چھپر لقمہ ہونے لگی۔ دہلی کیا شاید تمام ہندوستان کی
 مسلم آبادی میں یہ پہلی انجمن تعلیم لنواں خاص زمانے ہاتھ نہیں
 پہلی انجمن تھی۔ آپ پر طرح طرح کی باتیں بنانی جاتیں یہاں تک کہ
 سب اسلام سے خارج سمجھ لئے گئے۔ ان باتوں سے بعض اوقات
 آپ بیدل ہو جاتیں۔ لیکن شیخ صاحب نے آپ کی ہمتوں کو کم ہونے
 نہ دیا۔ انہیں دنوں میں دہلی کے ایک میونسپل کمشنر نے کوشش کر کے
 لڑکیوں کیلئے ایک زمانہ مدرسہ کھلوا یا۔ آپ سب نے مدرسہ میں جا کر
 اوس کے ترقی کی کوشش کی۔ کچھ چنہ کر کے مدرسہ کیلئے ضروری سامان دیا
 ۱۹۳۷ء میں آپ اپنے شوہر کے ساتھ پشاور چلی گئیں۔

چھاؤنی میں قیام تھا۔ شہر کی بیسیوں سے بھی رفتہ رفتہ میل جول پیدا ہو گیا۔ یہاں بھی تعلیم کا رواج نہ تھا۔ اگرچہ شہر میں سیونلپی کے طرف سے ایک زمانہ مدرسہ تھا مگر کوئی لڑکی اس میں داخل نہیں ہوتی تھی۔ چھاؤنی میں تو مدرسہ تھا ہی نہیں ہاں سندھو لڑکیوں کیلئے دو کنیا پاٹ سٹا موجود تھے۔ پشاور میں جن بیسیوں سے کہا کسی نے مدرسہ میں مدد دینیکا وعدہ نہیں کیا بلکہ تعلیم نسواں سے یہ بیان ایسا گھبرائیں کہ ملنا جلنا تک چھوڑ دیا۔ آخر میں آپ نے خود مہمت کر کے مدرسہ کھول دیا کہ کم از کم تعلیم کا چرچا تو پھیل جائے گا۔ دو استانیوں کا انتظام کیا اور اپنے بنگلہ کے دو کمرے مدرسہ سے کیلئے خالی کر دیئے بہت سی کوشش سے پچیس تیس لڑکیاں جمع ہو گئیں سوائے چار پانچ شریف لڑکیوں کے باقی تمام باہر بھرنے والی داخل ہوئیں۔ پڑھائی شروع ہو گئی۔ ابتدا خدا کی شکرگزاری والی منظم سب لڑکیاں ملکر پڑھتیں۔ پڑھائی ختم ہونیکے بعد سب پہاڑے اور گنتی یاد کرتیں۔ قرآن شریف۔ اردو حساب سلامتی عرض امید سے زیادہ کامیابی کے ساتھ مدرسہ چلا۔ جب تک آپ پشاور میں رہیں لڑکیاں برابر آئیں اور جب ہٹی آنا ہوا تو لڑکیاں مدرسہ آنا چھوڑ دیتیں۔ باوجود تاکید کے لڑکیوں کے والدین کہتے کہ ہم استانیوں کے بھروسہ پر اپنے بچوں کو نہیں بھیجتے۔ اس

غلط خیالی نے آپ کو بہت تنگ کر دیا۔

۱۹۰۶ء میں جب آپ ہٹی آئیں تو وکٹوریہ میموریل ہسپتال تیار ہو کر کھل گیا تھا اوس کے دیکھنے کو آپ بھی گئیں وہاں اتفاق سے سیول سرجن مس سہراب جی جو اب منسٹر فیل ہیں ڈاکٹر ہو کر آئی تھیں ان سے ملاقات ہوئی اور ملنا جلنا دعوتیں ہونے لگیں۔ آپ نے ان سے تعلیم نسواں کے پھیلانے کا ذکر کیا۔ اوہوں نے مشورہ دیا کہ ایک لیڈر، کلب بناؤ اور سب مذہب کے سیویں کو شریک کرواؤ مکی صلاح آپ کو پسند آئی اور اسی ہفتہ میں تیس چالیس ممبر جمع کر لئے کلب کی صدر سکندر جہاں بیگم صاحبہ اور سرکری آف قرار پائیں۔ داخلہ چندہ رجسٹر میں باقاعدہ درج ہونے لگا۔ کئی قسم کے کھیل بظفا صحت، تعلیم نسواں پر لکچر ہونے لگے۔ اور بار وفاق کلب زمانہ ہسپتال میں بن گئی۔

۱۹۱۱ء میں آپ کے شوہر سپرنٹنڈنٹ انجنیر ہو کر ریاست میں وہاں تنہائی کی زندگی سے آپ اکتا گئیں کوئی بال بچہ تو تھا نہیں۔ دفتر کا کام آئے دن کے دورے۔ تمام دن روزانہ اخبار مبنی تنہا مشغول رہا تھا۔ طرابلس کی لڑائی ختم ہو چکی تھی، قسطنطنیہ میں جنگ کے شعلے بڑھنے شروع ہو گئے تھے۔ اسلامی سلطنت کے تباہی و بادی کے

حالات پڑتے پڑتے بعض اوقات آپ گھبرا جاتیں۔ آخر وہاں بھی ایک کلب قائم کی ریاست کی لیڈی ڈاکٹر اور بہت سی خواتین شریک ہو گئیں وہاں لڑکیوں کا ایک مدرسہ تھا اور اسکی ڈیپارٹمنٹ کو ممبر بنایا اور تعلیمی سلسلہ بھی کچھ شروع کیا، غرض وقت اچھا گزرنے لگا ریاست کی ہر بائیس بیگم صاحبہ کو خبر ہوئی اور انہوں نے آپ کو یاد فرمایا۔ اکیروز گاڑی اور خادسہ آپ کے لینے کو آئی اگرچہ کہ آپ کو بیگم صاحبہ سے نیاز حاصل کرنے کا شوق تھا، اکثر بیگمات سے آپ ملتی رہتی تھیں۔ ریاست جزیرہ حبشان بھی آپ دیکھنا چاہتی تھیں کہ یہاں کی بیگمات کا طریقہ کیا ہے اور لباس کیا ہے، عہدی عہدی تیار ہو کر قلعہ میں گئیں کمن نواب صاحب تو رہتے ہی نہ تھے اور کوئی محل میں داخل نہ ہو سکتا۔ پردہ ہی پردہ تھا۔

عالیشان محل میں موتیوں اور جواہرات کے زیورات پہنے ہوئے سونے کے ڈنڈوں کے شامیانے کی منچ سوئے کی پینگری پر جو کہ قالین کے فرش پر بھی ہوئی تھی، ایک بیگم صاحبہ بیٹھی ہوئی تھیں جب آپ قریب گئیں تو کھڑے ہو کر بہت اخلاق سے ملیں اور اپنے قریب کر سی بیٹھنے کو دی، آپ نے بیگم صاحبہ سے معافی مانگی کہ، آپ کے ہاں کے قاعدہ کے موافق مجھ کو سلام کرنا نہیں آتا، دریاست میں سلام کا

یہ قاعدہ تھا کہ آنے والے بیگم صاحبہ کے گھٹنوں تک اپنے دونوں ہاتھ لیجائیں بیگم صاحبہ اپنے دونوں ہاتھ ان کے ہاتھوں سے ملا دیتی ہیں پھر سید ہا ہاتھ اپنے اپنے سینوں پر رکھ لیتے ہیں پھر مزاج پرسی کرتے ہیں) بیگم صاحبہ نے فرمایا کیا ڈر ہے، آنے والوں کو کیا خیر یہ اوہنوں نے اپنی بولی میں کہا، صاف تو آپ کی سمجھ میں نہ آیا پھر بھی مطلب سمجھ گئیں اسی طرح انکی بات چیت سے آپ مطلب اخذ کرتی ہیں بیگم صاحبہ کو دہلی بہت پسند تھی وہاں کے حالات تو جھتی میں بیگم صاحبہ کو آپ کے دہلی کے وضع کار یور اور لباس کی وضع قطع بہت پسندانی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بیگم صاحبہ آپ کو حقیقی بہنوں کی طرح سمجھنے لگیں آپ سے زیادہ آپ کے بچوں سے محبت کرتی تھیں اور انکو آپ کے ساتھ آنے بھی نہ دیتی تھیں۔ سارے شہر میں مشہور ہو گیا کہ محل میں آپ کی ہی حکومت ہے، اور لوگ آپ سے جلنے لگے، بیگم صاحبہ عالیہ جیسی بڑی ریاست کی ملکہ تھیں ویسی ہی ادھنیں منکسر المزاجی اور اخلاق تھا، جو اچھی بات کہی جاتی تھی فوراً عمل کرتی تھیں ہر ایک مشورے کو سوچ کر فوراً اچھی بات کی تہ کو پہنچ جاتی تھیں۔ اور اوس کو ایسی مضبوطی سے اپنے دل میں جمالیتی تھیں کہ کسی کی مخالفت ان پر اثر نہ کرتی تھی، شروع میں اردو لکھنے پڑھنے کا شوق ہوا استانی

بلائی گئی۔ پڑھنا، لکھنا چند مہینوں میں سیکھ لیا۔ اگرچہ پہلے بھی پڑھ سکتی تھیں مگر اردو بولنے کی مشق نہ تھی، اخیر میں یہاں تک کہ لباس میں رہنے سہنے کے طریقے میں زیور کے بے قاعدہ استعمال غرض سب میں اصلاح کر لی۔ چند مہینوں میں اردو ایسی شائستگی اور روانی سے بولنے لگیں کہ آپ سب اولن کا منہ دیکھتے تھے اخبارات کی شوقین تعلیم کی شائق ہو گئیں، زمانے مدرسوں کی امداد فرماتی تھیں ہر ایک عورتوں کے کاموں میں عطیے بھیجتی تھیں۔ مگر گناہ، اپنے خاندان کے بچوں کی تعلیم کیلئے ایک صاحبزادہ اسکول قائم کیا۔ اسی میں بورڈنگ ہاؤس رکھا کہ تعلیم کے ساتھ اولن بچوں میں تربیت بھی ہو دہلی سے ماسٹر بلائے گئے، محل میں ایک پرنس کلب، قائم ہوئی ہر روز کھیل ہوتے تھے۔

خود غرض اور خوشامدی خادماؤں نے جو آپس میں فساد ڈلو اٹھو وہ سب آہستہ آہستہ کم ہونے لگے اور کلب کی ممبر شکر سب انکی عسریز کہلاتی تھیں۔ یہ سب کو خوشیں کی لیکیں انکی زندگی نے وفانہ کی اور حد ہزار افسوس کہ سینکڑوں حسرتیں دل میں لیکر اس جہان فانی سے بے وقت رخصت ہو گئیں، خاصکر اپنی پیاری بچی کو ہمیشہ کے لئے غمگین کر گئیں۔

خدا نے تعالیٰ بچی کی عمر میں برکت دے،

پھر ۱۵ سالہ میں آپ نے اپنی بچی لغیمہ سلطان، کے نام سے دہلی میں
 لغیمہ مدرسہ کھولا لیکن کچھ دنوں بعد آل انڈیا مسلم لیڈر کا کنفرنس فنڈ
 علیگڑھ سے بلیک صاحبہ شیخ عبداللہ نے (عہ) روپیہ ماہوار مدرسہ کی
 امداد میں دینے شروع کئے تو اس مدرسہ کا نام بدل کر ”اسلامیہ زنانہ مدرسہ“
 ہو گیا۔ کئی سال کامیابی سے چلا۔ چالیس پچاس لڑکیوں کی اوسط تھی
 آخر وہ بھی بند ہو گیا۔ آپ کا ایک جگہ قیام نہ ہونے سے آپ کے قائم کئے ہوئے
 چیزوں میں قیام نہ ہونا تھا لیکن اب کئی سال سے آپ دہلی میں ہیں۔
 ۱۹۲۵ء میں جو الیڈر کلب قائم ہوئی تھی وہ ابھی تک دن بدن
 ترقی کر رہی ہے۔ زمین حاصل کر لیکئی ہو انشاء اللہ جلد کلب کی عمارت بھی
 بن جائیگی۔ کلب کی باضابطہ مطبوعہ رپورٹ سالانہ پبلک کی آگاہی کیلئے
 شائع ہوتی ہے۔ جسکی ترتیب کی ذمہ داری آپ ہی کی ذات پر ہے
 آپ کی ایک لڑکی کوئین مری اسکول، میں تھروڈل میں پڑھتی ہی
 لڑکا ابھی جو تھی جماعت میں داخل ہوا ہے۔

عباسی حکیم

آپ کے ادبی دور کو شروع ہو کر ایک چوتھائی صدی ہوتی ہو
 تمام عمر اردو ادب کو نظم و نشر سے مالا مال کرتی رہیں جس کا مقصد
 وحید عورتوں کے توائے ذہنیہ کو اُبھارنا تھا۔ آپ شمالی ہند میں
 اپنے معاصرین سے کچھ کم مشہور نہ تھیں۔ اخبارات میں مضامین شائع
 کر کے قارئین کیلئے ضیافت طبع کا سامان بہم پہنچاتی رہیں آپ کی
 دماغی پیداوار حضورِ مسلم خواتین کیلئے ہمیشہ بہا جو اہرات ہیں
 آپ کے مضامین ناولس، نظم اور وہ خطوط جو ادبی دوستوں کو لکھیں
 بلند خیالات وسعت و معلومات سے پر ہیں ایک زمانہ گزرنیکے بعد
 ان میں سے کچھ کلاسکس کا درجہ حاصل کریں گے اگرچہ آپ کی تصانیف
 نیا آموزہ ہیں۔ لیکن اوسیں دلچسپی کی کمی نہیں قارئین محسوس کر سکتے
 ہیں کہ خشک اخلاقی مضامین میں غنیمتی شگفتگی پیدا کی ہے۔ آپ کی بہن جو

خود بھی اچھی لکھنے والی ہیں۔ خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ اڈیٹر تہذیب اور مشہور و معروف شاعر احمد حسین شوکت میرٹھی آپ کے کمالات کے معترف ہیں اپنی بہنوں کے مقابلے میں آپ نہ صرف بحیثیت شاعرہ اور مصنفون نگار ہونے کے امتیازی درجہ رکھتی ہیں بلکہ علمی حیثیت سے آپ کو نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ آپ کا نام (گل صحرا) کیوجہ سے ہمیشہ سنگت رہیگا۔ جو آپ کا شہ کار اور بقائے دوام کی سند رکھتا ہے جس کا مطالعہ قارئین کو ادبہارنے والا اور فلسفیانہ غور و فکر کے لئے سامان فراہم کرنیوالا ہے اس کتاب میں کشاکش حیات دنیوی مصائب و آلام کا ایک خاصہ سیر میں اظہار کر کے ہمارے جذبات کو پاک صاف کرنے کی کوشش کی ہے اگر انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا جائے تو بوجہ قبول ہوگا اور بلاشبہ ان کو مارگرٹ مکنی کول کی تصنیف خواتین کی نظموں میں ممتاز جگہ ملے گی۔ آپ کے تصانیف کا ذکر کرنے سے پہلے اپنی جنس کے نوجوان طبقہ کو آپ کا جو پیام ہے وہ معلوم کر نیکی لائق ہے آپ ادن ناول نویسوں کے طبقہ سے تھیں جس کی کوشش اپنے زمانہ کے طبقہ نسوان کو روشن خیال بنانے میں صرف ہوئیں۔ آپ نے مسلم معاشرت کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالی ہے۔ مثلاً ازدواج بلا محبت پردہ، (جو جسمانی اور دماغی خرابیوں کا باعث ہے) دولت کی سادگی، مناکحت بلا سکا طسن و سال نیز آپ نے ایک مستقل طور پر معاشرتی

۱۲۴
 خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جو آپ کے طبقہ کی عورتوں میں سرایت
 کر گئی تھیں، تعلیم نواں اور پردہ کی نسبت آپ کا پیام حقیقت میں
 نہایت مؤثر تھا۔ آپ کی ناولوں کا پچوڑ، وفاداری، عصمت، فرمانبرداری،
 آپ نے اپنی بہنوں کو اپناشن اور دنیا میں ہستی انسانی کے ضرورت کے
 سمجھنے پر روز دیا ہے۔ اپنی ناولوں کے ذریعہ اچھی زندگی اچھے خیالات
 اچھے کاموں کے نسبت عوز و فکر کرنے کا موقع دیا ہے۔ اپنی نظموں کے ذریعے
 شیعہ و سنی کے اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جس سے آپ کے
 کم تعلیم یافتہ بہنوں کے غلط فہمیوں کی بہت کچھ اصلاح ہوئی۔ آپ کے قصائد
 جہاں کہیں پڑھے گئے روشن خیالی پیدا کرنے کے موثر ہوئے۔

آپ کی بڑی زبردست خدمت، پردہ کے متعاصب حامیوں کے
 خلاف دانشمندانہ تحریک پر مشتمل ہے۔ جہاں کہیں رہیں نہایت سنگفہ
 مزاجی سے مخالفتوں کا مقابلہ کیا آپ کے مخلص اور مہر دانہ مشور و سک
 آپ کی بہنوں کو پردہ کے جائز حدود کا امتیاز پیدا ہوا۔ اس طریقے سے
 آپ نے پردہ کے تاریک پہلو کو دور کرنے کی سعی کی یہاں یہ بات ظاہر کر دینا
 مناسب ہے کہ آپ قطرہ کی گرویدہ تھیں۔ آپ کی ناولیں حسین مرزا رول
 کہ سچا مرقعہ ہیں۔ بحیثیت شاعر، آپ کے کلام میں سوز و گداز خیالات میں
 بلند پروازی ہے، صحر اکا پھول، ایک الہامس تاملش ہے سا زلال اسطفا

محبوب ال میں اہم عنوانات پر آپ نے مضامین لکھے جو عام طور پر اور
 سر شیخ عبدالقادر کی نظروں میں پسندیدہ ثابت ہوئے۔ تہذیب
 ظل السلطان، مخزن، خاتون الزمانہ کے اڈیٹروں نے وقتاً
 فوقتاً آپ کے بیش بہا مضامین پر پسندیدگی کا اظہار کیا ہے یہی سائل
 شمالی ہند میں آپ کی شہرت کا سبب ہوئے ہیں۔ آپ کی تصانیف اکثر شائع
 ہو چکی ہیں اور بعض زیر طبع ہیں۔ آپ نے دو لڑکیاں چھوڑیں ہیں آپ کے
 رفیق حیات جناب سید محمد اسماعیل صاحب وظیفہ یاب مددگار تعمیرات
 حیدرآباد دکن اسوقت مدراس میں مقیم ہیں اور وسیع النظری اور
 آزاد خیالی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ آپ کی بڑی صاحبزادی
 جو کاظم علیہا صاحب الفاضل ڈپٹی کلکٹر کی اہلیہ ہیں وسیع النظری اور
 اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور چھوٹی سس جناب اسماعیل دنیائے صحافت
 میں خاصی شہرت رکھتی ہیں اور اپنی والدہ محترمہ کے نقش قدم پر
 جادہ پیمائیں۔

نوٹ:- حالات متذکرہ ہمیں انگریزی میں موصول ہوئے جو سبب سے
 ترجمہ کر کے درج کر دیئے گئے ہیں۔ نہایت تاسف سے کہنا پڑتا ہے
 اخاتون محترمہ متذکرہ کی ترتیب کے دوران ہی میں بمقام مدراس
 سہ ماہی میں انتقال کر گئیں۔ اِنَّ اللہَ وَاِنَّ الیہِ راجعون۔

۱۲۶
ذیل کا مضمون مرحومہ کے نذر تخیل کا ضامن ہے۔

ہندو عورت کے جذبات کملا تو جھبا کیوں گئی !!

”کملا تو مر جھا کیوں گئی؟“ میری چند روپ کملا! تو نڈھال کیوں ہو گئی؟ میں سداہن سے پوچھو گئی امراد سنگھ ترے پتی سے پوچھو گئی کہ تجھے کس نے مر جھایا۔ کس نے دکھ دیا، کملا کمزور لہجے میں، میری ماما میری گنگا دیسی، میری بھگیرتی، آہ یہ مجھ سے نہ پوچھ۔ میں مر جھا گئی تو اس کا سبب بھی تھا۔ بہار پر خزاں مسلط ہے۔ چاند پر بدلیاں بھی محیط ہوا کرتی ہیں۔ میری مان! آہ مجھ سے نہ پوچھ،

ماں نے کہا، آہ نہ پوچھو! کیوں کر نہ پوچھو! کیسے برداشت کرو! ہائے کس نے میری کلی کو مر جھا دیا۔ اے انصاف کے دیوتا! میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں بتاتی، تم جواب دو، میری کملا تو نازک کلی تھی، پتی برت دھرم زبان کو روک رہا ہے، ماں تم مجھے مجبور نہ کرو، کملا نے اپنے دل کو ہاتھوں سے دبایا، ماں کی گود میں سر کلھکر

ماں، آتش رقابت کی جگر خراش آہیں تیرے سینہ سے نکل کر
 میرے جسم و روح کو پھونک رہی ہیں۔ تری حسرت بھری آنکھ داتاں غم
 کی تمہید کھ رہی ہے۔ پھر میں کیوں نہ پوچھوں کہ کبھے کس نے مرجھا لیا ہے؟
 کھلا، کا تھرتا ہاتھ کھ رہا تھا کہ اسکی خدش دل نے اسکے پورے جسم پر
 محیط قبضہ کیا ہے سنہری ساڑی کا آنچل ڈھل کر زمین پر آ رہا تھا
 اس کے لب مرعش ہاتھ میں ایک کھلا ہوا خط تھا جسکو وہ اس نظر سے
 دیکھ رہی تھی کہ گویا اس کے ہر رگ و پے کا جذبہ و طاقت کہنیکہ اسکی
 آنکھوں میں آ گیا تھا، او بھگواں یہ کیا پڑھ رہا ہوں کیا مری کمزور
 نظروں کی غلطی ہے؟ نہیں۔ آہ ہرگز نہیں۔ پھر تو کیا یہ میرا نوشتہ تقدیر؟
 آدے آدے امر اسنگھ! آہ اے پتی! تم نے مجھے سخت دھوکہ دیا اکاش
 میری شادی کے پیشہ مجھ سو کہہ دیا ہوتا!

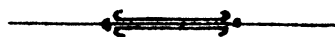
خواب امیدیں بند ہیں آخر ہوئی حراماں لضبیب۔ بدلیاں ٹھیں مگر
 بجلی کرانے کے لئے کیا اسکی خبر مانا اور پتا کو کر دوں؟ کیا وہ میری بگڑنے
 والی قسمت کو پھر ایک مرتبہ سنبھال لینگے؟ آہ نہیں اب اس سے کیا
 ہو سکتا ہے، پانی سر سے ادسچا ہو گیا۔ میں اب انکی نہ رہی بلکہ اس
 مری قسمت کے بگاڑنے والے نے قبضہ کر لیا،

پھر خط ادٹھا کر پڑھنے لگی۔ ”پریم ناتھ،“ افوہ یہ کون ہے؟

کیا میری خوشبو کی یہ بھی حصہ دار بنائی گئی ہے؟ رام رام۔ یہ کیا ہو گیا! آخریں نے کیا خطا کی تھی؟ مجھے اس طرح زندہ درگور کرنا ہی کیا ضرورت تھا؟ کیا میری بد نصیب ہستی ان سے شریک زندگی بنانے کی متمنی تھی؟ کیا کبھی میں نے ان سے ایسی خواہش کی تھی؟ اور نصیب! اب کیا کر دل! جاؤ یہ دنیا اچھی نہیں۔ یہاں کے بس نے ولے بادِ وفا اور سچے نہیں، یہ کہہ کر اس سے خطِ حفاظت سے رکھ چھوڑا۔

یہ مجھے چکر کیوں آ رہے ہیں؟ کیا میرے جذبِ ناسائیت میری ہستی سے ٹھکرائے جا کر غیر متذرعہ مجھ سے جدا ہو رہی ہے؟ آہ اے پتی تم نے مجھ سے سخت دشمنی کی، امراؤ سنگھ کمرہ میں خل ہو رہے تھے۔ انہوں نے صرف، آہ اے پتی، بسن لیا تھا۔ کمرہ کو بہوش پا کر ہاتھوں پر اٹھالیا۔ پلنگ پر لٹا دیا۔ دم بھر میں محل میں خبر ہو گئی۔ لیلادوتی۔ سانوری سدر۔ انبادیوی، ساتھ ہی ساری کینریں دوڑی۔ امراؤ سنگھ زرد ہو چکے تھے، انھیں تمام کے خیالات نے بدحواس آہ اے پتی، آخر کمرہ نے کیوں کہا کیا غشی سے پیشتر وہ مجھے پاس دیکھنا چاہتی تھیں، میری غیر حاضری میں کسی نے مرے حالات انہیں بتا دیئے ہیں جنکی انہیں برداشت نہ ہو سکی، امراؤ سنگھ نے دل سے کہا۔ جب بہوش آیا۔ امراؤ سنگھ نے کہا، کمرہ۔ میری غریبوی! کہو! آخر ماجرا کیا ہے؟

۱۲۹
اس نے خوبصورت آنکھوں کو کمزور اور اسے متحرک کر کے کہا آہ یہ مجھ سے
نہ پوچھو جائے مہاراج! میرے دل کی دوا نہ کیجئے۔ درد پہناں ہوز
نہانی میں راحت ہے۔ تڑپ میں سکھ پاتی ہوں۔



نور جمال ناز

ناز تخلص بنت مرزا علی محمد خان صاحب ماہ اکتوبر بمبئی میں پیدا ہوئیں
آپ قوم گل سے ہیں۔ آبائی وطن ایران ہے۔ آپ کے اجداد شیراز کے
سربراہ اور وہ لوگوں سے تھے جن کے حالات تاریخی حیثیت رکھتے ہیں
سب سے پہلے آپ کے دادا منشی علی اکبر خاں نے ترک وطن کر کے
قندھار کی معرکہ آرا لڑائی میں اہم حصہ لیا اور اسے فتح کر کے بمبئی میں
قیام پذیر ہوئے ان کا عقد قندھار کے وزیر اعظم کی صاحبزادی سے ہوا
تھا۔ آپ کے دادا مرزا حسین خاں نے اپنی جہلی آزادہ رومی کے عہد
حکومت کی ملازمت ناپسند کر کے سلاطین کا پیشہ اختیار کر لیا اور اپنے
فن میں بہت کچھ نامور ہوئے ان کے سب سے بڑے فرزند یعنی موصوفہ
کے پیر برزگولہ نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلنا مناسب تصور کیا اور وہ
اس وقت بمبئی کے قدیم ترین سلاطین میں شمار کئے جاتے ہیں صاحب موصوفہ

کچھ عرصہ قبل پبلک کاموں میں بھی پیش پیش رہے تھے میونسپل کارپوریشن کے وہ پریزیڈنٹ رہ چکے ہیں اور حال ہی میں بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بن گئے ہیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی مرزا علی اکبر خٹنا ایک عرصہ تک پراکٹس کرکے بنیت جج بمبئی ہائیکورٹ میں اس وقت کا زما ہیں آپ منتقل طور پر سنہ ۱۹۲۲ء تک بمبئی میں ملکیت ایران کے تو فصل بھی رہ چکے ہیں۔ ان سے چھوٹے بھائی مرزا علی رضا خاں صاحب ایم اے بیرٹرائٹ لا اب تک پراکٹس کرتے ہیں۔ آپ اپنے والدین کی اولاد اکبر ہیں۔ آپ کی ولادت بقول آپ کی والدہ کے نہایت مبارک ثابت ہوئی اور اس موقع پر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا گیا۔ چنانچہ سلطنت مغلیہ کی اوس اوالعزم تہی حسن نے شان ملکیت کے ساتھ ہندوستان کی زمام حکومت عرصہ اور اس تک نہ بھائی تھی یعنی ”نور جہاں“ کے نام سے آپ نام زد کی گئیں۔ تربیت و تعلیم کا نہایت عمدہ اور اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کیا گیا چنانچہ آٹھ برس کی عمر میں آپ نے قرآن شریف اور دوسری بہت سی ضروری اردو فارسی کی کتابیں ختم کر لیں۔ باوجود آپ کی والدہ کے مخالفت کے سنہ ۱۹۱۹ء میں آپ کے والد نے زنانہ (فوز) کانونٹ ہائی اسکول) میں شریک کر دیا۔ جہاں فرنیچ۔ لاطینی زبان کے تعلیم کا نہایت عمدہ انتظام تھا سنہ ۱۹۲۶ء تک یعنی جب آپ نے اسکول چھوڑا ہے۔ لٹریچر حساب

جغرافیہ۔ دستکاری۔ سائنس۔ نقاشی۔ موسیقی۔ اور حفظانِ صحت کی خاطر خواہ تعلیم پانچکی تھیں۔ جماعت اور امتحانات میں ہمیشہ سب سے ممتاز رہتی تھیں اور اکثر انعامات حاصل کئے ہیں۔ اسکول کی تعلیم کے دوران میں تعطیلات اور فرصت کے موقع پر گھر پر بھی تعلیم جاری رہتی تھی۔ اردو۔ فارسی۔ دینیات کے علاوہ گجراتی کی تعلیم بھی پائی ہیں۔ اور انگریزی تو ایسی بولتی ہیں گویا مادری زبان ہے پردہ کی پابندی کے باعث میٹرک کے امتحان میں شریک نہ ہو سکیں۔

اسکول ترک کر نیکے بعد سے آپ کا وقت زیادہ تر مطالعہ کتب انتظام خانہ داری، اور مصنونِ نگہاری میں صرف ہوتا ہے۔ اگرچہ مادری زبان فارسی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ اردو سے آپ کو بے انتہا شغف ہے اور اس میں شعر بھی عرصہ دراز سے کہتی ہیں، یوں تو فنونِ لطیفہ سے غیر معمولی دلچسپی ہے لیکن موسیقی سے خاص لگاؤ ہے ہر قسم کے ساز بجانا جانتی ہیں اور مختلف راگ راگینوں پر کافی عبور ہے فنِ موسیقی کی تعلیم کے لئے زیادہ تر اپنے طبعی لگاؤ اور فطری قابلیت کی رہین منت ہیں، ادب لطیف کا مطالعہ اور اس میں خامہ فرسائی طبیعت کو بہت بھاتی ہے۔ اپنے ماحول کے برخلاف طبیعت کی اوٹھان کچھ سطح ہوئی ہے کہ سادہ زندگی بہت مرغوب ہے۔ مغربی تعلیم اور تربیت کے

باد جو دندہ ہی رنگ بہت چڑھا ہوا ہے۔ قدیم معاشرت کی ایک بڑی حد
 ولادہ ہیں اور اپنا مقصود حیات خدمتہ خلق سمجھتی ہیں۔ زبان اردو
 کے تقریباً جملہ رسائل آپ کے پاس آتے ہیں جن کے علاوہ انگریزی
 رسائل اور اخبار میں بھی آپ کا وقت دیکھی سے گزرتا ہے، آپ کے مضامین
 ملک کے مختلف رسائل میں شائع ہوا کرتے ہیں ترتیب تذکرہ میں آپ
 کی اعانت نہایت موقع ہے ذیل کے اشعار ذوق شعری کے قمر غم کیف ہیں۔

دل مئی عشق سے لبریز ہوا خوب ہوا نور سے سینہ جو معمور ہوا خوب ہوا
 قتل کار یار نے اقرار کیا ہوا ہے؛ خوں بہانا اسے منظور ہوا خوب ہوا
 خاک ہم ہو تو گئے سوز نہانی ہو مگر سود ظن دل ہو تیرے دور ہوا خوب ہوا
 جوئے خوں چشم سے جاری ہوا ہے اک جگر میں مرے ماسود ہوا خوب ہوا

تو کہاں ہے؟

میں نے تری جستجو میں کائنات عالم کا ذرہ ذرہ جھاں ڈالا۔ فضل آباد
 میں، گلوں کی رنگینوں میں۔ غنچوں کی چٹک میں، بجلیوں کے تبسم میں،
 سچلوں کی خشری میں، دریائے پیچ و خم میں، سبزہ کی محویت میں
 فلک نیلو فر کے حجاب میں، سرخی شفق کی دلکشی میں۔ ستاروں کی تابنگی
 میں، تپش آفتاب میں، خشکی ماہ میں۔

لیکن آہ۔۔ تو کہاں ہے؟

صبح نسیم سحری جب مشردہ راحت لاتی ہے، میں تجھے ڈھونڈ سکتی ہوں
 شب میں شب نسیم جب سبزہ کو سیراب کرتی ہے۔ میں تجھے ڈھونڈ سکتی ہوں۔
 آفتاب جو وقت اپنے روئے منور سے نقاب شب اٹھاتا ہے،
 اور تاریکی عالم پر ضیا باری کرتا ہوا آتا ہے۔ میں تجھے ڈھونڈ سکتی ہوں
 ماہ شب افروز جب چادر نورانی سے مادر گیتی کو سنوارتا ہے۔ میں سمجھتی
 ہوں کہ تو آگیا۔

لیکن آہ ”تو کہاں ہے“

ظاہروں کے نعمتوں پر مجھے تیری آواز کا گمان ہوتا ہے، زمانہ
 کروٹ بدلتا ہے، موسم اپنے راگ نالتے ہیں، بادل گرجتے ہیں، بجلی
 چمکتی ہے، منہ برستا ہے، دھوپ نکلتی ہے، سردی پڑتی ہے، گرمی
 ہوتی ہے۔ میری آنکھیں صرف تجھے ڈھونڈ سکتی ہیں۔

لیکن تو کہاں ہے“

مطر پہ گارہی ہے، ساز بج رہا ہے۔ پیمانہ چھلک رہا ہے، اساقی مست
 محفل بدہوش ہے، میں تجھے ڈھونڈ رہی ہوں!

لیکن تو کہاں ہے“

اذاں کی صدا گونجتی ہے، نغازی بہر سجدہ ہیں، جھکنے میں ناقوس
 کی صدا ئیں بلند ہیں۔ بجاری بتوں کے رد و مدثرنگون ہیں لیکن میں

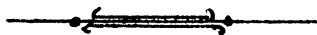
تیری جستجو میں محو ہوں،

بتا — تو کہاں ہے؟

اے مرے دل کے سکون۔ میری زندگی کے سہارے، میری تباہی کے مرکز۔ مرے خیالی انیس، اس سچ بتا کہ تجھے کہاں پاؤں، کہاں سے لاؤں
میری زندگی بیکار ہے۔ میری شمع عقل خاموش ہے۔ میرے ہوش پر آئینہ ہیں
مجھے بتا ہاں مجھے بتا اپنی مدد ہوش کر دینے والی آوازنا، اور بتا کہ
”تو کہاں ہے؟“

تیری پرستارنا تو اں ہے۔ حقیر ہے۔ اس میں سکت نہیں۔ قوت نہیں
کس طرح تجھے تلاش کرے تو ہی بتا کہ
”تو کہاں ہے؟“

میری بے چینیوں نے میرے دل کی آنکھوں کو روشن کیا۔ عقل نے اٹھا
کیا، اور میں نے اسے کائنات کے کشتے میں پایا۔ کائنات کی ہر شے نے
اپنی خاموش زبان میں کہا جیسے تو ڈھونڈ رہی ہے — وہ یہاں ہے۔



محمودہ عشر

بنت خواجہ محمد عبداللہ صاحب اختر بی اے تحصیلدار
 دینا نگر ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئیں۔ امرت سری ذات کے برہمن
 اور کشمیری اصل ہیں آپ کے بزرگ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں
 لاہور آئے اور پٹنہ کی تجارت کرتے تھے لاہور میں رہائش اختیار کی
 تعلیم کا سلسلہ گھر ہی پر رہا ابتدائی تعلیم والدہ سے پائی۔ بعدہ فرصت
 اوقات میں والد سے تعلیم حاصل کرتی رہیں۔ نہایت ذہین اور ذکی ہیں
 تحریر و ال اور دسچپ ہوتی ہے۔ نہایت وسیع معلومات رکھتی ہیں
 بحث مدلل ہوتی ہے آپ کی ایک چھوٹی بیٹی بھی ہیں آپ کے برادر بزرگ
 کرامت اللہ صاحب قمر اس وقت بی اے کے امتحان کی تیاری میں مصروف
 ہیں۔ ذیل کے خیالات آپ کی قابلیت کے شاہد ہیں۔ ترتیب مذکورہ میں
 آپ نے ممکنہ امداد دی ہے۔

بہ خدا اشارات

پردہ نہایت اچھی چیز ہے اور عورتوں کا زیور ہے لیکن پردہ وہی پردہ ہے جس کا مذکور قرآن میں ہے نہ کہ وہ پردہ جو اون مردوں نے رائج کر رکھا ہے جنکی عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

یہ پردہ تو بروئے توراۃ ابتدا میں فاحشہ عورتوں کا نشان تھا۔ یہودہ ابن یعقوب علیہ السلام کے حالات میں اس کا مذکور ہے یہ نہایت مذموم پردہ ہے اور مخالف اسلام ہے۔

مذموم پردہ کسی نہ کسی صورت میں عام ہے مثلاً اس بدتمت ہندوستان کو دیکھو ہمارے ہندو بھائیوں میں ذات پات کی کتنی سختی سے پابندی کی جاتی ہے یہی پردہ ہے کہ ایک ذات کا آدمی دوسری ذات سے علیحدہ رہے یہ اختلاط بروئے دہرم شاستر ممنوع ہے لیکن اسلام میں یہ امتیاز نہیں ہے قبائل اور شعوب کا امتیاز بلاشبہ فطری ہے لیکن ہوائے نفس انسانی نے او کو معیار فضیلت قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ اسکی عرض محض تعارف ہے جب ہم کسی شخص کی ولایت اور قومیت اور سکونت دریافت کرتے ہیں تو مدعا تعارف ہی ہوتا ہے ایسا پردہ شدھی اور سنگٹھن کی جڑ کاٹنے کے لئے کافی ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ بعض روشن دماغ ہندو اس بات پر زور

دے رہے ہیں کہ ذات پات کے قیام کے ساتھ چھت چھات کو ترک کرنا چاہئے
 منافرت جو احساس مغائرت سے پیدا ہوتی ہے انسانیت سے بعید و اگر ہندوؤں
 نے یہ مذہب پروردہ اٹھانے کی کوشش کی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انکے مذہبی
 عقائد پر بھی پسندیدہ اثر پڑے گا۔ انکے ہاں ذات پات کا امتیاز مسئلہ سنگین
 پر مبنی ہے جس کا مفہوم ہے کہ انسان اپنے کرم سے جنم لیتا ہے اگر اچھے کرم
 یعنی عمل کئے تو برہمن یا چھتری کے گھر پیدا ہوگا، اور اگر برے کام کئے تو شودر
 کے ہاں جنم لے گا اس طرح کرم کے مطابق مالدار اور مفلس اور مغز اور ذلیل
 انسان پیدائش سے ہوتا ہے اسلئے اگر ہندوؤں نے ذات پات کے ساتھ
 چھت چھات کو ترک کر دیا تو وہ اسلامی عالم گیر اخوت کو تسلیم کر لینگے۔

بلاشبہ انسان اپنے اعمال ہی سے مغز اور ذلیل ہوتا ہے اور اصل
 تک ہمارا ہندوؤں سے اتفاق ہے لیکن فی الحقیقت پیدائش کا اس سے
 کچھ تعلق نہیں۔ اگر یہ نظریہ اصولاً صحیح ہوتا تو جنہیں ہندو شودر کہتے ہیں
 ان میں سے کوئی مغز نہ ہوتا اگرچہ حکومت کے بل بوتے پر شودروں کو برہمنی
 زمانہ میں آریہ ہندوؤں نے کبھی ابھرنے نہیں دیا لیکن آج وہ ترقی کر رہے
 ہیں اور مغز و عہدوں پر ممتاز نظر آتے ہیں ہندوستان کے شودروں
 پر ہی کیا موقوف ہے ہندوستان کے باہر بھی انسان ہی آباد تھے
 اور ہیں ان پر دہر شمشتر کی ذاتوں کا اطلاق کس طرح ہوگا۔ ہندو شاید

تسلیم نہ کریں۔ لیکن میں یہ ضرور کہہ چکی کہ انکے زوال کا باعث ہی یہ ذات
 پاک امتیاز ہے۔ ہندوستان کے شودرا بھرنہ سکے لیکن باہر کے شودرا انکے
 گھروں میں آگھسے اور آج تک سلطنت کرتے چلے آ رہے ہیں مجھ کو قوم
 ہمیشہ ذلیل زندگی بسر کرتی ہے۔ دوسرا مذہم پردہ اس اول الذکر پردہ
 کی ایک صورت ہے۔ قویٰ ضعیف کو دبائے رکھتا ہے حاکم محکوم کو اور غنی
 مفلس کو اور مرد عورت کو برابر کا انسان نہیں سمجھتا بلاشبہ ایک کو ایک
 پر فضیلت حاصل ہے اور فضیلت اللہ کی عنایت ہے اسلئے ارشاد
 الہی کے مطابق جس کو جس میں فضیلت حاصل ہے اس کا شکر ادا کرے
 اگر کسی کو زرق میں برتری ہے تو وہ زبردستوں کو کھلائے لیکن عموماً انسان
 ناشکر گزار ہے یہی وجہ ہے کہ حاکم محکوم اور غنی مفلس ہو جاتے ہیں ایسا
 انقلاب ہر ایک زمانہ میں ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا جب تک کہ لوگ
 فضل کے ساتھ اشارے سے کام نہ لینگے محکوم حاکم ہو سکتا ہے مفلس غنی
 بن سکتا ہے لیکن مرد مرد ہے اور عورت عورت ہی رہے گی مرد قوی اور
 عورت ضعیف مخلوق ہوتی ہے مرد کو عورت پر ایک گونہ تصنیفیت ہے
 اسلئے ارشاد الہی ہے کہ مرد عورت کا سرپرست ہے یعنی مرد کو قوت
 اسلئے عطا ہوئی ہے کہ وہ ضعیف مخلوق عورت کی سرپرستی کرے اسلئے
 جان و مال کا محافظ ہو اگر خدا چاہتا تو عورت کو بھی مرد کی طرح قوی مخلوق

۱۲۰
 بنانا مگر ارشاد الہی کا مفہوم یہ ہے کہ فضیلت اس لئے دینی ہے کہ اس میں
 اہل فضل کی آزارش ہو تاکہ ظاہر ہو کہ احسن عمل کون کرتا ہے یہ تقاضائے
 فطرت ہے کہ ایک ہی جنس کے افراد میں مودت اور رحمت ہوتی ہے یہی وجہ
 ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رسول اور انبیاء الہی کی جنس سے
 پیدا کرتا ہے تاکہ وہ یہ تقاضائے فطرت گمراہ بندوں کو راہ راست پلائیں
 اور رحمت ثابت ہوں۔ ہمارے رسول کریم رحمۃ اللعالمین ہیں اور تمام
 بنی نوع کیلئے رحمت ہیں اسلئے کوئی رسول یا نبی عالم انسانی میں فرشتہ
 یا جن عرض غیر انسان نہیں ہو سکتا، کدھم جنس باہم جنس پر دوازا، اسی طرح
 مرد اور عورت کی پیدائش نفس واحدہ سے ہوتی ہے اور وہ ایک جنس ہیں
 اور نکاح کی علت خانی بھی یہی ہے کہ ان میں فطری مودت اور رحمت ہو
 اسلئے مرد کی سرپرستی اگر مودت و رحمت کے ساتھ نہیں تو وہ اس فضیلت
 کا ناجائز استعمال کر رہا ہے جو اسکو دی گئی ہے حاکم بھی محکوم کا سرپرست ہے،
 اسی طرح جس طرح والدین بچوں کے سرپرست ہیں جب وہ بالغ ہو جائیں تو
 یہ سرپرستی اٹھ جاتی ہے اگر اس پر بھی سرپرستی کا ارڈنڈا اڈکے سر رہا تو وہ
 جبر و اکراہ سے تعبیر ہو گا اسلام جس کے ساتھ رسول کریم مبعوث ہوئے اکراہ
 کو جائز نہیں رکھتا کیوں کہ فہم انسانی بالغ ہو چکا ہے اور ہدایت اور مگر ابھی
 میں امتیاز کر سکتا ہے یہ ظاہر ہے کہ عورت فطرتاً مرد کی سرپرستی سے آزاد

ہیں ہو سکتی اسلئے آزادی کیلئے جو کوشش ہو رہی ہے وہ دراصل مردوں کو راہ راست پر لانے کیلئے ایک چال ہے اگر مرد راہ راست پر نہ آئے تو نتیجہ خطرناک تھا جب کسی حکومت کے آئین اور قوانین پر لوگ عمل نہیں کرتے تو ملک میں بد نظمی اور اوسکے ساتھ بغاوت رونما ہوتی ہے اسطرح جب لوگ قوانین فطرہ سے باتباع ہو ائی نفس سرکشی اختیار کرتے ہیں قی عذاب کے مزید آتے ہیں اسکے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ مرد فطری سرپرستی جو مودت اور رحمت ہے چھوڑ بیٹھے ہیں اور باتباع ہو ائی نفس عورتوں کو وہ حقوق نہیں دیتے جو دیئے ہی ان پر ہیں۔ جیسے مردوں کے عورتوں پر اسلئے عورتیں بغاوت پر آمادہ ہیں یورپ میں تو یہ ہوا۔ مدت سے بگڑی ہوئی ہے مہندستان میں بھی اس کے جھونکے آرہے ہیں مناسب ہے کہ مرد اپنے فرائض کو سمجھیں اور عورتوں کو مناسب ہے کہ وہ صبر سے کام لیں (ان الشہر مع الصابریں) صبر کا مفہوم بے چارگی اور درماندگی نہیں ہے بلکہ استقلال ہے۔ مصائب کا مقابلہ کرو اور ثابت قدم رہو لیکن اعتدال سے نہ بڑھو۔ اپنے حقوق طلب کرو اور اگر ضرورت ہو تو زور سے کرو لیکن شریدا نہ کرو بہر حال بہت کچھ مردوں کے طرز عمل پر موقوف ہے۔

آج کل کہنے کو تو کہتے ہیں کہ عورتیں آزادی کی خواہ ہیں اور مردوں کی طرح تمام کاروبار کرتی ہیں لیکن مجھے بہت سے بہنوں کا حال

۱۴۲
 معلوم ہے کہ وہ بھن اپنے خداوندوں کے غلم سے تنگ آ کر سیٹ پالنے کا
 سامان کرتی ہیں خاوند یا تو بے روزگار ہیں کہ اپنے بیوی بچوں کی پرورش نہیں
 کر سکتے حالانکہ ارشاد الہی ہے کہ جو مفلس ہے اسکو شادی نہیں کرنی چاہتی اسکو
 صبر کرنا چاہتی یہاں تک کہ وہ غنی ہو جائے ایسا مفلس تلاش کیا خاک
 سرپرستی کر گیا یا ایسے بے حیت ہیں کہ۔

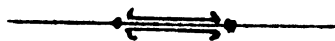
تن آسانی گزید خوشن را زن و فرزند بگزارد بہ سختی
 اب فرمائے کیا اسی کا نام سرپرستی ہے؟ جس پر مرد اترتے ہیں میں ایسی
 بہنوں سے بھی واقف ہوں جو محنت و مشقت سے مردوں کا پیٹ
 پالتی ہیں اسلئے یہ کہنا چاہئے کہ وہ مرد مرد نہیں ہیں جو عورتوں کی سرپرستی
 نہیں کر سکتے اگر میں ان بہنوں کے حالات مفصل لکھوں تو انکی مصیبت
 بھری داستان سنکر پتھر کا دل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ میری رائے
 تو یہ ہے کہ اگر عورتیں مردوں کی طرح کاروبار کر رہے ہیں تو اسکی وجہ
 ہے کہ مرد نااہل ہیں۔

عورت کا جو کچھ فطری کام ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ میں
 بیان فرما دیا ہے، ”تسکین“ یعنی اس سے مرد کو تسکین خاطر حاصل ہو
 یہ جامع لفظ ہے اور اسکی شرح کیلئے عورت کی فطرۃ کا مطالعہ کرنا چاہی
 مرد کو یہ دیکھنا چاہی کہ اسے عورت کی ذات سے کس طرح فطری راحت

حاصل ہو سکتی ہے مگر پہلے مرد کو سرپرستی کا اہل بننا چاہی۔ نکاح کی علت وہ نہیں ہے جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے "تردید" غیر مسافحین" سے بخوبی ہوتی ہے مہر بھی دراصل زربدل نہیں ہے بلکہ مرد کی اہلیت کی نقد ضمانت ہے "محضین" کا مفہوم یہ ہے کہ مرد اور عورت دائمی قید نکاح میں آئیں نہ کہ عارضی طور پر نکاح مقدس معاہدہ ہے عورت اور مرد میں مساوات ہے چونکہ مرد بوجہ قوت عورت کا سرپرست ہے اور زمان و نفقہ کا ذمہ دار ہے اسلئے اس کا معاوضہ اسکو وراثت میں مل جاتا ہے وہ عورت سے دگنا حصہ پاتا ہے ارشاد الہی ہے کہ اگر مرد عورت کوئی دینیوی فائدہ حاصل کرنا چاہے اور عورت بھی رضامند ہو تو مرد کو چاہئے کہ اس کو ویسی ہی اجرت دے جو مقرر ہے کم و بیش وہ اپنی باہمی رضامندی سے کر سکتے ہیں لیکن عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں تمام ذلیل خدمت کرتی ہیں۔ باور چین دہو بن۔ درزن۔ مہترائیں۔ ایک گھر کی عورت ہوتی ہے اور اسے ان خدمات پر مجبور کیا جاتا ہے اسے ان کا معاوضہ تو کیا ملے گا۔ جو کچھ اس کا اپنا ہوتا ہے وہ بھی خورد برد ہو جاتا ہے خود پرستی کی بھی حد ہے کہ مرد عورت کی ہستی ہی نہیں سمجھتے قرآن عظیم میں عورت کے علیحدہ مستقل حقوق ایسے ہی قرار دیئے ہیں جیسے مرد کے عورت کی اپنی علیحدہ جائیداد ہونی چاہئے تاکہ آڑے وقت میں کام آئے اور مرد یہ نہ سمجھے کہ سرپرستی کا مفہوم یہ ہے کہ عورت ہر وقت اسکی دست و پا

۱۴۴
 یہ سرپرستی ایسی ہی ہے جیسی تیماری کی انگلی اموال محفوظ رہیں تو سرپرستی کا
 حق ادا ہوتا ہے اور سرپرست ان کا مال کھائے تو جہنم کی آگ پیٹ میں
 ڈالتا ہے۔

آج کل مسلمان نام تہاد عورتوں کو ورثہ سے محروم کرتے ہیں۔ اور
 دیدہ دلیری سے کہتے ہیں کہ وراثت میں ہم شرع محمدی کے پابند نہیں ہیں
 عورت پر ایک صرف ایک ہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی
 عصمت کو غیر مرد سے محفوظ رکھے۔



حاج اسماعیل

بنت مولوی سید محمد اسماعیل صاحب حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئیں
ابتدائی تعلیم والدہ کے زیر نگرانی گھر پر حاصل کی۔ پھر یورپین اسکولوں
میں بہت دنوں تک پڑھتی رہیں۔ بچپن سے چونکہ کانٹس میں رہی
ہیں اسلئے انگریزی طرز معاشرت سے بخوبی واقف ہیں اور نہایت
رواں اور شستہ انگریزی بولتی ہیں۔ روش خیال تعلیم یافتہ ہیں
زمانہ صحافت میں خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ اردو بھی خوب لکھتی ہیں
خیالات نہایت سچے ہوئے ہوتے ہیں اور تحریر میں بے انتہا کفایت
ہوتی ہے مضامین بہت دلکش ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں
وسیع خیالات کو ادا کرنے میں خوب مالک ہے تہذیب نسواں لاہور کی
مشہور لکھنے والیوں میں آپ کا شمار ہے جس مضمون کو شروع کرتی ہیں
اوس کا پیرایہ اس قدر دلکش ہوتا ہے کہ پڑھنے والا اکٹا نہیں زیادہ

وقت علمی مشغلوں میں بسر ہوتا ہے۔
والدہ کے انتقال کے بعد گھر کی ذمہ داریاں نیکمپی تھیں، باوجود
اسکے مرحومہ کے ناکمل تصانیف کو مکمل کرنے میں مصروف ہیں اپنے فرقہ کی
جہالت اور پستی کا کافی احساس ہے۔ بالکل اپنی والدہ کے نقش قدم پر
جادہ پیمائیں۔ آج کل مدرس میں مستقل سکونت ہے عنقریب ایک
طویل سیاحت کا ارادہ رکھتی ہیں۔ تکمیل ارادہ کے بعد ایک کچھپ
سیاحت نامہ پبلک کے آگے پیش کریں گی۔ تذکرہ جمیل سے آپ کو بعد
سہاروی ہے اور ممکنہ سعی کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ ذیل میں آپ کے
تاثرات ملاحظہ ہوں۔

نغمہ موتِ روحانی باتِ حیات

تجھ کو کر دیں گے خبزِ بریلجدِ سوسکی سر شیکتے ترے در پر مرے رماں ہونگے
مہتابے آسمانِ حیات سے۔ زندگی کے چکلیے سمائے کو، فرشتہ موت
کی ہیرِ حرمِ انگلیوں نے توڑ لیا!! اللہ! یہ ماہی گیر بھی کیسے ظالم ہیں کہ
سمندر کے سبز پانیوں میں سے نوجواں مچھلیوں کو علیحدہ کر لیتے ہیں۔
لوگوں کو کینکری کے پودوں پر سے بھونروں کو ہٹا دینے میں کیا لذت
ملتی ہوگی؟ اور طوفانی سیاہ سیاہ بادل، چکلیے خوبصورت ہلال کو

اپنی آغوشِ ظلمت میں لے کر کون سرور حاصل کرتے ہونگے؟ ترو تازہ گلاب
 کو مر جھا کر خزاں کے مٹیے جھونکوں کو کیا لطف ملتا ہوگا؟ صبح سویرے
 جب میں اپنی کھڑکی کھول کر ہارسنگھار کے درخت کو دیکھتی ہوں اور کسی بلبل
 کو اس پر گاتا ہوا نہیں پاتی۔ اور پھر دوپہر کے دراز ہونے والے تندر
 درختوں کے سایہ سے گذر کر جنگل میں جاتی ہوں۔ اور وہاں بانس کے
 سر بلند درختوں پر دوپہر کی ہواؤں کے ساتھ طوطوں کا بھکرہ سر ہلا شہنشاہ
 سنتی۔ اور سرشام گھاؤں سے گذرنے والے فوجی افسروں کی گھل کی آواز
 میں کوئی فرحت افزا سرور جب محسوس نہیں کرتی تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ
 اب تم اس دنیا میں نہیں رہیں!! ہاں جیسا لوگوں نے مجھ سے کہا
 ہے وہ سچ ہے کہ تمہارا جہاز حیات موت کے سیاہ گرداب میں غرقاب
 ہو گیا! آہ!

میں جانتی ہوں کہ تم کو سمندر کے نیلگوں پانیوں اور سفید موجوں
 سے عشق شدید تھا! خوبصورت دھوپ و نرم چاندنیوں سے تمہیں وحانی
 سرور حاصل ہوتا تھا! شاعر کے گیت اور فنا خاؤں بلبلوں کی آواز نے ورد
 و واقف کا رستہ عشق کی صدا میں تمہیں بے خود بنا دیتی تھیں! غروبِ طلوع
 کے نظائر تمہیں دیوانہ بنا دیتے تھے! آہ! تم! اے لئے بجائے اکال
 کی مقدس اور بزرگانہ ہستی کے بچپن کی رفیق اور نو عمر بے تکلف ساتھ کی

۱۲۸
 کھلی سہیلی تھیں! اور ہر موضوع پر آزادانہ دلربایانہ انداز میں بحث و گفتگو
 کیا کرتی تھیں! میں جانتی ہوں کہ تم دنیا کی ماؤں میں "نرالی" تھیں!
 کیوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ماں، معمر بزرگ، رعب دار، اور جھڑپاں پرک
 ہوئے چہرے والی ہوتی ہے۔ مگر عکس اسکے میں یکہمتی تھی کہ تمہارا چہرہ
 ان جھڑپوں سے بالکل پاک تھا! تم اک نوجوان، خوبصورت محبت شعار
 ملاؤک اندام معمر سہیلی تھیں! تم کو، ماں، اکون سمجھتا تھا؟ کیا کسی ماں
 میں ایسے اوصاف ہوتے ہیں؟

آہ — کیا خلیج بنگالہ کی سفید کھلی ریتوں پر تمہارے مقدس
 قدس کے نشانات اب کبھی منقش نہیں ہوں گے؟ اور کیا اب تمہارے
 اس بیچارے خوبصورت چہرے "پالک" کہتے کی سفید مظلوم گردن بد
 تمہارا ہاتھ محبت کے انداز میں نہیں رکھا جائیگا۔ جسکو زندگی میں اس درجہ
 پیار کرتی تھیں؟ اور کیا ان مصائب و آفات میں تم اپنے بچارے
 شوہر سے اظہارِ ہمدردی نہیں کرو گی جنہیں تمہاری رفاقت کے
 چھوٹنے نے زندگی سے نیراز کرالیا ہے۔

دلبر کسی کا آہ۔ کسی سے جدا ہنو

دشمن کو بھی نصیب یہ آئے خدا ہنو

اب بھی جبکہ تم تکلیف سے لطیف بگرد و سری دنیا میں چلی گئیں تمہیں یاد دہ

کہ ایک دن محلِ خلیج پر کسی بات پرینے بل کر کہا تھا، کہ محبت کو دنیا کے
 لٹریچر سے نکال پھینکو، تو اے مرے رفیق!! تم نے کس فاضلانہ میتا
 اور شاعرانہ سنجیدگی سے مرے اس نا تجربہ کار تیز مزاجی کو شعریت میں ڈبو
 دیا تھا! آہ کیسی اچھی ناصح بھتیں تم! اوسیع در یچوں کے آگے برسنے
 والی شاعرانہ خوبصورتی کی تم شدید اہتیں۔ اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی
 شاداب وریچہ میں تم نے اک نامکمل نظم کے چند بند لکھ دیئے اور کہیں
 چلی گئیں اور میں وریچے میں پہونچی اور تمہاری بلا اجازت تمہاری نظم کو
 مکمل کر کے رکھ دیا!!

تم مسکرائیں اور چپ ہو رہیں! آہ کیسی اچھی داد خواہ بھتیں تم!!
 میں کوئی نامکمل فنانہ لکھتی اور تم فوراً ہی اسکو مکمل کر دیتیں! کیسی اچھی
 معاون و مدد بھتیں تم! آہ! ہم دونوں کی ہم خیالیوں نے ہم دونوں کو
 بالکل اک، بنا دیا تھا! اللہ! آخر حسن کو عشق سے جدا کر کے نیچر کو کیا ملیگا
 آخر اب بھی تو تم نے، ادبیات، کو نامکمل چھوڑا ہے۔ کیا تم اجازت
 دو گی کہ میں اب تمہارے نامکمل ناولوں کو مکمل کر دوں؟ تمہیں یاد ہو گا
 کہ نامکمل، کو مکمل کر دینا تمہاری زندگی میں ہم دونوں کا ایک کھیل تھا۔
 زندگی کی دشوار گزار تاریک وادیوں، اور نامہوار گھاٹیوں میں
 ہم دونوں اپنے مہذاتی رفاقت، ہم خیالی، کے روشن چراغ کے سائے میں

کس آزادی سے قدیم اٹھائے چلے جا رہے تھے! آہ کیسی اچھی رہبر تھی تم!
 اللہ! آخر شکستہ کنول کو، تالاب کے شفاف پانیوں سے جدا کر کے
 کھلائے ہوئے دیکھنے میں لوگوں کو کونسا درد حاصل ہوتا ہوگا؟

آہ! کیا اب یہ خوبصورت مناظر، یہ لاتناہی نیلی سمندر کا مد و جزر
 یہ آنکھوں کے چوندھیانے والے طلوع و غروب کے سرخ نظائر، شاعر کے
 دلکش گیت۔ انے ماں کی پیاری روح! انہیں ستیر کر کے عالم ارواح
 یہاں پہنچ لانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے؟ جہاں —

اک سرخ گلاب کی پنکھڑیاں منتشر ہو گئی ہیں اور اک رگ لاپنے
 والی بلبل موت کا نغمہ جیتختے ہوئی قزاقوں کی طرف آڑ گئی ہے۔
 آہ! تو کیا یہ میری رہبر تھی! میں نے دیکھا کہ موسم گل کی قدر دان
 شعریت سے مخمور چڑیا۔ اب یوم خزاں میں سرو کے اک سنہاں خست
 پر بیٹھی معرفت آطمی کا رگ آلاپنے والے مجبور پرند، فاختے کی رفا
 کر رہی ہے اور اسکے سامنے سنگ مرمر کی ایک چھوٹی سی خوبصورت
 دیوار کھڑی ہے جبر کنڈہ ہے۔ ”عباسی سکیم“

ذرا اد جانو الے آہ و آسو بہا تھا کیا یہ کسی لحد ہے جو ابھی صنیعہ کے قابل تھا

ہمدی سکیم

ہندوستان کے مشہور ادیب اور بہترین انشاء پرداز ایم ہمدی صاحب
 افادی والا اقتصادی کی زوجہ محترمہ ہوتی ہیں۔ جنکی نسبت علامہ شبلی
 مرحوم نے، نذیر احمد و آزاد کی دوروحوں نے ایک قالب اختیار کیا
 کہا تھا، اگرچہ آپ کا آبائی وطن جو پور ہے لیکن آپ کے پدر بزرگوار
 حلقہ النیکیت تھے اور سلسلہ ملازمت گورکھپور آئے وہیں شادی کی
 اور اسی کو اپنا وطن بنا لیا جائدادیں خریدیں آپ گورکھپور میں پیدا ہوئے
 تعلیم گھڑی پر استانیوں کے ذریعے ہوئی۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء میں آپ کی
 شادی ہوئی اور پورے بارہ برس ایک جہیت تک اپنے قابل رشک
 اور لائق انشاء پرداز شوہر کی رفیق حیات بنی رہیں افسوس کہ نومبر ۱۹۲۲ء
 کو آپ کے شوہر نے آپ کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دیا جس کے صدمہ
 آپ ہمیشہ علیل رہتی ہیں۔ آپ چار بھائی ہیں لیکن اب صرف

۱۵۲
 اکیلی آپ رہ گئی ہیں۔ آپ کی تعلیم میں جو کچھ خامی رہ گئی تھی اسے مرحوم کی
 فیض صحبت نے دور گردی آپ کے جوہر قابلیت کا اندازہ، افادات
 مہدی کے دیباچہ سے ہوتا ہے اردو ادب پر ایک یہ احسان عظیم ہے کہ
 مرحوم کے جواہر پاروں کو کتابی صورت میں محفوظ کر دیا ہے آپ کا مذاق بہت
 سنجیدہ اور سستہ ہے آج کل ”رقعات مہدی“ کی تربیت میں مصروف
 ہیں اسوقت آپ کے تین صاحبزادے ہیں جنہیں ایک ڈپٹی کلکٹر ہیں
 اور دو چھوٹے لڑکے زیر تعلیم ہیں۔ کبھی کبھی آپ کے مضامین نظر افروز
 ہوتے ہیں۔

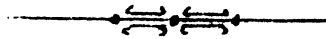
عورت اور اسکی ادبی ترقی

رسالہ نقاد اگرہ جن بہنوں کے ہاں آتا تھا وہ نہیں یاد ہو گا کہ انڈیا
 ۱۹۱۷ء کے نقاد میں ایک فرضی بی قمر زانی صاحبہ جلوہ گر کی گئیں تھیں
 جنکی انتہائی قابلیت اور نازک خیالی پر تمام طبقہ ذکور الٹ پلٹ ہو گیا
 تھا۔ یہاں تک کہ نقاد کے مصنفوں نگاروں کے طرز تحریر آنا فانا بغیر
 امتیاز سن کچھ کے کچھ ہو گئے اب تو علمی لٹریچر کی جگہ صرف عشقہ مضامین
 خالص بی قمر زانی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے نظر آنے لگے بیسی ۱۹۱۷ء
 کا نقاد اچھا خاصہ دفتر عشق بن گیا سمجھ کر کیا تھا قمر زانی کی رہی سہی کو

”بی ناہید“ (سے خدا سمجھے) انہوں نے پورا کر دی جس کا اعادہ بھی مری غیرت نسائی گوارا نہیں کرتی مگر خدا کا ہزاروں شکر ہے کہ اس نے طبقہ نسواں کی عزت رکھ لی یعنی بہت جلد راز سے پردہ اٹھ گیا۔ لیکن ادھر واقعی کچھ نئی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو مضامین اور غزلیں لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ کاش کے یہ نظم اور نثر دونوں میں علمی رنگ اختیار کرتیں جس سے ثابت ہو تاکہ ان کا مقصد اپنی قوم بلکہ طبقہ کو کچھ فائدہ پہنچانا ہے لیکن افسوس کہ ایک غلط اور خطرناک راستہ پر آنکھیں بند کئے سر پہ بھاگی جا رہی ہیں کیا اس دور میں جُجھا دھوکے چار آنکھیں رکھنے کے بعد بھی نہیں اپنے سامنے جھاڑی کے کانٹے نظر میں آتے لیکن پھر بھی نا تجربہ کار لڑکیاں اپنے شباب کی اُسنگوں اور نئے نئے جذبات کو جو ایشائی کیلئے چار دیواری کے درمیان شوہر و نکے ذات تک محدود رکھنے کی چیریں تھیں انہیں بہ رسالوں کے کاغذی آئیچوں پر آئے دن جلوہ گر کرتی تھیں جس سے پبلک تماشائیوں کا مادہ اشتیاق مشتعل ہوتا رہتا ہے اور طبقہ مخالف کو نہایت آزادی سے دل کھول کر اس پر رائے اور نکتہ چینی کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ ابھی بہارستان کے جولائی اگسٹ کے رسالہ میں خلیفہ صاحب نے تہمت شباب“ کے عنوان سے جسطرح صاف الفاظ میں سخت چوٹ کی تھی بجائے اسکی تردید کرنے کے کٹ مرنے کی کھجور

اسکے بعد تو خدا جانے کتنے رسالوں اور اخباروں میں نہایت شرمناک
طریقوں پر نئی تعلیم یافتہ لڑکیوں کا مذاق اڑایا گیا اور اب بھی اہل قطع کے
اکثر مضامین نگاہوں سے گزرتے رہتے ہیں۔

جو انسان اپنے عمدہ اخلاق کو اپنا سرمایہ سمجھتا ہے اور اپنی زندگی
کو کمزوریات سے محفوظ رکھ کر پاکیزہ اصول پر لگتا ہے اگر وہ عزت و شہرت
کچھ حاصل نہ کر سکے تاہم وہ ناکام نہیں ہے حقیقت میں ناکام اور برباد
وہی شخص ہوتا ہے جو کسی خواہش یا کام کے جنٹیس اپنے اخلاق کو تباہ
برباد کرتا ہے۔



راجہ تاول نہپال

تخلص نہپال بنت مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم

۱۹۰۶ء میں بمقام سہارنپور پیدا ہوئیں چونکہ آپ کے والد سبدہ ملاز
الہ آباد میں رہتے تھے اسلئے ۱۹۲۱ء تک وہیں رہیں والد کے انتقال پر
اپنے وطن بریلی واپس ہوئیں اور اب زیادہ تر قیام ہیں رہتا ہے۔

سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کر کے گہری پر اردو کی

تعلیم پائی اسکے بعد کچھ عرصہ تک تعلیمی سلسلہ منقطع رہا پھر ۱۲ سے ۱۴

سال تک اپنے والد سے فارسی اور انگریزی پڑھیں ۱۵ء میں مصنون

نگاری کی ابتدا ہوئی اور ۲۳ء میں شعر گوئی کا آغاز ہوا ابتدا میں شیخ

ماجد علی تاجہ بی اے ایل ایل بی و شیخ طالب علی صاحب طالب کبھی

کبھی مشورہ سخن رہا ہے ہندوستان کے قریب قریب دینی تمام رسائل میں

آپ کی نظمیں اکثر و بیشتر نظر افروز ہوتی ہیں فارسی اور اردو شعر خوب

کہتی ہیں۔ نثر بھی اچھی ہوتی ہے ۱۵۶ء میں آپکی شادی صغیر حسن صاحبہ
 بنی اے سے ہوئی قیل میں کلام کا اقتباس ملاحظہ ہوا

تیراجلوہ

وحدت کیتا تماش تہنا قدس منزہ عرش علیٰ جنت رعدا کوثر صہبا
 برق تجلے تیراجلوہ
 سجدہ لرزاں توبہ عصیا طاعت نازا زینت قرآن سجدہ رقصا بارش عرفا
 قدس جس کا تیراجلوہ
 پردہ دوریا صفو گردا حشرہ ساما قلعہ دہا شونخا پہنا غمزہ رقصا
 مذرت عشوہ تیراجلوہ
 منظر جلوہ پردہ خلوت مٹی عشرت لٹہ لذت تماش عصمت تماش عفت
 چشم تماشا تیراجلوہ
 ناز مصلے تماش سجدہ قدس مدینہ زہد طیبہ شوکت لطیف حرمت مکہ
 عظمت کعبہ تیراجلوہ

گولن کی لڑکی

شام کا سنان و سہد کا پودہ دکنی لچکدار گردنوں بل کھانے والی ڈالیاں

اور سترنگوں پتیتوں پر ایک خاموش سایہ پھیلا رہا تھا۔ مکرانے والی سفید کلیوں کے شراب جیسے ہونٹوں میں شفق کی خازنگ لہریاں کچھ معصوم کھیل کھیل رہی تھیں۔ بھولوں کے آئینہ رنگ گالوں میں چھپکی اور ہنسی ہوئی کرنا آخری انعکاس ایک غمور انگڑائی لے رہا تھا۔

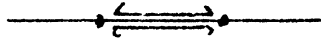
سر کی نرم اور شفاف پیشانی پر شبنم کی ہلکی اوزمازک بوندوں سے ایک کھلی افشاں چنی ہوئی تھی درختوں کی سکوں گودوں میں دن کی مسکراہٹوں کا مینہ برس نے والی دیوی حسن نیندیں لے رہی تھی دریا کے کنارے ہوا کے تھنڈے امڈنازک جھونکے سر کی مستائی ہوئی پتیتوں سے اکجہ اکجہ کر لہرا رہے تھے۔ صوبہ کی سبک ڈالیاں نشہ خواب سے بہک بہک کر لڑکھڑاہی تھیں اور لڑکھڑا لڑکھڑا کر سنبل رہی تھیں سفید اور آئینہ گلیاں موجیں نیند کی سکوں آغوش میں لہریاں لے رہی تھیں چاند کا شفاف اور صبح چہرہ آئینہ آب میں کسی فردوسی حور کے روئے نگارین کا گس دکھلا رہا تھا تار و کی شوخ و شنگ جھلکیاں لہروں کی گود میں ستانہ دیا آنکھ چوکی کھیل رہی تھیں۔

افق کی سبز زمیوں میں شفق کی خوں رنگ بلیں غیر معلوم مدد و ناز لہرا رہی تھیں۔ بسیط نیلین پر شب کی سیاہی ایک نامعلوم انداز سے نیند کی مستیاں پھیلا رہی تھیں شبنم کے تقاطر کی آئینہ گونیوں میں سکوں و

اطمینان کی کیفیتیں برس رہی تھیں۔

دور پہاڑ کی برف کی تہوں سے ڈکھی ہوئی چوٹی پر چنار کی پتیاں
 ہوا کی سرد لہریں سے جھوم رہی تھیں لہر رہی تھیں وادی کی تھنڈی
 آغوش میں سکوت شب کی اولیں جھلکیاں کچھ مسکون پیغام پہنچا رہی
 تھیں اور وہ اپنے بھڑوں کے چکبرے گھلے کو لئے ہوئے معصوم اور نیلے
 مسفح اور سرد سبک اور نازک ہلکے اور والہانہ قدموں سے آبا دی کو
 جارہی تھی اسکے ملائم اور کالے بال ہوا کے تھکوروں سے مر رہے تھے
 جھوم رہے تھے اسکی بڑی بڑی سیاہ پتیاں نیند کی مستیوں سے محمور ہو کر
 فضا میں غیر اختیاری طور پر ٹھک رہی تھیں۔ اسکے سفید چنی جیسے کانوں
 میں شفق کا کوثرین انعکاس ارغوانی جھلکیاں پھیلا رہا تھا اسکے نرم دپٹے
 ہونٹ مسکراہٹوں کی گود میں گھیل رہے تھے جن پر کیفیات قلبی سے ایک
 لہر تھی چھپی ہوئی اور ایک ارتعاش تھا دہندہ لاسا۔ وہ گارہی تھی
 بے نیاز و بے پروا معصوم و عقیف اور اسکو خبر نہ تھی کہ رات کے مسکون
 تاریکیاں بھولوں کی مست خوشبو بکلیوں کا نازک تبسم چاندنی کا نفیس
 انعکاس اور موجوں کی سیم وانی تخلیق پارہی ہے۔ بڑھ رہی ہے
 بہک رہی ہے اور سنبل رہی ہے۔ اسکی دلکش راگنی سے اسکے روح افزا
 راگ سے اسکے ملکوتی نغموں سے اور اسکے پتے ہونٹوں کے ارتعاش معصوم

اور تحریک بے ربط سے
جن میں جنت ہے چھپی ہوئی اور کوثر ہے سوئی ہوئی۔



سچو لوں کی دیکھ بجال میں صرف ہوتا ہے۔

طب سے بھی آپ کو لگاؤ ہے۔ طبی رسائل کی بھی آپ خریدار ہیں۔ جب کبھی وطن آتی ہیں اپنے مطالعہ سے غافل نہیں رہتیں طب کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں مصروف رہتی ہیں آپ کے پاس اپنا ایک اچھا ذاتی کتب خانہ بھی ہے۔ شادی کے بعد آپ کو مصنفون نگاری کا شوق ہوا۔ نومبر ۱۹۶۲ء کے تہذیب نسواں میں بعنوان ”خیرات“ ایک مصنفون شائع ہوا ہے۔

۱۹۶۶ء میں جب آپ بریلی میں تھیں تو آپ نے بگیم عبداللہ خان فاضل آرمی کنٹرولر کی تحریک سے معوانی دونوں ہمشیر زادوں اخلاق فاطمہ تہذیب فاطمہ کے، انجمن تہذیب نسواں، کی بنیاد ڈالی۔ پھر چند ہفتے گزرے تھے کہ آپ کو کانپور آنا پڑا یہاں بھی آپ نے تہذیب نسواں، قائم کی جس کے جلسوں اور کاموں میں زیادہ تر آپ کا وقت بسر ہوتا ہے۔ ملاقات کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا ہے نہایت اچھی طرح اوقات گزر رہے ہیں۔

آپ کو اپنی جنس کی معاشرتی۔ علمی۔ اور قابل اصلاح حال کا بہت احساس ہے چنانچہ آپ ہمیشہ اسی فکر میں مصروف رہتی ہیں خدا کے فضل سے آپ کو بڑی حد تک اس میں کامیابی حاصل ہوئی ہے

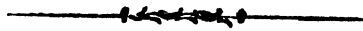
۱۶۳
 انجمن کے ممبروں کو آپ قبیح رسومات کے انہاد میں توجہ دلاتی رہتی
 ہیں کہ بیجارسومات کے سبب قوم تباہی سے محفوظ رہے۔ چپ پاس
 اسوقت نیزنگ خیال۔ ہمایون۔ نور جہاں وغیرہ کے پرچے آیا
 کرتے ہیں۔ اخبارات میں آپ ہمد لکھنو کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔ حج
 بیت اللہ سے بھی مشرف ہو چکی ہیں۔

خیرات

منجملہ اور اصلاحات کے جو ہماری قوم کی تہذیب کیلئے ضروری
 ہیں ایک اصلاح میرے خیال ناقص میں یہ ہے کہ موجودہ طریقہ خیرات
 میں ترمیم کی جائے۔ کس کو نہیں معلوم کہ بجائے اس فائدہ مند طریقے
 کے جسکی تعلیم دین و مذہب سے ہوتی ہے زمانہ حال کا طریقہ خیرات
 بالکل مختلف ہے زمانہ حال میں خیرات کا یہ دستور ہے کہ بلا امتیاز مسیحی
 وغیرہ مسیحی فقیروں کو اور وہ بھی ایسے جو ہر طرح تو انا تندرست ہیں
 بھیک دیدی جائے۔ ہر روز صبح سے شام تک صد ہا گدا گر کا کہ
 ہاتھ میں لئے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ باوجودیکہ چند ہی گھنٹوں
 پھرنے سے انکو اسقدر بھیک مل جاتی ہے کہ وہ اون کے بال بچوں

۶۴
کیلئے سنجو بی کافی ہو مگر اس پر بھی وہ کسی طرح قانع نہیں ہوتے بلکہ
تمام دن مانگ کر پیسہ اور کوڑیاں بہت سی جمع کرنا ضروری سمجھتے ہیں
اور پھر ان کو زمین میں بطور مخفی خزانہ کے دفن کر دیتے ہیں۔ پچھنے
پر انے گھبرے بھی اونکی ضرورت بھر کے اچھی طرح سے مل جاتے ہیں کہ
کوئی مر گیا تو گویا اونکی عید ہو گئی۔ تین روز تک مرنے والے کے مکان کا
دروازہ ہی گھیرے رہتے ہیں۔ یہی حال شادی بیاہوں میں ہوتا ہے
یہ خیال کے اچھے پہلے آدمیوں کا یہ پیشہ نہ ہونا چاہئے بہت صحیح ہے
کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایسے اشخاص کو لو لے۔ لنگڑے۔ اپاہج۔ نابینا
نہیں ہیں جو آنکھوں۔ کانوں۔ ہاتھوں۔ پیروں سب ہی اعضا
درست ہیں بھیک مانگ کر زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جائے
یوں تو ہر ایک قوم میں خیرات کھانے والے لوگ تھوڑے بہت
موجود ہیں مگر مسلمانوں میں بہت کثرت سے ایسے لوگ ہیں۔
جنہوں نے گداگری کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ مردم شماری کے رجسٹر
دیکھے جائیں تو مجھے یقین ہے کہ بھیک مانگنے والی قوموں میں مفید
اسی مسلمان ہونگے اور باقی دیگر اقوام کے نہ معلوم یہ غضب آطمی مسلمانوں
پر کیوں نازل ہے۔ موجودہ طریقہ خیرات سے گداگری کو ترقی
ہوتی ہے اور کیوں ہنوجب لوگ دیکھتے ہیں ان فقیروں کو مفت

بنی محنت و مشقت ملتا ہے۔ دس بارہ گھروں میں مانگنا اور آرام سے بیٹھ رہے تو اون کو بھی بھیک مانگنے کی جرات ہو جاتی ہے اور قوت بازو سے پیدا کرنے پر بھیک مانگ کر کھانے کو ترجیح دیتے ہیں اور جہاں ایک بار بھیک مانگنے کی عادت پڑ گئی پھر اون کا کسی پیشہ کی طرف رجوع ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات تو یہ ہوتا ہے کہ جب کسی گداگری میں دو دین پشیں گزر جاتی ہیں تو وہ پیشہ کرنا عار سمجھنے لگتے ہیں اور کم محبت یہ نہیں خیال کرتے کہ ادھنیں چائز پیشوں کے کرنے میں جن سے اونکو احتراز ہے بڑے بڑے بزرگان دین اور پیغمبروں نے عار نہیں کیا۔ خود جناب پیغمبر صاحب قبل نبوت حضرت خدیجہ کا مال بطور تجارت شام کی طرف لیجا یا کرتے تھے۔



کنیز محمد سلیم منشی فاضل

سنت محمد جمیل صاحب خان اذان قریش سے ہیں ۱۹۰۲ء میں
 مصافات جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کو عالم وجود میں آئے ہوئے
 پہلا مہفتہ تھا کہ آپ کے والد نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ پرورش و تعلیم کی
 ذمہ داریاں آپ کی والدہ نے اپنے ذمہ لیں ۱۲ سال کی عمر میں مڈل
 نہایت اچھے نمبروں میں کامیاب کیا اور نارمل میں داخل ہوئے پھر
 اور سینئر کے بعد دیگرے فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے اور تین سال
 تک نارمل و مڈل کلاس کو تعلیم دیتی رہیں اور اس دوران میں ہندی
 اور بھاشا سیکھ لی اور چھ مہینہ کی تیاری میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی
 فاضل کی سند حاصل کی۔ آپ کی والدہ محترمہ جو خود بھی تعلیم یافتہ اور ایک
 عالمہ باپ کی بیٹی ہیں۔ مذہبی تعلیم سے بھی غافل نہ رہیں اچنانچہ خود ہی
 قرآن شریف با ترجمہ نو سال کی عمر میں پڑھایا اور ساتھ ساتھ فقہ

حدیث کی تعلیم بھی جاری رہی۔

ابتدا ہی سے طبیعت کو اردو سے لگاؤ اور مضامین نگاری کا شوق تھا پہلا مضمون، تعلیم جدید اور ہندوستان کی لڑکیاں، کے عنوان سے رسالہ عصمت ۱۲۵ء میں شائع ہوا شادی کے بعد کشمیر کی سیاحت کی اور مسلسل سیاحت کے حالات عصمت میں شائع ہوتے رہے اور مضامین رسالہ کی جانب سے کتابی صورت میں طبع ہونے والے ہیں اگرچہ آپ حال ہی کے لکھنے والی ہیں لیکن ماشا اللہ خوب لکھتی ہیں خیاں لا سلجھے ہوئے۔ تفہیم دسچپ ہوتی ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

فطرت پروانہ

فضائے شب جب اپنا دامن کرہ ارض پر بچھاتی ہے اور نیم کے خوشگوار جھونکے عالم خاموشی میں اپنا کام شروع کر دیتے ہیں تو ہر ایک ذی روح پر غفلت سی طاری ہونے لگتی ہے اور اس غنودگی کا انہیں لطف لمحات میں تبدیل ہو کر کائنات عالم کو محو خواب کر دیتا ہے ایک پرسکون خاموشی فضائے عالم پر پر تو ڈال دیتی ہے حضرت انسان بھی دن بھر کی کوفت اور مشقتوں سے فراغت حاصل کر کے نیند کے گہوارے میں آجاتے ہیں اسوقت مریض ہجر۔ فلک زدہ۔ غم نصیب۔ راحت اور

۱۶۸
سرت کی گود میں پرورش پانے والے سب ایک ہی گہوارے میں آ کر
چند لمحوں کے لئے اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔

اس خاموشی شب میں عالم خواب کے پرندے پر تولتے رہتے
ہیں۔ طاقت پر واز ساکت ہو جاتی ہے۔ نیند کا غلبہ پروں پرستی کے
عرق کی صوباری کر دیتا ہے۔ عالم خواب کا صیاد اپنا دام کا ندھول پر
سنبھالے آنکھ کی غلوت میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اور طلوع سحر کا انتظار
کرتا ہے۔

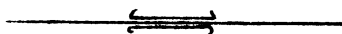
جب رات کے پرسکون لمحات بھی غفلت کی شاہراہ پر گزرتے
گزرتے تھک جاتے ہیں اور انکی بھی آنکھ لگ جاتی ہے یہاں تک کہ
کسی کو خبر بھی نہیں رہتی کہ صبح کی روشنی کب اپنا چہرہ بے نقاب کرے گی
تو اس عالم خاموشی میں نظام عالم کے ذرہ ذرہ کی پرسکون خاموشی
میں ایک فاشعاستی ایک محبت کش مخلوق، ایک لمحہ کا جہان اپنی ہستی کو
فنا کر دینے کی کوشش میں بار بار ریح منور پر نثار ہونے کیلئے بڑھتا ہے
اور جوں جوں اسے قربان ہونے کی مہلت ملتی جاتی ہے اس کا شوق
بڑھتا جاتا اور وارفتگی ارتقی کرتی جاتی ہے۔ زائد شب زندہ دار کی خبر
نگنا ہیں اس حوالا نصیب فدائی کے چہرے پر پڑتی ہیں، اسکی حرکات
کا ملاحظہ کرتی ہیں بھر معنی خیر خیالت کیساتھ جھک جاتی ہیں۔

جب بہار کے تازہ سگوفوں کی نکتہ پطیف ہوا کے جھونکوں کے
 ساتھ ہم آغوش ہو کر خوابِ لودھیاں تک چاہتی ہے، تو یکایک
 دامن شب چاک ہو جاتا ہے اور مشرق کی تاریکی میں ایک دھندلا سا
 بادل نظر آتا ہے۔ پرندے نعمتِ سرائی میں مصروفِ مسرت ہو جاتے ہیں اور
 ایک سے دوسری شاخ پر انکی پرواز کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جب
 محفلِ انجم منشر ہو جاتی ہے۔ نیم سحری کے جھونکوں سے غنچے شگفتہ ہونے
 لگتے ہیں اور عندلیب خوش فواہ صبح کے آنے کا پیغام دیتی ہے تو شمع کی
 آب و تاب میں نمایاں تغیر ہونے لگتا ہے۔ سپیدی رخِ منور پر چھا
 جاتی ہے اور وہ اپنے آخری لمحاتِ زندگی کی اداسگی میں مصروف
 ہو جاتی ہے۔ اس جگر خراشِ سیمے میں وہ وفا شعار اپنے تئیں بھول کر
 اس میں مل جانے کی کوشش میں اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے مگر وفائے
 دامن پر دہیا گوارا نہیں کرتا یہاں تک۔

صبح تک تو نے نہ چھوڑی ہے بھی اے با صبا رونقِ مدِ گو نہ محفلِ تھی پروا کی تھا
 کا مصداق بن جاتا ہے۔

اسوقت ایک غمگین دل اور مہر دنگا ہیں۔ اس حرائِ نصیب کی
 حرکاتِ مذہبوحی کا ملاحظہ کرتی ہیں اور قطراتِ اشک آنکھوں سے
 ڈھلک جاتے ہیں۔

۱۷۰
اے دل کبھی تو نے بھی پرندوں سے سبق پروا لیا۔ کبھی تو نے بھی
کیڑوں سے ہانٹاری کا سبق حاصل کیا، کیا تو۔ کبھی کبھی کامیاب
زندگی بسر کرے گا؟ دیکھ خواہش کا صیاد تری ناک میں ہے۔ اور
آزادی کی فضا تجھے جگلا رہی ہے۔ کاش تو بھی امتحان میں کامیاب ہو فقط



سعادتِ آخر

بنت خواجہ محمد عباد اللہ صاحبِ آخر نبی اے تحصیلدارِ ذلیل کی
 تحریر سے موصوفہ کا طرزِ انشا اور مختصر سی لائف معلوم ہو سکتی ہے جو ہمارے
 استفسار پر آپ نے لکھ بھیجی ہے جو بجنہ درج ہے۔ فرماتی ہیں:-
 سوانح عمری کی بھی خوب کہی مسلمات مومنات پر ایک زمانہ گزرا ہے
 جب انکی زندگی مردوں کے لئے بھی قابلِ رشک تھی وہ زمانہ گزر گیا اب
 جو کچھ حالات ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ان حالات میں آپ خود
 ہی انصاف فرمائے کہ ایک پردہ نشین لڑکی کی سوانح حیات میں
 اسکے سوا اور کیا بات ہوگی کہ پیدا ہوئی جسکی خوشی کسی کو نہ ہوئی بڑی ہوئی
 تو والدین کو نکاح کی فکر لاحق ہوئی سسرال گئی اور وہاں جو کچھ پیش آیا
 اور حبیبی کچھ گزری ایسے عام واقعات ہیں کہ اس پر کچھ لکھنا تحصیلِ حاصل ہے

۴۲
 مہذب اور مسلمان دنیا کی عورتیں جیسی کچھ تعلیم یافتہ ہوتی ہیں اور جو کچھ
 کام کرتی ہیں اور کر رہی ہیں اس کا کیا مذکور ہے وہ بات تو ہمارے
 مردوں کو بھی حاصل نہیں۔ اور ہمارے تعلیم یافتہ جس قابلیت کے
 ہیں اس سے اندازہ ہو سکتا اس وقت تک یہ فیصلہ بھی نہیں کر سکے
 کہ عورتوں کیلئے معیار تعلیم کیا ہے۔ کیا پڑھیں کیا نہ پڑھیں جو کچھ اس
 اس موضوع پر ہندوستان کے روشن دماغ مردوں نے خامہ فرسائی
 کی ہے اگر اسی پر کچھ وضاحت سے لکھا جائے تو اگرچہ دلچسپ ضرور
 ہوگا۔ مگر آپ کے موضوع سے بعید ہے۔ لیکن نتیجہ واضح ہے کہ
 ایک خاتون کی سوانح حیات ہندوستان کے گھروں کی چار دیواری
 سے باہر کسی شخص کو معلوم نہیں ہو سکتی اور نہایت فحش ہے کہ ہمارے
 علماء و فضلاء کو یہ اجتہاد ہے کہ یہ مذہب کا فتویٰ ہے اور کس مذہب کا
 دین الہدٰی۔ دین الحق۔ دین اسلام کا مجھ سے بڑھ کر اسلامی پردہ کا حامی
 ہونگا بلاشبہ میں پسند نہیں کرتی کہ یورپ کی لڑکیوں کی طرح باحرم
 سے بے حجابانہ بے تکلف گفتگو کرے اور تاج رنگ کی محفلوں میں شمع بزم
 ہو یہ تو نہایت ہی قبیح امر ہے لیکن یہ کہاں کا اسلامی پردہ کہ عورتوں کو
 گھروں میں زندہ درگور کر دیا جائے اور ”بائی وُئپ فیلٹ“ کی
 جوابدہی کا خیال تک نہ ہو۔

میں اس امر کی حمایت بھی نامناسب سمجھتی ہوں کہ عورتوں کو مردوں کی طرح فوراً بالکل آزاد کر دیا جائے۔ صدیوں کی قید سے وہ کچھ ایسی مافوس ہو گئی ہیں کہ ایک سخت انقلاب پیدا کر دینا ایک اصلاح کی جگہ ہزار ہا خرابیوں کا موجب ہو گا۔ اصلاح رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ ہونی چاہئے اور یہی مفید ہے لیکن مافوس ہے جو کام مردوں کے کرنے کا ہے اسکی طرف ابھی تک ایک اصلاحی قدم بھی نہیں اٹھا۔ اور ہنوز وزا دل ہے اور اگر یہی سبیل و نہار ہے تو قیامت تک اصلاح ناممکن ہے آپ ضرور کہیں گے کہ سوال از آسماں اور جواب از سیماں، لیکن میں مشورہ دوں گی کہ آپ تذکرہ خواتین شوق سے لکھئے اسکے مفید ہونے میں شک نہیں۔ لیکن خدا را پہلے ایسی خواتین تو پیدا کریں جو صدر اسلام کی خواتین کی طرح ہوں جسکے سوانح حیات سبق آموز ہوں یا جنکا تذکرہ صفحہ قرطاس کی زمینت ہو مجھے ڈر ہے اگر یہ لفظ ”زمینت“ کسی کٹ، ہاکی نظر سے گذرا تو کہیں آپ بھی کفر کی زد میں نہ آجائیں کہ عورتوں کے لئے ارشاد آٹھی ہے کہ اپنی زمینت کو نامحرم سے پوشیدہ رکھیں کاش میں ایسی ہوتی کہ تذکرہ خواتین میں جو آپ مرتب فرما رہے ہیں میرا نام بھی ہوتا میں کسی کام کی ہوتی اور کچھ کام کیا ہوتا اب لکھوں تو کیا لکھوں موجودہ حالات میں بہت مناسب تھا کہ آپ دریافت

فرمانے کہ مسلمان خواتین کے عام حالات جسکی تصدیق واقعات سے ہو
 کیا ہیں۔ میں اپنے مشاہدات لکھتی کیونکہ ابھی تک خدا کے فضل سے
 مجھے ذاتی تجربہ اس تلخ زندگی کا نہیں ہوا جو عام مسلمان خواتین کے
 حصہ میں آئی ہے۔ مردوں کو کیا معلوم کہ عورتوں پر کیا گزرتی ہے
 ان کو یہ علم نہیں کہ آیا خدا نے فرقہ انات کو دل و دماغ بھی دیلے
 وہ اتنا ہی جانتے ہیں کہ خانہ داری کی تمام ذیل خدمات ان سے حاصل
 کی جائیں اور دنیوی تمتع کا مساو دھند بھی نہ دینا پڑے۔ کنج بھی کچھ
 علت غائی ہے وہ رحمت اور پیار جو میاں بیوی میں ہونا چاہئے نہیں کھتی
 اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے کہ مجھے والدین ایسے نصیب ہوئے
 کہ کسکو کم ملینگے اور آپ میری تحریر سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ میری تعلیم
 و تربیت کس طرح ہوئی ہوگی اگرچہ میرے قبلہ تعلیم نسواں کے بہت
 بڑے حامی ہیں لیکن سچ تو یہ ہے کہ میری والدہ صاحبہ ہر ایک تعریف
 کی مستحق ہیں جنہوں نے تعلیم و تربیت کا حق ادا کر دیا مجھے کچھ انگریزی میں
 سند بد ہے میرے بھائی کرامت صاحب قمری اے کی تیاری کر رہے
 ہیں اوہ نہیں فرصت نہیں حضرت والدہ صاحبہ سبق دیدیا کرتے ہیں
 اگر میری والدہ صاحبہ تعلیم یافتہ نہ ہوتیں تو شاید میں اس قابل نہ ہوتی کہ
 گراں بیجا جواب لکھنے بیٹھتی اسلئے آپ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ جب تک عزیز

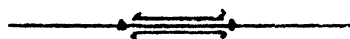
تعلیم یافتہ نہ ہونگی لڑکیاں مناسب تعلیم و تربیت سے محروم ہی رہیں گی صرف
یہی نہیں بلکہ لڑکے بھی اگر لکھے پڑھے ہونگے تو کچھ ایسے بہنوں کے کہ فرزند
ہو اگر بانی تعلیم یافتہ ہوں تو ان کے گھروں میں تو عہد علم ضرور ہوگا
اور کوئی شخص جاہل نہیں رہ سکتا میری والدہ شیخ عزیز الدین صاحب مرحوم
کی دختر ہیں نسب قریشی ہے۔ بزرگ عرب سے نکلے اودا خرمیر
رہائش اختیار کی کشمیر جنت نظیر مشہور ہے۔ ہمارے جد امجد حضرت آدم
نے تو گناہ کیا کہ جنت سے نکلے لیکن میرے بزرگوں کو اسلئے کشمیر سے
جدا ہونا پڑا کہ وہ مذہب کے بہت دلدادہ تھے۔

حضرت والد صاحب امرتسری ذات کے برہمن اور کشمیری اصل میں
ان کے بزرگ ہمارا جد رنجیت سنگھ کے عہد میں لاہور آئے اور پشیمینہ
کی تجارت کرتے تھے۔ لاہور میں انکی رہائش اس جگہ تھی جو اب کشمیری
بازار کے نام سے مشہور ہے امرتسر میں کنا مقدس شہر گرو کی نگری
مشہور ہے۔ اس جگہ رہائش اختیار کی۔ خواجہ جمال الدین صاحب
ایک صاحب اقبال شخص تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں سب کچھ دے رکھا تھا
ان کے بڑے صاحبزادے خواجہ عبدالغنی یہ میرے والد کے دادا تھے
ان کے چھوٹے بھائی میاں اسد اللہ وکیل جنکے نام ایک کو حب
کڑا جمیل سنگھ امرتسری ہے خدا داد ذہن اور قابلیت کے بزرگ تھے

۱۷۶
 آپ کے بڑے میاں حفیظ اللہ بی اے ایل ایل بی پٹنہ رنیل سکرٹری انجمن
 حمایت الاسلام امرت سرائو میونسپل کمشنر اور آرزویری محبٹرٹ ہیں
 ڈاکٹر سرف الدین کچلو (کچلو برہمن کی ایک گوت ہے) میاں حفیظ اللہ کے
 داماد ہیں۔ میاں اسد اللہ مرحوم کے اور چھوٹے بھائی میاں حبیب اللہ
 مختار اور میاں غلام نبی تاجر اور میاں غلام حسن پٹنہ منصف بفضلہ
 خدازندہ ہیں میاں حبیب اللہ کے فرزند میاں عزیز اللہ اولیٰ پٹی
 میں ایک کامیاب وکیل ہیں حبلی اہلیہ ڈاکٹر سرف الدین کی ہمیشہ ہیں
 میاں غلام نبی صاحب وہ بزرگ ہیں جن کا مقابلہ پنجاب میں پہلی مرتبہ
 مسیحی مشنریوں سے ہوا صاحب تصانیف ہیں ان کے فرزند میاں عبد المجید
 انسپکٹر پولیس میاں غلام حسن کی اولاد میں سے خواجہ محمد حسن اور
 سید حسن غلام وہ گراجوٹ ہونے کے ولایت کے تعلیم یافتہ اور بیرٹ بھی
 ہیں۔ آج کل افریقہ میں تبلیغ اسلام کا کام بھی خاموشی سے کر رہے ہیں
 خواجہ محمد حسن قرآن مجید کا ترجمہ وہاں کی افریقی زبان میں کر رہے ہیں
 میرے دادا خواجہ غلام رسول اچھے شاعر تھے اور غلام مخلص
 کرتے تھے میرے والد کو اگرچہ فرائض منصبی سے فرصت کم ملتی ہے لیکن
 اہل قلم اور کچھ نہ کچھ فلمی خدمتہ کرتے ہی رہتے ہیں ان کی تصانیف میں
 بغداد اور دمشق ام القریٰ اور مشاہیر اسلام اور صدیق اکبر

بہت مشہور ہیں دیوان حافظ کا ترجمہ اور شرح اردو میں لکھی ہے جو
۱۷۷
نہایت مقبول ہوئی۔

مجھ سے بڑی ایک اور بہن محمودہ اختر ہے اور سچ تو یہ ہے کہ
ہر حیثیت سے بڑی ہے۔ ہمیشہ کے مضامین تہذیبِ نسواں میں شائع
ہوتے ہیں مجھ سے دو سال بڑی اور اس سے زیادہ علم و فضل ہیں
بڑی ہیں۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ انہیال اور دیال کی طرف سے
ہمیں علم وراثت میں ملا



اُمّت الودّان بکم

سنت مولوی محمد خلیل اللہ صاحب فیضیہ باندوکار مال گزاری
 حیدرآباد دکن ۱۹۰۷ء حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی عربی
 اور فارسی تعلیم اپنے والد سے پائیں پھر فارسی میں اپنے شوق سے
 مطالعہ کے ذریعہ خاصی لیاقت بہم پہنچائی۔ محض ذاتی ذوق سے
 انگریزی اپنے بھانجے سے پڑھ کر تقریباً مڈل کلاس کا کورس ختم کر لیا
 اور وسیع مطالعہ کے باعث ادبی قابلیت میں اضافہ کیا ایک وسیع
 اور ترقی کنال خاندان کا فرد ہونے کے باعث اسکی علمی اور معاشی
 سرگرمیوں میں بھی علمی حصہ لیا ایک ”قرضہ حسنہ“ کی ایجن امداد باہمی
 میں کئی سال تک رکنیت کے فرائض انجام دیئے اور بہت دنوں تک
 خازن رہیں۔

کروشیہ میں اچھی مہارت ہے اور نمائش باغ عا حیدرآباد میں

نمایاں کرائے ہوئے ایک تولیہ کو جلالتِ مآب سلطانِ العلوم نے
 پسند فرمایا اور داخلِ توشک خانہ مبارک فرما کر کاریگر کی عزت
 افزایا نہ داد دی۔ کروشیا کاری میں اردو حروف (بہ خط کوئی) اور
 تاریخی عمارت دکن بننے کی ابتدا آپ ہی نے کی جو بعد میں بہت عام
 ہو گئے۔ ان دو حروف کے بننے پر نمائشِ بزمِ ادب سے منسلک
 میں ایک تقری تمغہ عطا ہوا۔

جیسا کہ ہندوستان میں اکثر ملکہ عموماً ہوتا ہے ادنیٰ اور علمی
 مصروفیت صنفِ نازک میں عمر کے ساتھ کم کرنی پڑتی ہے فلمی جولانی
 عرصہ ہوا کہ چھوٹ گئی مابہم اکثر اردو رسالے بالالتزام مطالعہ سے گزرتے ہیں
 اور ہر مل سکنے والی کتاب ضرور ختم کی جاتی ہے!

حسابِ دانی عورتوں میں ایک نامِ در وصف ہے لیکن یہ حساب
 کتاب کی صفائی کے باعث متعدد انجمنوں کی اور نیز خاندان کے متعدد
 حلقوں کی خازن ہیں ”انجمنِ حبیبہ ادا باہمی، کے کاغذات دیکھنے
 سے معلوم ہوا کہ اس کے حسابات کی منقح بھی ناچکی ہیں اور لطف
 یہ ہے کہ جن الفاظ میں آنے پر پورٹ بھی ہے بعد کے میں چار منقح
 صاحبان برابر اسی کو نقل کرتے آئے ہیں۔

علاوہ اڑاں اپنی خوش طبعی اور غریب پروری سے ماماؤں

اور مالوں وغیرہ کی قسم بھی امانت رکھنے سے انکار نہیں۔
 تحریری عمل میں اردو میں متعل ہونے والے کئی ہزار ضرب المثلوں
 کو جمع کیا تھا شاید اس بات کی کوشش تھی کہ مختلف مشلوں کے تلمیحات یا
 واقعات متعلقہ بھی فراہم کریں مگر حال میں یہ دس سالہ محنت ایک
 اتفاقی حادثہ کی بدولت تلف ہو گئی اور ایک انچ پرزہ کاغذ بھی اس
 ضخیم تالیف کا نہیں ملا۔

اسکے سوا بچپن سے اب تک جو جو کتاب دیکھتی رہیں اس کا ایک
 رحشر میں نام، مصنف، صفحات، قیمت، مقام طبع اور مختصر خلاصہ
 درج کرتی رہیں ”اردو گشتی کتب خانہ“ حیدر آباد دکن کی پہلی فہرست
 تیار کرنے میں اس سے بھی مدد ملی گئی تھی۔

فطرۃ سخن، سخن کے بجائے سخن فہمی اور عمل کے بجائے تنقید کے
 صفات عطا ہوئے ہیں شاید یہی وجہ تھی کہ اشعار کے تین انتخابات
 کئے ہیں۔ ان انتخابات میں سے سب سے پہلا بچپن کا ہے جب
 ”بیت بازی کے شوق میں ہر ردیف کے ہر حرف سے شروع ہونے
 والے اشعار جمع کئے اور یہ دیوان نما مجموعہ تقریباً مکمل ہے لیکن صرف
 (۲۸) حروف کے متعلق ہیں فارسی اور ہندی الفاظ (یعنے، پ، ج،
 ژ، گ، ٹ، ڈ، ژا) اس میں شامل نہیں ہیں

دوسرا انتخاب اچھے اشعار کا ہے۔ جس میں کچھ حصہ پر درد اشعار کا بھی ہے، تیسرے کا نام کلام الملوک، سمجھنا چاہئے کیوں کہ اس میں صرف بادشاہوں کا کلام جمع کیا گیا ہے مگر یہ دو تین فرمان روایا سلطنتِ آصفیہ کے قابل حصول کلام کا انتخاب ہے تاہم آصف سلج ادام السلطنت کا پورا شایع شدہ کلام مع حوالہ منقول مبنیٰ موجود ہے جسکی اشاعت کو ممکن نہیں تاہم آئندہ نسلوں میں یہ مجموعہ کوئی عجب نہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

ادبی تحریرات بہت کم ہیں اور وہ اب قابل حصول نہیں رہے



بیکم ڈاکٹر عبد الغفور

امدیہ رسالہ

بنت مولوی محمد یعقوب صاحب بیڈ ماسٹر سیلی ہیٹ میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی پھر نشی فاضل کے درجہ تک آپ کی تعلیم ہوئی۔ اور انگریزی میں اچھی قابلیت رکھتی ہیں۔

۱۹۱۶ء میں آگرہ دکنس میڈیکل اسکول میں داخل ہوئیں اور ۱۹۲۰ء میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی چند ماہ تک ڈفرن ہسپتال لکھنؤ میں بحیثیت ہاؤس سرجن کے کام کیا لیکن خرابی صحت کے وجہ سے مجبوراً خدمت سے مستعفی ہوئیں۔

۲۱ جولائی ۱۹۲۱ء کو ۳۲ برس کی عمر میں ڈاکٹر محمد عبد الغفور صاحب بسمل بریلوی سے جو کہ ایک فاضل ڈاکٹر اور مشہور ادیب ہیں اور آج کل سیلی ہیٹ میں پرائیوٹ پرائکٹس کر رہے ہیں نکاح ہوا۔ آپ کے نکاح

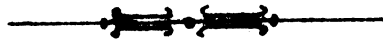
کی خاص خصوصیت یہ تھی کہ آج کل کے فضول رسومات کو بالکل ترک کیا گیا تھا جو خواہ مخواہ مسلم قوم کی کمزوری اور اسراف کا سبب ہو رہے ہیں۔ بجز رسم نکاح کے اور کوئی رسم ادا نہیں کیگئی۔

آپ نومبر ۱۹۲۶ء میں صوبہ متحدہ آگرہ اودہ کی اسٹنٹ میڈیکل کونسل کی انتظامیہ کمیٹی کی ممبر منتخب کی گئیں۔ آپ صوبہ متحدہ کی تمام ہندوستانی سندیا فٹ لیڈی ڈاکٹروں کی نمائندہ ہیں۔ اس صوبہ میں ایک عورت کے لئے یہ پہلا اعزاز ہے جو گورنمنٹ کی جانب سے عطا کیا گیا ہے اپنے فرقہ کی سہار دی سے متاثر ہو کر آپ نے اپریل ۱۹۲۶ء میں پہلی بہرہ رسانی رسالہ "حرم" جاری کیا اس کا مقصد اجرایہ ہے کہ اس سالہ کی آمدنی غریب و بیمار عورتوں کے مفت علاج کا انتظام کیا جائے جنہیں وقت دوا۔ مشورہ۔ بہم پہنچتا رہے اس پرچہ میں حفظانِ صحت۔ زچہ و بچہ کے امراض و پرورش۔ سوشل اصلاحات۔ حقوق نسواں کی حمایت میں روزدار مسفاین شایع کئے جاتے ہیں۔ مشاہیر ملک نے اس رسالہ پر نہایت خلوص و جوش کے ساتھ تبصرے تحریر فرمائے ہیں یہ رسالہ مدیرہ حرم اور ان کے شوہر گرامی قدر کی مشتمل کہ کوششوں کا مہل منت ہے آپ نماز و روزہ اور تلاوت قرآن کی سختی کے ساتھ پابندی کرتی ہیں اور اکثر تعلیم یافتہ خواتین کے حلقوں میں آپ کا نام بطور مثال کے

امیرش غذا کا اثر صحت پر

سائینٹفک ترقیوں کے باوجود ہندوستانیوں کی تندرستیاں عام طور پر خراب ہوتی جا رہی ہیں صحت کے لحاظ سے امیر غریب سب کی یکساں حالت ہے۔ نزلہ۔ زکام۔ قبض۔ اسہال۔ پیش۔ آنتوں کی خرابی۔ دق۔ سل۔ گھٹیا۔ نقصان الدم۔ خرابی جگر۔ ضعف دل و دماغ اور سرطان وغیرہ میں تو بے فیصدی ہندوستانی مرد و عورت مبتلا پائے جاتے ہیں عورتوں میں وضع حمل کی پیچیدگیاں روزانہ بڑھتی جاتی ہیں ماہرین کا خیال ہے کہ نشوونما کا انحصار غذا کی نوعیت پر ہے سو برس پیشتر ہندوستانی عورتوں کو وضع حمل میں اس قدر تکالیف برداشت کرنی نہیں پڑتی تھیں۔ جس قدر کہ موجودہ زمانہ میں طبی امداد کی بہترین ترقی کے باوجود برداشت کرنی پڑتی ہیں موجودہ زمانہ میں زیادہ تر ہندوستانیوں میں قبل از وقت پیرانہ سالی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں اور بہت کم عمر طبعی کو پہنچتے ہیں۔ شباب و کہولت کا زیادہ تر تعلق انسان کے غذا و دوا کے افعال سے ہے غذا و دوا کے لئے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس جزو کی اچھی پوری

پیداوار کا تعلق غذائی نوعیت سے ہے۔ اگر غذا خالص اور مفید ہوگی تو
 عذو د بھی اپنا فعل پوری طرح انجام دے سکیں گے۔ ورنہ عذو دوں کی کمزوری
 سے جلد پڑ پالے کے آثار پیدا ہونے لگیں گے۔



ممتاز نسیم

سنت عبدالوہاب صاحب بیری بی اے۔ آخر جمادی الثانی بمقام
اثادہ پیدا ہوئیں آپکا تعلق قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ (یوپی) کے مشہور
و معروف خاندان کسواہل سے ہے۔

حسب ستور جب آپکی عمر سو اچار سال کی ہوئی تو لبسم اللہ بڑے
جشن کے ساتھ ہوئی۔ قاعدہ بغدادی اور پارہ عم کی ابتدائی تعلیم کے بعد
قرآن شریف پڑھایا گیا۔ حافظہ چونکہ اچھا تھا اور پھر گھر والوں کی
توجہ حافظ صاحب کی محنت سے سات مہینہ کے قلیل عرصہ میں
قرآن پاک ناظرہ ختم کر لیا۔ اور بڑی دھوم سے نشر ہوا۔ اسکے ساتھ ہی
اردو کی ابتدائی درس کی کتابیں اور مسائل کی آسان کتابیں بھی پڑھائی
جائے لگیں لیکن زیادہ توجہ اور محنت قرآن شریف پر ہوتی تھی جوں
جوں سمجھ بڑھتی گئی ویسے ہی تعلیم اور گھر کے کام کاج میں حصہ لینے لگیں

۱۸۷
 پھر آپ کے والد نے تعلیم کیلئے خاص طور پر ایک ستانی مقرر کی خادہاری
 اور عام تربیت آپکی والدہ کے ذمہ رہی جو خود ایک تعلیم یافتہ اور بڑی
 تجربہ کار خاتون تھیں۔ افسوس کہ آپ ابھی چھٹے برس ہی میں تھیں کہ
 شفقت مادری سے محروم ہو گئیں۔ لیکن آپ کے دادا مولوی عبدالحکیم صاحب
 اور آپکی دادی نے آپ اور آپکے چھوٹے بھائی بہنوں کو اپنے آغوش
 محبت میں لیا۔ آپکی دادی اُن نیک اور بزرگ خواتین سے تھیں جسکی
 تربیت اور جنگی تعلیم کے بدولت آپ کے کنبہ کے مشہور افراد مولوی
 مشتاق حسین وقار الملک اور ڈاکٹر ضیاء الدین سی۔ آئی۔ آئی۔ دنیا
 علم و ادب میں مشہور ہیں۔

آپ اپنی تعلیم کے لئے اپنی دادی کی رہن منت ہیں کہ جنگی
 توجہ سے ہر قسم کا سینا پروتا۔ پکانا۔ اور خانہ داری کے ہر شعبہ میں
 کافی دسترس حاصل ہوئی۔ بچپن ہی میں آپ کے سلیقہ اور تمیز کا
 یہ حال تھا کہ جب کبھی آپ کے والد احباب کو دعوتیں دیتے تو دفتر خوا
 کی تمام لذیذ غذاؤں اور ڈشوں کی تیاری آپ کے مہار کا طبقہ میں ثبوت
 پیش کرتی۔ ہر قسم کی مٹھائیاں دیسی اور انگریزی۔ کیک۔ بٹری۔ آج
 مرے سب کچھ اس عرصہ میں تیار کر لئے جاتے یہی وہ تمیز داریاں اور
 سلیقہ شعاریاں تھیں کہ انتظام خانہ داری کے حملہ امور آپ کے ذمہ تھے

آپ کے والد کا ہمیشہ ہی مطلع نظر تھا کہ آپ اور آپ کی دوسری بہنوں کی تعلیم ایسی ہو کہ جسکی ایک خاتون کو ضرورت ہے کبھی سرکاری مدرسہ کے نصاب یا امتحان میں شریک ہونے کا خیال تک بھی نہ کیا ہی وہ وجہ ہے کہ جس قدر بھی آپ کی تعلیم ہوئی وہ مکمل اور ضرورت کے لائق ہے۔

آپ کے دادا نے جو فارسی کے ادیب اور اردو کے بہترین شاعر تھے فارسی اور اردو ادب کی تعلیم اپنے ذمہ لی اور آپ کے پھوپھا مولوی محمد راضی صاحب نے آپ کے علمی رجحان کو شعر و سخن کی طرف پھیر دیا جسکے فیض صحبت سے بہت تھوڑے عرصہ میں آپ شعر کہنے لگیں۔ چودہ سال کے سن میں آپ منظوم خطوط لکھنے لگیں جو بہن اکرم خاتون مرحومہ اور بہن زہرا امادہ اور م۔ ب۔ لکھنؤ کے نام ہوا کرتے تھے۔ پھر مشق بڑھنے پر حمد و نعت لکھنے لگیں۔ آپ کے تعلیمی شوق کا حلیہ سامان آپ ہی کے گھر میں موجود تھا۔ زمانہ کی روش اور انگریزی زبان کی ہمہ گیری نے آپ کے والد کو انگریزی کیلئے ایک استانی مقرر کرنے کی ضرورت محسوس کرائی خیاںچہ ڈھائی سال تک آپ کی انگریزی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ ڈرائنگ کا انتظام کیا گیا اور اسکے ساتھ ڈاکٹر کلاہ ایل کلر پنٹنگ بھی سکھا اور تھوڑے عرصہ میں اچھی خاصی شوق بہم پہنچائی آپ کے تیار کردہ نمونوں پر اکثر انعامات بھی ملے ہیں اور سب انعامات آپ کے

اعزای ہی نے دیئے ہیں سلسلہ ۹۲ء میں ایک انعامی مقابلہ میں آپ شریک ہوئیں۔ یہ مقابلہ اختر حسین صاحب فاروقی آرٹسٹ جامعوہ ملیہ ملی کی جانب سے منعقد ہوا تھا جس میں آپ نے اپنی ڈرامنگ ڈرکڑنگ کا نمونہ پیش کیا جو مقابلہ میں منتخب ہوا۔ اور مدل ملا۔ یہ نمونہ ایک شاخص گلبار کی تصویر تھی جس میں پھولیں موسم بہار پر نغمہ زائیں گویا منظر بہار کا نقشہ تھا آپ خوشنویسی میں بھی کمال رکھتے ہیں اس میں اپنے چچا اور محمد ایوب صاحب سے تلمذ ہے حتیٰ کہ کتابت بھی خاصی کر لیتے ہیں ہمارے مروجہ تذکرہ میں سب سے بہتر خط ہم نے آپ ہی کا پایا سب سے پہلے آپ نے، صفائی، پر مضبوط لکھا اور اپنے والد کو بغرض اصلاح دکھلایا جسکو دیکھ کر آپ کی بڑی ہمت افزائیاں کی گئیں۔ اور ایک مختصر سا لکچر آپ کے والد نے دیا اور مضامین نگاری کے خاص خاص اصول بتائے آپ کا پہلا مضمون تہذیب نسوان کا شائع ہوا ہے۔ موصوفہ نہایت نیک خصائل اور مکارم اخلاف سے راستہ میں سلسلہ میں آپ کے دادا نے انتقال کیا جسکے باعث تعلیمی شغل میں کاستنگی پیدا ہونے لگی۔ اسی غم کے انسو ابھی خشک ہونے پائے تھے کہ آپ کے دادا نے بھی انتقال کیا۔

سلسلہ ۹۲ء میں آپ کی شادی آپ کے چھوٹی زاد بھائی محمد فیض الدین سے ہوئی۔ اگست سلسلہ میں ایک بچہ صرف آٹھ روز کی زندگی

۱۹۰۔ مستعار کے بعد داغ مفارقت دے گیا۔ اور اس سال آپ سخت علیل ہوئیں
 یہ زمانہ کچھ ایسے تفکرات میں گزرا کہ علمی مشاغل کا خیال تک نہوا۔ ۱۹۰۲ء میں
 ایک اور لڑکی ہوئی لیکن وہ معصومہ بھی رخصت ہو گئی۔ جبکہ نام فغیہ خاں
 تھا۔ اب خدائے قدوس نے ۱۳ سپتمبر ۱۹۰۲ء کو ایک نوہال عطا فرمایا
 جبکہ تاریخی نام محمد نظیر الدین اور حقیقی نام محمد رفیع الزماں اور فیروز اختر عطا
 دعا ہے کہ خدا عمر عطا فرمائے۔

آپ اپنی صنف کے فلاح و بہبودی اور قوم کے بچوں کے بہتری
 میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ بھوپال کی پرنس کلب کے اکثر جلسوں میں
 آپ نے علمی حصہ لیا ہے۔ ۱۹۰۵ء میں ملکہ بلجیم کے تشریف آوری کے
 موقع پر اور اکثر بیگم صاحبہ بھوپال کی سالگرہ وغیرہ پر قطعاً تہنیت
 وغیرہ پیش کئے ہیں ۱۹۰۶ء میں فرمانروائے بھوپال کی سالگرہ صدری
 پر قطعاً تہنیت پیش کیا تھا جبکہ ہر پرنس بیگم صاحبہ اور خصار جلسہ نے
 بہت پسند فرمایا اور سالہ ظل السلطان میں شائع ہوا فروری ۱۹۰۷ء
 میں آل انڈیا وین کانفرنس منعقدہ دہلی میں شریک ہوئے اور سالہ نوچھا
 امرت سر میں مفید اور پر از معلومات مضامین لکھے ہیں آپ معارف الایمان
 کی مصنف ہیں اور ایک معاشرتی ناول زیر تصنیف ہے آپ کا کوئی رنگ
 مخصوص نہیں ہے۔ حمد و لغت۔ مناظر قدرت۔ اخلاقی قصص معاشرتی

اصول پر شاعری میں نشر میں بھی اظہار کرنے کی قدرت رکھتی ہیں یہاں
 دیہاتی جہنگ کی اعزازی اڈیٹر بھی ہیں آپ ایک مایہ ناز خاتون ہیں
 جنکی تقلید سے آنے والی بہنیں بہت کچھ سبق آموز ہو سکتی ہیں دنیا
 صحافت میں ہم بہ ممتاز مارہر دے سے شہرت حاصل ہے ہندوستان کے
 اکثر و پیشتر سال میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔

شفق

کس قدر آبِ سماں پر شفق بھولا ہوا
 یا یہ مجھ کو عہدِ اشکِ سرخ کی قطرات کا
 یا شہید و نیک لہو کا رنگ اس پر پڑ گیا
 یا افق پر اک صیائے سرخ ہے جلوہ نما
 خندہ زن ہر طرح بروقت آغا و سحر
 اسیرِ اک دریاے خوین ہو خونِ کوسفہ
 یا بہار آگس کسی گلشن کا پر تو ہے پڑا
 انقلابِ ہر سے ہر اسکا دل خوں ہو گیا
 یا یہ خونِ بے گناہاں کی ٹی اس کو نہرا
 یا یہ میرے سوزشِ دل کا ہے آئینہ بنا
 سو گوارا انجام پر ایسا ہی آتا ہے غنم
 دیکھنے والا ہو تو دل اس کا دیکھے چہر کر
 اے شفق! کسے دل خوں گشتہ کا ہو فوجہ گر

مسلمان اور رسوم پرستی

مسلمانوں میں چند فنیج رسوم کا انکی معاشرت مذہب اور تمدن میں

داخل ہے انکی اصلاح اور انکے السنہ کی جو سرتوڑ کوششیں اب تک مسلمانوں نے کی اور کر رہے ہیں وہ یقیناً قابل تعریف اور لائق استحسان ضرور ہیں لیکن ان کا نتیجہ کامیابی نہیں کہا جاسکتا۔

بچہ کی ولادت سے لے کر موت تک حسبدر رسم مسلمانوں میں بالعموم عمل میں لائی جاتی ہیں۔ اگر انکو ایک جگہ مجتمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہوگی اور لطف یہ ہے کہ حسبدر رسم رائج ہیں وہ سب کی سب قبیح ہیں زیادہ تر اسراف پر مبنی ہیں۔ جن رسوم کو مذہبی رنگ میں رنگا گیا ہے انہیں بعض شرک کی حد تک پہنچتی ہیں۔ بعض بدعت سیئہ میں داخل ہیں، لیکن مسلمان پھر بھی آنکھیں نہیں کھولتے اور بیدار نہیں ہوتے۔

مسلمانوں کی سرپرستی نے ان رسوم کو اور مضبوط و مستحکم کر دیا ہے عورتوں کی جہالت اور قدامت پرستی نے ان رسوم کو ایسا مقدس جامہ پہنایا ہے کہ کوئی مسلمان مرد یا عورت اسکو اتارنا گناہ سمجھتی ہے۔

ہمارے افلاس کا باعث فی الحقیقت یہ رسوم پرستی ہے۔ بچہ کی ولادت، شادی، بیاہ، منگنی، نذرہ، اور میت کے موقعوں پر ان ہی رسوم کی بار بار وادائی کی بنا پر اس قدر فضولیات میں خرچ ہوتا ہے کہ جسکی حد نہیں ایک معیبت یہ اور ہے اور جو فرقہ رسوم پرست یا قدامت پسند ہو وہ زیادہ جاہل تعلیم یافتہ یا پست خیال ہے اور یہ ہی طبقہ زیادہ منہ غلے اور کمایہ

جب یہ طبقہ ایسے اسراف اور فضول خرچیوں میں مبتلا ہوگا تو پھر نتیجہ معلوم۔
 میں مسلمانوں سے اور اداں مسلمانوں سے جنگ و افتادہ حال ہے
 جو اپنے قصبہ یا گاؤں میں اور اپنے خاندان میں زیادہ مفرز اور زیادہ
 صاحب ثروت ہیں ان سے اپیل کر دنگی کہ وہ مسلمانوں کی اس قابل
 اصلاح حالت کی طرف توجہ کریں اور جلد سے جلد اس صلاح میں سرگرم حصہ
 اگر ان کے خاندان میں ان کے قصبہ میں تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد
 ہوں تو انہیں ایسا لٹریچر فراہم کر دیں جس میں ان فضول اور بے بنیاد رسوم
 کی برائیاں اور انکی قباحت مذہبی اور معاشرتی دونوں نقطہ نظر سے
 درج ہوں نیز انکو وہ کتابیں بھیجا کر دیں جو انکے حقیقی مذہب سے آگاہ کر لیں
 اور بدعات سیئہ کی حقیقت سے جو انہیں رائج اور بڑے ہوئے ہیں
 آگاہ کریں۔

خود ان رسوم کو ترک کرنے میں پہل کریں ایسی تقریبات کی شرکت سے
 کنارہ کش ہوں اور احترام کریں جہاں ایسی قبیح رسمیں ادا کی جاتی ہوں
 غرض یہ کہ بہت سخت ضرورت ہے کہ ہم سب ملکر اپنے بھائی بہنوں کو
 اس غلط راہ سے جو وہ اختیار کئے ہوئے ہیں میں صحیح راستہ پر لگادیں جس سے
 ہماری معاشرت بہت بہتر ہو اور یہ حالت درست ہو اور مذہب میں بھی کسی قسم کا ایسا
 دخل نہ ہونے پائے جو ہمارے مفرز ہو اور یہ کام زیادہ تر عورتوں ہی کرنے کا ہے

تہذیبِ فاطمہ عباسی

بنت انتظار علی صاحب عباسی بی اے اکسائز انسپکٹر کاکوروی
 میں پیدا ہوئیں۔ آپ ہاشمی و قریشی ہیں، اپنے بھائی بہن میں سب سے
 چھوٹی ہیں دو تین سال کے سن تک آپ کی تمام پرورش و پرداخت
 آپ کے چھوٹی خالہ کے ذمہ رہی۔ اسکے بعد والدین کے ہمراہ آگرہ
 و بہرائچ وغیرہ چلی گئیں۔ بہرائچ پہنچ کر بسم اللہ کی گئی اور دو مہینے
 لغرض تعلیم مقرر کئے گئے آخر انہیں جواب دینا پڑا زیادہ تر آپ کے
 چچا اعجاز علی صاحب کے پڑھانے سے قرآن شریف ختم ہوا۔
 آپ کے بھائی اطہار علی صاحب کے تحریک پر گھر میں ایک انجمن
 قائم تھی اسوقت آپ میں مضمون نگاری کی قابلیت تو نہ تھی شوق
 بہت تھا چنانچہ کاغذ پر لکیریں کہنچ کر حلیہ میں پہنچ جائیں اور اپنا
 مافی الضمیر کاغذ کو دیکھ دیکھ کر یوں بیاں کرتیں گویا مضمون لکھا ہوا

اس سے آپ کو فائدہ یہ ہوا کہ اردو سیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ مین پوری پہونچ کر اردو شروع کرائی گئی۔ مھوڑے عرصہ میں دو تین مہینے تبدیل ہوئے چنانچہ جب مولوی علیحدہ کر دیئے گئے تو آپ نے تختی لکھنی شروع کی۔ آپ کو بچپن میں تعلیم سے چندان دلچسپی نہ تھی کسی کے پاس پابندی سے پڑھتی نہ تھیں، بلکہ خواہش یہ تھی کہ از خود لکھنا پڑھنا آجائے۔ ۱۷-۱۸ء میں جبکہ آپ کا سن سات سال کا تھا اور ان دنوں آپ کی ہمیشہ اخلاق فاطمہ صاحبہ کے پاس تہذیب نسواں آیا کرتا تھا اسکے علاوہ پہلے کی بھی مجلس تھیں جس کا آپ دن رات مطالعہ کرتیں۔ ابتدا تو کچھ مشکل دکھائی دیا لیکن اردو اس قدر رو آ پڑھنے لگیں کہ تمام گھر کو تعجب ہوتا تھا۔ میں پوری ہی میں آپ نے چھوٹے چھوٹے مضامین لکھنا شروع کئے جو صرف انجمن تہذیب میں نہا کر پھینک دیئے جاتے تھے۔

تہذیب نسواں کو دیکھ کر اصلاح نسواں کے نام سے ایک اخبار نکالنے کا آپ کو شوق ہوا۔ پہلا پرچہ نکالنے پر آپ کو یہ دشواری پیش آئی کہ اپنا لکھا آپ خود نہ پڑھ سکیں۔ مجبوراً ارادہ منہج کر دیا آپ نے بچپن میں گڑیاں اس طرح نہیں کھیلیں جس طرح اور لڑکیاں ہندو کیلہ وغیرہ پکا کر پورے سلیقہ سے کھیلتی ہیں بلکہ آپ کا مذاق یہ تھا کہ

۱۹۶
پورے قصہ کو ڈرامہ کے اسٹیج پر کھیلیں اسکی ایکٹر گڑیاں قرار دی جائیں
اسکی زبان ایکٹر کی ناطقہ ہوتی اور گھر وندے میں ایک طوفاں تکلم
برپا رہتا۔

”نصیحت کا کرن پھول“ وغیرہ جو کتابیں آپ کے درس میں تھیں
گڑیوں کو بطور سبق پڑھائی جاتیں۔ اس طرح اپنا پڑھا آپ خود یاد ہو جاتا
تھا۔ اس عرصہ میں آپ کے والد اکسائز سپرینڈنٹ ہو کر بھوپال تشریف
لیگئے اور اودن کے ساتھ آپ بھی گئیں یہاں بھی مطالعہ جاری رہا
اب آپ پاکستان تہذیب نسواں اور رسالہ خاتون کے سوا تندن انظر
کے پرچے آنے لگے اخبار نکالنے کا شوق پھر تازہ ہوا۔ آخر کار یکم مارچ
۱۹۶۲ء کو ”اخلاق نسواں“ نکال ہی دیا۔ پہلا پرچہ لکھ کر جب والد
کی خدمت میں پیش کیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ آپکی کوششوں کی
داد دی سمیت بڑھائی رفتہ رفتہ آپ کے مذاق میں وسعت پیدا
ہو گئی اب مضامین بہ نسبت پہلے کے اور غنیمت ہونے لگے۔

اخلاق نسواں مہینہ میں چار مرتبہ نکالنے کا ارادہ کیا تھا لیکن
چند روز بعد یہ ناممکن دکھائے دینے لگا مجبوراً اسے پندرہ روزہ کر دیا
اس میں سائنس۔ فلسفہ۔ علمی۔ ادبی۔ طبی۔ مذہبی۔ غرض ہر قسم کا
رطب و یابس ہوتا تھا۔ البتہ افسانہ بہت کم ہوتا تھا۔ کیوں کہ آپ کے

والد کی تاکید علمی مضامین کے نسبت تھی۔ لطائف خود ساختہ ہوتے تھے
 لیکن کبھی کوئی تک کا نہ ہوا۔ مضامین جتنے اور جسم قسم کے ہوتے وہ
 سب کے سب آپ ہی کے لکھے ہوئے ہوتے تھے البتہ مضامین کے
 نیچے مختلف نام دکھائی دیتے تھے گویا اس طرح ہر نمبر بجائے خود ایڈیٹر
 نمبر ہوتا تھا۔ ہر پندرہ روز میں کافی تعداد میں مضامین لکھنا پھر چہ
 کی تربیت اور کتابت کوئی آسان کام نہ تھا۔ مالک ونگراں "ایڈیٹر
 میانجی" پرنٹرز بلیشر۔ غرض سب ذمہ داریاں آپ کی ذات پر تھیں خود کوزہ
 و خود کوزہ گرد و خود گل کوزہ، ہر پندرہ روز کو ایک پرچہ نکال کر نکالتا
 اور لطف کیے اس کا ایک ہی حقیقی اور سچا خریدار بھی تھا۔ یعنی آپ کے
 والد محترم۔ جس کے خدمت میں خود علی الصباح ڈاکیہ بنکر پرچہ پہنچا آتے
 اور مزہ یہ ہوتا کہ پرچہ سنانے کی ذمہ داری بھی آپ ہی تھی۔ جب پورا
 پرچہ سن لیا تو اس کی نسبت نصیحت فرماتے اور آپ پرچہ کو آمینہ اور
 مفید بنانے میں منہمک ہو جاتیں ساتھ ساتھ ہی مصنفہ کہلانے کی بھی
 تمنا تھی کہ وہ کتابیں اخلاقی اور معاشرت پر ہوں ان دنوں آپ کیلئے
 انگریزی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا لیکن اس میں بھی بدشوق ثابت
 ہوئیں تاہم دن کا زیادہ حصہ پڑھائی کے نذر ہونے لگا جو وقت بچ رہا
 "اخلاق نسواں کی تربیت میں صرف ہوتا ادھر انجمن کے ماہوار جلسوں

کیلئے مضامین کی فکر کرنی پڑتی طریقہ یہ تھا کہ تمام گھریلو ممبر کو ایک عنوان دیا جاتا کہ اظہار خیال کریں چنانچہ آپ سب سے زیادہ مضامین لکھنے والی ثابت ہوئیں۔ انجمن تہذیب کے ایک جلسہ میں آپ نے دکھاوے اور شہرت، پر ایک طویل مضمون لکھا جس پر آپ کے درجہ اول کے انعام کا مستحق قرار دیا گیا (انعام کا طریقہ بہت انفرادی تھا) جس نے آپ کی بہت اور کوشش میں چار چاند لگا دیئے یہ مصروفیتیں ہی تھیں کہ جنگ بدولت آپ کمزور ہونے لگیں جسکو دیکھ کر آپ کے خالہ صاحبہ مشتاق فاطمہ نے آپ کے مضامین جلا دیئے (جس کو آپ کے والد ملفوظات کہا کرتے تھے) اس غم و غصہ میں آپ نے نیکوخت لکھنا پڑنا ترک کر دیا۔ البتہ اخبار پھول کی جانب توجہ کی اور چند مضامین بغرض اشاعت روانہ بھی کئے لیکن مولوی مختار علی صاحب نے ناپسند کہہ کر واپس کئے۔ مگر بسچا وعدہ، پیارا بچہ، سعید کی توبہ، پھول میں شائع کئے گئے۔

پھر آپ بریلی آ گئیں۔ جہاں سلائی وغیرہ کی مشق زیادہ رہی آپ کے بھائی آپ کی تعلیم کی جانب متوجہ ہوئے پھر الہ آباد پہنچ کر موازنہ امین دبیر۔ مقدمہ شاعر عی آپ کے بھائی نے پڑھایا۔ اور دونوں کتابوں کے لئے امتحان کا ایک دن مقرر کیا

آپ نے اس قدر محنت کی کہ گویا کوئی طالب علم کسی یونیورسٹی میں بیٹھنے والا ہے چنانچہ امتحان ہوا اور اب نہایت اعلیٰ نمبروں کیساتھ کامیاب ہوئیں اب آپ کی لیاقت اتنی ہو گئی تھی کہ شعر الجزم وغیرہ جیسی ضخیم کتابیں آپ کے مطالعہ میں رہنے لگیں۔ بریلی میں آنے کے بعد انگریزی تعلیم کا انتظام ہوا اور اس میں زیادہ وقت صرف ہونے لگا اور جو وقت بچ رہتا وہ دستکاری کے نظر ہوتا کتب بینی کے لئے بھی نظام عمل میں کافی وقت رکھا تھا آپ نے اپنے کتب خانہ سے بہت سی نظم و نشر کی کتابیں چھانٹ لی تھیں مثلاً بانگ درا۔ روح ادب۔ آب حیات، کلام نادر۔ ہندوستان اور غیر ممالک کے سیاحت کے حالات۔ تعلیم یافتہ لوگوں اور وسیع معلومات کے سفر نامے زیادہ پسند کرتے کیونکہ آپ کو خود بھی سیاحت وغیرہ سے دلچسپی ہے بگیم صاحبہ بھوپال کی قریب قریب تمام تصانیف نظر سے گزر چکی ہیں جس زمانہ میں انگریزی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا کچھ وقت سکھانے لکھنا میں لکھنے کی کوشش کی طبعیت کار حجان ادب اور علم کی طرف تھی۔ ابتدا کسی مشہور ادیب و اہل قلم کے طرز تحریر کا اتباع کیا مثلاً مولانا راشد الخیری پھر اسے ترک کر کے سید سجاد حیدر صاحب یلدرم کا طرز پسند کیا پھر عابد علی صاحب عابد کا رنگ اختیار کیا لیکن آج کل کسی کے رنگ کی

مقلد نہیں ہیں اپنا ایک طرز قرار پایا گیا ہے جو آپ کے مضامین ”راز“،
 حجاب نسائیت، کا ہے اسکے علاوہ مہندوانہ اور نیاز کے طرز پر
 بھی لکھتی ہیں آخر الذکر طرز آپ کو زیادہ مرغوب ہے، جس میں ٹیگورٹ
 ہو، مثلاً بکھرے ہوئے پھول، جو رسالہ ہالون ماہ فروری ۱۹۲۵ء شائع
 ہوا ہے، راز، آپ کے مضمون نگاری کی پہلی قسط ہے جو رسالہ نیزنگ
 ڈسمبر ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا ہے، جو بہت پسند کیا گیا علمی اور محققانہ
 مضامین سے بھی آپ کو شغف ہے آپ کے مضامین کی مانگ بڑھ رہی ہے
 اکثر مردانہ ماہوار رسائل آپ کے پاس آتے ہیں اور مضامین کی
 فرمائش کرتے ہیں اور آپ ان کی خدمت اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ اکثر ایڈیٹر
 آپ کے انشاء پر دازی کے معترف ہیں بعض مصنفین نے اپنی کتب میں
 بھی بغرض تہقید بھیجی ہیں ماہ اگست ۱۹۲۵ء سے روزنامہ کی ابتدا
 بھی کی ہے ارادہ ہے کہ اسکی مدد سے اپنی سوانح حیات ترتیب دین
 انجمن تہذیب نسواں بریلی اور اب انجمن تہذیب نسواں کانپور کو
 آپ نے اپنے عزیزوں کی متفقہ کوششوں سے قائم کی ہے آپ کے دل میں
 اصلاح قوم کا احساس ہے۔ کانپور میں ”دار اسخواتین“ کے قائم کرنے
 کی بھی تمنا ہے جو کچھ وقت سینے پر دینے سے بچ جاتا ہے وہ مطالعہ
 کے نذر ہوتا ہے انجمن تہذیب نسواں کانپور کی جلسہ ایسا نہیں جس میں

۲۰۱
 آپ کوئی مضمون نہ پڑھیں اپنی ہمیشہ اور خالہ صاحبہ کے ساتھ ملکر
 اسکے سکرٹری کے فرائض ادا کر رہی ہیں مختصر یہ کہ آپ نہایت اچھی
 انشا پرداز اور قابل خاتون ہیں۔ آپ کی مصروفیت اور مذاق
 ادب دوسروں کے لئے وجہ تقلید ہے۔ ذیل کی انشا پردازی
 آپ کے ذوق کا بین ثبوت ہے۔

راز

اے سہیلی! مجھے اپنی زندگی کا وہ دن بھی یاد رہے گا جب
 میں نے کانپتے ہوئے لبوں اور جھکے ہوئے سر کے ساتھ تجھ سے
 عفو درگزر چاہا تو نے مجھے معاف کر کے میری بے چین اور بے کل
 روح کو سکون کامل بخش دیا۔ لیکن جب میں نے ترے دلی خیال
 کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو تو نے میرے چہرے کو مشتبہ نگاہوں سے
 دیکھا اور پیچھے ہٹ گئی۔

آہ! اے سہیلی تو نے مجھے کیوں معاف کر دیا! اے سہیلی
 برکھارت آئی اور پلٹ گئی۔ سردیاں آئیں اور گزر گئیں۔ گرمی
 پھیلی اور چلی گئی۔ مگر اے میری پیاری میں اپنے اوس وقار و فیتہ
 کی متلاشی رہی میری تشنہ روح اب بھی اسی راز شناسی کی جو

۲۰۲
دنیا کا ہر دلفریب نظارہ مجھے میرے حصول مطلب میں زیادہ سرگرم
نبا دیتا تھا، میں تیرا راز معلوم کرنے کیلئے تیرے قریب جاتی تھی۔
لیکن مجھے بے نیل مرام واپس آنا پڑتا تھا۔
غرض میرا دل تیرے راز کے چرنوں کا متلاشی ہی رہا!

حجَابِ نِسَانِیت

شرم و حجاب نسوانیت کا جوہر ہے لیکن معاشرت کے انقلابات
اثرات اکثر عورت کی فطری حیاداریوں کو مغلوب کر لیتے ہیں اور
وہ طبائع جو قدرتی طور پر حیا پسند ہوتے ہیں چار و ناچار آزادی
خوگر ہو جاتی ہیں خواہ اس کے لئے اوہیں اپنے دل پر دوا ایک
بار جبری کیوں کرنا پڑے۔

رسمانہ فطری طور پر حیا پرست تھی اگرچہ وہ بھی اسی خاندان
کی ایک دکن تھی لیکن وہ اپنی ہم عمر ہم رتبہ خاندانی لڑکیوں میں
سب سے زیادہ شرمیلی اور اعلیٰ معنوں میں شریف الطبع مانی جاتی تھی۔
وہ پردہ کی تمام قیود سے آزاد تھی اور آزادی پسند تھی لیکن وہ
بے باکی کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتی تھی دنیا اسکی وجہ کچھ ہی
کیوں نہ سمجھے لیکن ہم اسکی حیاداریوں کا سہرا اسکی اعلیٰ تعلیم و تربیت

پر رکھتے ہیں۔

اسمیں حجاب نہایت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس آزادانہ
 معاشرت میں اسکی پاکیزہ خیالی یقیناً قابلِ داد تھی۔
 بار بار اسکے دل میں خیال آیا کہ وہ قیدِ فرنگ کے خلافت
 صدائے احتجاجِ بلند کرے لیکن اس کے سامنے حجاب کا ایسا پردہ
 رنگین حائل تھا جو دل و زبان کو ایک ہونے دیتا تھا۔



شمسہ خانم شمع

شمسہ تخلص بنت مرزا علی محمد خان صاحب السلاطین و متمندان اور
تعلیم یافتہ گھرانے کی چشم و چراغ ہیں ایرانی الاصل ہیں کبھی میں
پیدا ہوئیں آپ کے والد نے بمبئی میں بوجہ کاروبار مستقل سکونت اختیار
کر لی ہے اور وہاں کے مشہور ہسپتالوں میں آپ کا شمار ہے اور حال ہی میں بمبئی یونی
ورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے ہیں آپ کے ایک چچا بمبئی ہائیکورٹ کے جج ہیں دوسرے چچا بارلی
پراکٹس کرتے ہیں۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم پائی ہے۔ انگریزی
نہایت رواں اور شستہ بولتی اور لکھتی ہیں اردو ادب کا
اچھا ذوق رکھتی ہیں شعور و سخن سے بھی خاصی دلچسپی ہے اور کبھی
کبھی کچھ کہہ بھی لیتی ہیں عموماً آپ کے مضامین نظم و نثر دیکھنے
میں آتے ہیں۔

۵ مارچ ۱۹۲۷ء میں آپ کا عقد ہوا اب بھی مطالعہ جاری ہے

اور مضمون نگاری کا مشغور رہتا ہے امور خانہ داری کا اچھا سلیقہ رکھتی ہیں دستکاری سے بھی خوب واقف ہیں۔ زمانہ طالب علمی میں نگلش کمپیوٹیشن میں اپنے مدرسہ کی تمام یوروپین لڑکیوں میں درجہ اول کا انعام حاصل کیا ہے۔ ذیل کا مضمون آپ کے ذوق حدیث کا ضامن ہے۔

ایک ناکام زندگی کی آرزو

تیرے لئے پیارے و درگت میں فضا کو نکلتی ہوں۔ آسمان کو دیکھتی ہوں کہ شاید تو میری طرف سرگرم الفت ہو۔ تجھے میری کاوشوں کی خبر ہو تیرے دل میں میری محبت ہو، تجھے خبر ہو کہ ایک بد نصیب بے چین۔ بے تاب ہے!

عرب کے من موہن آہ! تجھے کیا معلوم تیرے لئے ایک نامعلوم ہستی بہت عرصہ سے بے تاب ہے کاش تیرے دل میں میری الفت کی کسک ہوتی!

میں دریا کے کنارے۔ دہڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس لئے خاموش بیٹھے رہتی ہوں کہ جب تو شفق کے سایہ میں تفریح کے لئے آئے تو شاید میری ان جہت آرزوؤں کو جو رہن یاس ہو چکی ہیں اپنی ایک غلط انداز نظر سے دیکھ لے! مگر آہ باب! تو میری تمنائوں کو

نڑپتا چھوڑ کر چلا جاتا ہے!!
 اے ہمالہ کی چوٹیو! تم بھی کچھ کہو صد ہا جوگیوں نے تمہاری محبت
 میں جوگ رہائے..... مگر اسچ کہنا کہیں نہیں مدینہ کا پیارا نظر پڑا؟
 اے موج اب تو ہی بتا جسکی آنکھیں تجھ سے دو چار ہوئیں تو نے اسے
 منتر پڑھا کر چھوڑا مگر..... مجھے اتنا تو بتا کہیں اس آب زمزم
 والے سے بھی آنکھیں لڑیں؟

ادھر دیکھو! محکمو نہیں۔ میری کم سننی کی محبت کو۔ جن کو نہیں
 دل کی افسردگی کو۔ جال کو نہیں۔ گرمی عشق کو۔
 تعجب۔ رنج۔ افسوس۔ سب کچھ۔ بجا۔ درست۔ حبابز
 لیکن کروں کیا ضرورت ہے تیری، تقاضا ہے دنیا کا۔ نہیں تیرے
 خیال کا مطالبہ ہے۔ کسی شوق کا نہیں۔ بلکہ تیرے دیدار کا!!



زرینہ خانم حجاب

حجاب تحفص موصنع جسوکی ضلع گجرات پنجاب میں پیدا ہوئیں
 اگرچہ آپ کے والد پرانے خیالات کے بزرگ تھے تاہم تعلیم نسواں کے
 خلاف بھی نہ تھے۔ ۱۰ سال کی عمر میں آپ کو مسجد کے ملا کے پاس
 قرآن شریف پڑھنے کیلئے بھجایا گیا اور ایک سال میں آپ نے
 ختم کیا اسکے بعد اوسے لگاؤں کے زمانہ پر امری اسکول میں بغرض تعلیم
 واصل کروادیا گیا چونکہ آپ کے خاندان کے بعض قریبی افراد تعلیم نسواں
 کے خلاف تھے اسلئے پر امری کے بعد تعلیمی سلسلہ موقوف رہا لیکن اڑنا
 طالب علمی میں آپ ہمیشہ اپنے ساتھ کی لڑکیوں سے ہر جماعت میں
 اول نمبر رہا کرتیں مدرسہ کا تعلیمی سلسلہ موقوف رہا مگر آپ کا ذوق علمی
 ہنوز اعطش کی صدامیں لگا رہا تھا۔ آپ تین سال تک گھڑی پر اپنے
 بھائی سے اردو فارسی انگریزی کی تعلیم پاتی رہیں جو کہ قدرتی

۲۰۸
 آپ کی فطرۃ میں شاعرانہ قابلیت و ذہانت کی تھی اسلئے کبھی کبھی تک ہندیاں
 کر کے اپنے بھائی کو دکھائیں تو وہ مبسم ہو کر کہا کرتے ہوئے اب تو شاعر ہوئی
 جاتی ہے، لیکن آپ کا ذوق شاعری کم ہوا۔ چونکہ آپ کے سسرال کو
 شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور قدرۃ کو یہ منظور تھا کہ آپ کی یہ تمنا
 پوری ہو چنانچہ ۱۹۱۹ء میں مولانا مولوی عبدالحق صاحب اختر
 و اصفی گجراتی فنانشل کمشنرز آف سن لاہور کے ساتھ آپ کا عقد ہوا جنکی اردو
 فارسی انگریزی کی قابلیت خاصہ تھی اور آپ کے خس مولانا مولوی مولابخش ضا
 و اصف سابق ہجور اردو فارسی کے مسلماً عالم اور شاعر ہیں دونوں
 تعلیم نسواں کے حامی اور مومند۔ بیٹے کی یہ تمنا کہ میری رقیقہ حیات
 دولتِ علم سے مالا مال ہو اور خس کی یہ خواہش کہ میری بہو قابلِ لائق
 ہو۔ جب سسرال کو یہ علم ہوا تو اوہ نہیں بے انتہا مسرت ہوئی کہ لڑکی
 تعلیمی ذوق کی وارفتہ ہے پھر آپ کے شوہر نے نہایت محنت و
 مشقت سے آپ کو تعلیم دینا شروع کی جس کا کھلا نتیجہ یہ ہے کہ
 آج آپ ایک اچھی شاعرہ اور قابلِ مضمون نگار ہیں اپنے شوہر ہی
 سے اصلاحِ سخن لیتی ہیں اور کبھی کبھی خس سے یہی آپ کے تعلیمی مذاق کو
 دیکھ کر آپ کے عیش و آرام کے ضامن نے اردو انگریزی کتابوں کا
 بہترین ذخیرہ فراہم کر دیا ہے اور آپ روزانہ پابندی سے کامل

۲۰۹
چار گھنٹہ مطالعہ میں صرف کرتی ہیں انگریزی سے اردو ترجمہ کرنے کی
اچھی مشق ہے۔ امور خانہ داری کبانا پکانا۔ سینا پر ونا اور گھر کی
آرائش میں آپ کو کافی تجربہ ہے لیکن آئے دن کی بیماری سے
ذوق ادبی میں جو رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اوس کا افسوس ہے
تربیت اولاد کے فرض سے ہنوز سبکدوش ہیں آپ کے طرز انشا
کا نمونہ ذیل میں درج ہے۔

تراجمہ

اے سب جہاں کے مالک خالق ہی نام تیرا	ہر سو جہاں میں جا رہی ہے فیض عام تیرا
از مادہ تا بہا ہی تیری ہے بادشاہی	ارض و سما کے اندر سب کے نظام تیرا
تیرا کمال کامل ہی ابتدا سے یا رب	ہوا نہ تھنا نہ جسکی وہ حدود ام تیرا
گو گو میں قمریوں کے نغمے میں ملبول کے	مستور تیرا جلوہ مخفی فیض ام تیرا
طیور ہوں کہ حیواں وحشی ہوں یا کہ انسان	کرتے ہیں کر سار ہر صبح و شام تیرا
تجھ کو بھلا چکے تھے جو لوگ آنکلی جانب	آیا جہاں میں لے کر احمد پیام تیرا
دنیا کے گمراہوں کا رہبر تیرا ہمہ	مغل رہ ہا کی قرآن کلام تیرا
قسمت پہ ہونہ اپنی نازاں تجاب کیونکر	کہتی ہے اسکو دنیا ادلے غلام تیرا

بلقیس بنت جہاں

جمال تخلص۔ عرف عام میں بلقیس جہاں بنت مولوی عبدالاحد صاحب
ہڈ کلرک۔ ڈی۔ پی۔ آئی۔ آفس الہ آباد ۱۹۰۸ء بمقام بریلی پیدا
ہوئیں ۱۹۲۵ء تک اپنے والد کے ہمراہ ملازمت کی وجہ سے آلہ آباد
میں مقیم رہیں ۱۹۲۵ء میں جب آپ کے والد نے انتقال فرمایا
تب سے مستقل قیام بریلی میں رہتا ہے۔

اردو۔ فارسی۔ انگریزی وغیرہ گھڑی پر پڑھیں ۱۹۲۳ء سے
شعر کہنا شروع کیا۔ ابتدا میں مشورہ سخن سید ماجد علی ماجد بی اے
ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ آلہ آباد سے رہا۔ پھر سید طالب علی صاحب
الہ آبادی سے کچھ عرصہ لیتی رہیں۔

نثر نگاری کا شوق ۱۹۱۹ء میں مع امہدوستان کے کترسائل میں

آپ کی لطیف شائع ہوتی ہیں۔ اردو فارسی میں شعر کہنے کی قدرت رکھتی ہیں نثر بھی اچھی ہوتی ہے۔ جذبات نگاری میں بھی کافی ملکہ ہے ۱۹۲۷ء میں مولوی عبداللطیف صاحب بی اے ایس۔ سی ایل ایل بی۔ وکیل سے بیاہی گئیں۔ نمونہ انشا پر دازی ذیل میں درج ہے۔

شاعرہ

میں نکلت خراب ہوں میں آتش شراب ہوں نقابِ حجاب ہوں میں خالِ انتخاب ہوں
میں تارِ حدِ باب ہوں طلسمِ جِواب ہوں تجلیِ نقاب ہوں میں نازِ غلاب ہوں
میں شاعرہ ہوں شعر ہوں
جسینِ ناز ہوں میں ملکِ پاکِ ناز ہوں میں سجدہِ نیاز ہوں میں سج کی ناز ہوں
میں غزنوی کا زہر ہوں میں کاکلِ انا زہر ہوں چڑا ہوں ساز ہوں میں زسانِ بار ہوں
میں شاعرہ ہوں شعر ہوں
جسین کی نگاہ ہوں میں عشق کی کراہ ہوں میں خمِ دلی آہ ہوں تباہِ تریباہ ہوں
میں چاندنی ہوں ہوا ہوں جسین کی پناہ ہوں مٹی ہوئی نگاہ ہوں کھلا ہوا گناہ ہوں
میں شاعرہ ہوں شعر ہوں
میں خیمہِ اُلت ہوں فریبِ دہشت ہوں بلذیوں میں پست ہوں صدِ اولِ سنگت ہوں
جسین شمعِ موت ہوں دلِ وفا پرست ہوں صدیقینِ پست ہوں ملاحتوں کی جست ہوں

من شاعر ہوں۔ شعر ہوں
 میثام برنگال ہوں بہار پامال ہو جمال حیدر ہو ضم کہہ مثال ہو
 میں سخی غزال ہوں عجب تماہل ہو جمال ہوں جمال ہوں
 میں شاعر ہوں۔ شعر ہوں

نثر

مجرع جذبات

منظر مست شباب منظر برسات کی رسیلی شاموں کا نشیلا کافر
 ادا منظر ایک ایسا منظر جسکی لطافتیں ہلاکت بارونا قابل برداشت ہیں
 آہ ایک ایسی شام جسکی فضا میں گھٹاؤں کے مست خمار میں منخذب
 متعین جذبات پاش !!

میں اپنے غم آلود جذبات کی آغوش میں اود اس وساکت
 ساکت و اود اس کہار کی برف پوش چوٹی پر سرنگوں ہوں !!!
 ظلم میرے شانوں پر چھٹکائے گزر جاتے ہیں اس طرح کہ
 پردوں کی ترنم کمال آہٹ سے ایک خفیف سی لزش نیم کا شرح ہوتا
 ہے کہار کے دامن کے نیچے نیچے رو دو بار خاموشی سے آئینے
 جھکار ہی ہے۔ اس طرح کہ کہار کے پتھر اس کے بلوریں چمانوں

عکس آفریں ہیں کشتیاں دہن ساحل سے ٹکرا رہی ہیں۔ میں منظر کی
ہلاکت میں خدا معلوم کس پریشانی کے استغراق میں مجھ ہوں۔ میرے
آنسو ایسے آنسو جکی رقیق روانی میرے گالوں میں متوجہ پر پا کر رہی ہے
میری سیاہ ساری کی سوگ فروش شکلوں میں ٹپک رہے ہیں۔ آہ
خدا معلوم میرے جذبات کہاں متوجہ خیر ہیں !!!

بنگھٹ پر جاتے ہوئے چپا کی مست کلیاں ایک ایسے دلفریب
تبسم کی لچک میں جس سے بہشت کی نکمہیں تخلیق پاتی ہیں میرے بنانے
سے ٹکرا جاتی ہیں میں چونک پڑتی ہوں اور پوری حیرانی سے ان
غنچوں کے مازک تبسم کو دیکھنے لگتی ہوں ایک ایسی نظر سے جو بالکل
محو جذبات ہوتی ہے۔

مگر آہ انہیں کیا معلوم کہ میرے حیات کی جراثیم کہاں تک
آسودہ تپش ہیں !!!

پانی کا سنہرا دریا میرے قدموں کے نیچے مرمرس صہیں بنا رہا ہے
لہرؤں کی لطافت میرے جذبات میں ایک نیا ہیجان برپا کر رہی ہے
میںخانے لٹانے والی موجیں نورانی صبح کی سپیدی میں فردوس
کنول کھلا رہی ہیں۔

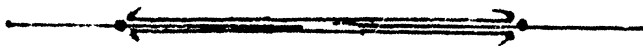
مرغ آبی سطح آب پر اپنے بازوؤں کی سیم گونی پھیلا ہوئے

اور جوی کا نظر کش سادہ و دلفریب شوخ و معصوم، حسین و کا فر،
 پودا لب جو اپنی نرم نرم پتیاں لہرا رہا ہے جوہی کے معصوم بھول
 ٹوٹ ٹوٹ کر پانی کی مکتیوں پر حباب ناز بن رہے ہیں !! آہ !
 ایک ایسی جنت نگاہ میں ایک ایسے فردوس بہارستان میں
 ایک ایسی سحر آلود صبح میں میں اپنے جذبات کی غم غم ٹھہری میں الم کش
 ہوں۔ مگر ستا ستا کر جھوننے والی بلوری لہروں کو کیا خبر کہ میں
 کیا سوچ رہی ہوں !!

خاموش و سنان رات میں ایک ایسی رات میں جس میں
 کالے کالے بادل فضا کے چرخ غم آفریں ہیں ایک ایسے لمحہ میں
 جس میں ذرہ ذرہ مخمور خواب ہے، ایک ایسی تبسم آلود فضا میں جس میں
 کافر غنطرتتیریاں آغوش گل میں مست ناز ہیں اور صرف ایک ستارا
 بادلوں کی فضاؤں کی رخنے اندازیوں میں لرز رہا ہے۔

میں چپ چاپ او داس سرو کے دلفریب مژتم عکس
 میں بے حس و حرکت کھڑی ہوں جگنو میرے سر پر چمک چمک کر
 فضا کی سیاہی میں ڈوب جاتے ہیں۔ لرزتا ہوا ستارا مجھے دیکھتا
 اور ایک لمحہ کو ساکت ہو جاتا ہے۔
 مگر آہ اسے کیا معلوم کہ میں کس فکر میں ہوں.....

۲۱۵
واقعہ میرے جذبات نرالے اور اچھوٹے ہیں اور کسی کو کیوں معلوم کہ
میرے دل میں کیا ہے ؟؟؟



بدر النسا بیگم

سنت مولوی حسین عطاء اللہ رحمہ اللہ مددگار محکمہ فنانس حیدر آباد کن
 ۳ جمادی الاول ۱۳۵۲ لکھنؤ روز چہار سبہ بمقام مدراس پیدا ہوئیں۔
 اور اپنی دادی کے پاس جو مشہور مصلح معاشرت عالم قاضی بدرالدول کی
 بیوی اور دست و بازو تھیں۔ امۃ القادر آپ کا نام تھا جب
 مولوی عبدالقادر صاحب رحبڑار حیدر آباد کن کے عقد میں آئیں تو
 ”بدر النسا“ کا عرف اختیار کر لیا شوہر کی حسرت ناک جوانمردگی کے
 باعث اپنے وسیع اور کمسن کہنے کی پرورش و تعلیم میں اپنے آپ کو
 وقف کر دیا۔ بچپن ہی سے اپنے انتظامی قابلیت کے باعث پورے
 گھر پر اور اپنے والد کے فنانس پر جاوی تھیں۔ بہت کچھ سیر و سیاحت
 کی ہے اور اکثر ممالک اسلامیہ دیکھ چکی ہیں اپنے علم و دست شوہر کی محبت
 میں علمی ذوق پیدا کیا۔

اولاد و اخلاص کی نگرانی اس عہدگی سے کی کہ بڑے ہونے اور اچھی خدمتوں پر پہنچنے کے باوجود وہ ابھی آپ سے طفل خرد سال کی طرح ڈرتے اور ادب کا طرز عمل کرتے ہیں حالانکہ سخت گوئی اور کسی قسم کی نرا بچوں کو دینا آپ کا طرز عمل نہ رہا۔ مولوی نصیر الدین محمد عبدالباری صاحب منصف، دکن میں اردو کی والدہ ماجدہ ہوتی ہیں۔ زراعت سے طبعی دلچسپی ہے اور مناظر قدرت سے فطری لگاؤ ہے۔ حیدرآباد سے قریب کچھ زمینات ہیں جہاں آپ نے ایک پر نضا باغ بنوایا ہے اور نگاہ داشت اور اسکو ایک نمونہ کا باغ کر دیا ہے۔ پہاڑوں پر چڑھنا اور سیلوں گھومنا ابھی چند سال کی بات ہے۔

”گلزار اولیاء نامی کتاب آپ کی تالیف شائع ہو چکی ہے جس میں اخلاق آموز کرامات اولیاء کرام جمع کئے گئے ہیں ذیل میں اسی کا اقتباس دیا جاتا ہے۔ اکثر بزرگان دین کے قصص اور حالات اور اولیاء کے تذکرے لوگ اپنے اپنے مذاق کے لحاظ سے لکھ کر اپنا یادگار اور بزرگوار دین کی محبت و مودت کا ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں مجھے نا لائق عاجز گنہگار کو بھی بہت رونہ سے خیال تھا کہ اولیاء اللہ کے چند کرامات لکھوں جب میں اس کو لکھنے لگی تو خدا کی طرف سے مجھ کو چند بزرگان دین اور شیوخ جنت رضوان اللہ علیہم کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور

خداے تعالیٰ کا ہر ہر ارشاد شکر کرتی ہوں کہ مجھ ایسی گنہگارہ کو بھی یہ نعمت عطا کیا۔ مجھ کو نہ تو اسکی لیاقت ہے کہ ایسے بزرگانِ دین کے حالات کو ناظرین کے ملاحظہ میں پیش کروں اور نہ طاقت کہ ایسے پاکبازانِ محبت کے مناقب کا ذکر کروں مگر چند کرامات کے ایک جا کرنے میں میری غرض یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ ان بزرگانِ دین کے طفیل سے مجھے گنہگارہ کو آتشِ دوزخ سے بچائے اور بہشتِ برتر میں اپنے نیک بندوں کے قدموں میں جائے نصیب کرے۔ آمین۔

ناظرین — سے اس بے بضاعت کی یہ التجا ہے کہ اس مختصر رسالے میں جو چند رسالوں سے منتخب کر کے ایک جا ہدیہ ناظرین اگر کچھ غلطی ہو اوسکو اپنی عنایت سے درست و تصحیح فرمائیں اور مجھ کو اور میرے شوہر جو عالمِ جوانی میں اس دنیا سے دارِ آخرت کی طرف کوچ کر گئے دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

یہ مسودہ اسوقت اجمیر شریف میں لکھا گیا ہے جبکہ یہ عاجزہ وہاں بزرگانِ دین کی زیارت سے مشرف ہوئی تھی خداوند تعالیٰ سے امید وہاں ہے کہ اون بزرگوں کے طفیل سے میرا اور میرے شوہر کا خاتمہ بخیر ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

باغ میں ہر قسم کے پھول ہوتے ہیں اور اس مختصر رسالے میں بھی

مختلف بزرگان دین کا ذکر ہے۔ اس لئے اسکو ”گلزار اولیاء“ کہنا بھی
 بیجا نہ ہوگا۔ و ما توفیقی الا باللہ العلیٰ الکریم علیہ توکلت و ہو
 رب العرش العظیم

اسب گم

سنت خال بہلوریاں غلام رسول خاں صاحب قیمہ بمقام
 سرگودہ پیدا ہوئیں جہاں ان دونوں آپکے والد پیدلہ ملازمت
 مقیم تھے۔ چوٹ ضلع جنہگ کے مشہور قدیمی خاندان، قیمہ، سے
 ہیں جن کے آبا جتھاب حضرت غازی محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ اول
 فاتح ہندوستان کے ساتھ آکر عربی سے ہندی بنے اور اس
 خاندان کا ایک نام بردار علامی نواب سعد اللہ خاں شہنشاہ و
 شاہ جہاں کا وزیر اعظم تھا اور یہ خاندان ایک زمانہ میں اس صلع
 ملک میں حکمران رہا۔ چوٹ کی شاہی مسجد اور فیل خانہ یہ معروف
 پختی اس خاندان کی عظمت و ثروت کی دلائل اور زندہ تصویریں
 موجود ہیں۔ آپکے دادا ابداعملداری انگریزی میں پولس انسپکٹر تھے
 اور آپکے والد بھی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس رکھ رہے تھے اور آپکے

اے ہیں۔ ابتداً آپ نے کسی مدرسہ میں باضابطہ تعلیم نہیں پائی چونکہ آپ کے والد کو دینی تعلیم کا شوق تھا اسلئے قرآن کریم کا ترجمہ اُردو دیگر دینی کتب پڑھائیں اور اسی سلسلہ میں اردو، عربی، فارسی اور کچھ انگریزی میں بھی قابلیت حاصل کر لی۔ اور اب آپ گورنمنٹ ہائی اسکول میں زیر تعلیم ہیں۔ طبیعت کو چونکہ شعر کے ساتھ قدرتی مناسبت بھی تھی اسلئے اکثر شعر اکا کلام زیر مطالعہ رہا اور کچھ کچھ بھی لکھی کہلاتی ہیں۔ ذیل کے اشعار آپ کے جذبات کے ترجمان حقیقی ہیں۔

دست قدرت مکرولا تو نمایاں کرے
خاکِ فلت میں شیطاں کو پنہاں کر دے
امن و ہر محبت سے تو بھروسہ دنیا
خاکِ داں تیرہ کو جنت کا خیال کر دے
دھونڈتے رہے ہیں تجھ کو جو حشرِ شہ زار
اے مریاں دُعا چہر کو عریاں کر دے
مسلحہ پابند سلاں کب سے !
ہاں عدو کیلئے وادِ زنداں کر دے
راستہ اپنی رضا کا مجھے دکھلا ہادی
شمعِ توفیق سیرہ میں فروزاں کر دے
نہ ہو تجھ کو بس اب تیری رضامندی کا
مسکلیں مٹنی ہیں اس میں اس سلاں کر دے
مجھے کچھ دور نہیں مگر اسے بے حیم
قوم کا نیز اقبال درخشاں کر دے
ہر گھڑی بول ہو اسلام کا ہر سو بالا
اور جمعیت اعدا کو پریشاں کر دے
مرد میاں میں غازی میں غازی ہیں سر
مسلم قوم تو پائش احساں کر دے
باہم اخلاص و محبت بھی ہمدردی بھی
اختلاف آنکے مشا کر وہیں کجاں کر دے

نام کو کا فرو حاسد نہ ہیں نیا میں
 جا ملیت کی گھٹائیں جو اڑیں گے دھوا
 جس نے طوطی کو دیا نغمہ تو بلبل کو فل
 اور مسلمان کو تو پھر سے مسلمان کر دے
 مہر اسلام پھر عالم کو درخشاں کر دے
 آمنہ کو بھی چھاپے تو غزنخواں کر دے

بیت حسن

بنت مولوی عبدالستار صاحب وکیل جو پور۔ موضع الموضع غلام گد
 میں پیدا ہوئیں۔ چوں کہ آپ کے والد وکالت کی غرض سے یہاں آئے
 تھے اسلئے جو پور کو اپنا وطن بنا لیا۔ اسکول کی پڑھائی ناقابل اعتماد
 اور مسلمان استانیوں کا کال ہونے سے کچھ دنوں تک ایک ٹیچر آپ کے
 معلم رہے اور پھر گھر ہی میں تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے یہاں تعلیم کا
 خاصہ چرچا ہے۔ چنانچہ آپ کے بڑے بھائی ایم اے۔ ایل ایل بی
 ہیں جو اسوقت ڈپٹی کلکٹر ہیں دوسرے اور بھائی لیف اے میں یہ تعلیم
 ہیں۔ موصوفہ کا علمی ذوق قابل تعریف ہے نہایت خاموشانہ کام کرنوالی
 ہیں تعلیم نسواں۔ خدمت نسواں کا خاصہ جذبہ رکھتی ہیں۔ مطالعہ کا بل بوتہ
 ذوق ہے فرصت کا وقت زیادہ تر اسی میں صرف ہوتا ہے اگر چند یہی
 حال رہا تو اچھے انشا پر دازوں میں شمار ہوگا۔ عصمت میں ہر مہینہ

کچھ نہ کچھ لکھتی رہتی ہیں۔ ایک عزیز بہن کی نا وقت موت پر یوں اظہار
الم کرتی ہیں۔

ایک بہن کی لوحِ حُریت پر

عالمِ تصویریں

اے محترم خاتون! تیری پاکیزہ روح۔ رحم و خلوص اور مہر دی سے
لبریز ہمارے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری کرتی ہے۔ میری آنکھیں
تیری جو یا۔ میرے قدم ترے استقبال کو آمادہ۔ میرے ہاتھ تجھے چھونے
کیلئے بیتاب۔ مگر میرا احساس رونے لگتا ہے۔ میری آنکھیں غناک
میرے پیرل۔ ہاتھوں میں لرزش۔ خیالات میں ریشانی۔ تفکرات کی
گھنگور گھٹائیں چھا جاتی ہیں اور میں — ہاں میں کسی گہرے سوچ
میں ڈوب جاتی ہوں!

پیاری بہن! ترے دیدار کو آنکھیں ترستی ہیں۔ ترے نعمتِ نرس
کے لئے کان ہمہ تن منتظر۔ آخر بتا۔ تو ہی بتا۔ وہ کون خوش قسمت نقطہ
زمین ہے۔ جس کا تو پیوند ہے۔ وہ کون صحرا ہے۔ جس میں نہال آج افتاد ہے
آخر ہمارا تصور۔ کوئی گناہ کہ ہم سے منحرف۔ روٹھی ہوئی آسودہ لحد؟

بہن! یہ سچ ہے کہ دنیا کی تو نے بہاریں نہیں دیکھیں۔ مائناپ کے
قبل از وقت موت نے تجھے مرنے سے پہلے مار ڈالا تھا۔ اوس پر
عزیزوں کی کج ادائی تازیانہ کا کام کرتی تھی۔ لیکن اے لائق صدر محل
ہستی صدق و مسرت خلوص و محبت کی محفل میں تو ایسے موتی بکھر گئی کہ
آنے والی نسلیں اپنے کانوں کا اوسے در شاہوار بنائیں گی۔

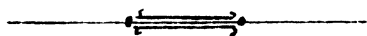
قسام ازل نے درد و محبت سے تیرے دل کا خمیر کیا تھا۔ پھر یہ کیا
کچھ حیرت خیز تھیک سب سے جدائی اختیار کر لی۔ نہ بولی ہے نہ سنتی ہے
کیا تعاف ضائع الفت یہی ہے؟

آہ! میں کیا کہہ رہی ہوں۔ رحم و کرم بہنیں نہیں۔ ہاں جنت
تیرا مقام۔ فردوس تیرا باغ۔ رنج سے دور۔ غم سے آزاد۔ تفکرات سے
نجات۔ ہاں۔ جنت مکانی اس دنیا کی جھوٹی نمائش اور اس کی فریب
خواہشیں تیرے پاس پھٹک نہیں سکتیں۔

اچھی بہن کیا بتاؤں ساون کے مہینہ میں کسی شاندار درخت
کی ڈالیوں میں جب جھولا پڑتا ہے اور موسیقی کے دلکش نغموں سے ہوا مہمور
ہو جاتی ہے اس وقت ہاں ٹھیک اس وقت تری حواں نصیب بہن نیلے
مانیہا سے بے خبر۔ سب سے علیحدہ تیری پاکیزہ باد میں موجانی ہے۔

بہار کا موسم میرے لئے المئنا ہے۔ گل کھلتے ہیں کھلا کر

۲۲۶
 ہوا عطر بن رہے۔ ہو کرے۔ لیکن آہ! تیرا گل سا چہرہ وہاں تکفہ نہیں
 پھر میرے لئے بہار کا لطف کیا آئیگا؟ خوش نصیب تھی تو اور خوش نصیب
 تیری موت۔ درس عبرت ہے تیرا تن نازنین جو منوں مٹی کے نیچے دیا
 ہوا ہے۔ محبت کے پھول تیرے سر ہانے مہک رہے ہیں۔ باد صبا تیری
 لحد پر پھینکھا جہل رہی ہے تارے تیرے نام پر خداں۔ چاند نور کی
 چادر تیری قبر پر بچھا رہا ہے۔ ابر سایہ نکلن زلیں اپنے آغوش ناز میں
 لئے ہوئے۔ ترے معصوم کا زنا مول پر۔ مرجبا اور احسنہ کی مدائیں
 لگا رہی ہے۔



کبریٰ خانم خاور

خاور تخلص بہت کے محمد حسین بی اے، انجینئر آپ کے جد اعلیٰ سکول کے عہد میں نقل مکان کر کے قصبہ پرل ضلع ہشت گریہ ریاست پٹیالہ میں آئے آپ کے ابا واجداد بلجائے علم و فضیلت زہد و تقویٰ نہایت مشہور ہیں۔

بسم اللہ خوانی کے بعد آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا چونکہ آپ کی والدہ ماجدہ چھوٹی سی عمر میں اسکول بھیجنے کی سخت کمزوری تھیں لیکن حاجی بگمیا صاحبہ معلمہ اول کی ذمہ داری پر مشن اسکول لودھیانہ میں شریک کی گئیں۔ لیکن آپ کو ابتداً مدرسہ سے نفرت تھی جب بلاواسطہ کیلئے ماما آتی تو آپ کمرہ کے کوارٹر بند کر کے بیٹھ رہتیں تاوقتیکہ وہ واپس چلی نہ جائے باہر نہ آئیں لہٰذا والدہ کی زائد از ضرورت محبت آپ کے اس فعل پر خفگی کا سبب ہوتی رہی وہ بھی کہ بڑی جماعتوں میں بھی آپ غمگین

لیکن یہ عجیب بات تھی کہ باوجود اس قدر غیر حاضریوں کے ہر سال امتحان میں سب لڑکیوں سے اول آتیں آپ کے معلمین آپ کی ذہانت اور فراست کے مداح و معترف تھے اور اب بھی آپ کا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ بیک نظر۔ بیک سماعت سو الفاظ کو سلسلہ وار بنا دیتی ہیں طبیعت میں فطرۃ رحم و کرم غور و فکر کا مادہ ہے اپنے ساتھ والی لڑکیوں کو جو آپ کو جماعت میں سدا کرتی تھیں کبھی ہڈیاں سے اذکی شکایت نہیں کی جماعت کی تمام لڑکیاں سبق یاد نہ کرنے پر نراپا تیل و آہ آپ ہی وہ تنہا ہوتیں جو نرے مستثنیٰ رہیں۔ ۱۹۲۷ء میں پرائمری کا امتحان کامیاب کر کے چھٹی جماعت میں ترقی پائیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں ورنیکولر ڈل کا امتحان دیا اور تمام اسکول کی لڑکیوں سے اول آئیں۔ لیکن آپ کے اس نتیجہ پر اسکول کی استائیاں کچھ خوش نہ ہوئیں کیوں کہ انہیں تمام یونیورسٹی میں اول آنے کی توقع تھی لیکن آپ کی عین وقت پر علالت نے اذکی یہ تمنائیں پوری نہ ہونے دیں اسکے بعد آپ نے اپنے والد کو جواں دنوں ریاست رامپور میں اکریٹو انجینئر تھے۔ لکھا کہ آپ کو مسلم گرل ہائے اسکول علی گڑھ میں شریک کرادیں چنانچہ آپ کے والد اس ارادہ سے تشریف لائے لیکن خاندان کے بعض قریبی افراد نے جو تعلیم نسواں کے سخت مخالف تھے

بچے اس ارادہ کو پورا ہونے نہ دیا۔ اگرچہ جیکہ آپ نے اوسکی تردید کی لیکن ادھنوں نے آپکے والد کو بائیکاٹ کرنے کی دھمکی دی جس سے وہ باز رہے اور گھڑی پر اردو فارسی کی معقول تعلیم دیکر ایک حد تک آپکی اشک شوی تو ضرور کر دی لیکن اعلیٰ تعلیم کا داع آپ کے دل سے ابھی تک نہیں ہوا اسکے لئے آپ وقت کی منتظر ہیں۔ طرز بیان و پچپ و لطیف ظرافت کا پیرایہ لئے ہوئے ہوتا ہے۔ خیالات میں لبذ پروازی اور وسعت ہے بہت اور ارادی کی لبذ ہیں۔ پہلے پہل نو سال کے سن میں آپ نے ایک نظم کہی۔ اوقات کا بیشتر حصہ مطالعہ میں صرف ہوتا ہے آپ سے چھوٹے کئے بھائی بہن ہیں۔ حال ہی میں ایک منظوم قصہ، ”بے بھلے کی کہانی“ علیہ حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے نام سے معنون کیا ہے آجکل نودہائیہ میں مقیم ہیں۔ آپ کے افکارات ملاحظہ ہوں۔

مرے ارمان اور عیا

نکلے ارمان میرا نصیب فرسائی کا
حال تو دیکھئے امت کی من وانی کا
چھوڑ دی رہے ہوا سر کوئی من آنی کا
بھائی ہی دشمن جاں ہو گیا ہے بھائی کا

مجھ کو بلوائیں جو روضہ پر رسول اکرم
آنکھیں وضہ پہ بلوں اور کہوں رو کر
اپنے راہ جو تھی ان کو دکھائی حضرت
باقی امت میں آخرت کا نشان تکانے کا

گرچہ ہیں فرد جہالت میں مگر اسپر بھی
سرمیں سودا ہے ہر اک شخص کے خود لائی کا
جامہ علم و عمل سے تو ہر مسلم عاری
شوق فیشن کا ہر ظاہر کی خود آرائی کا
قوم مردہ کو کرو زندہ دکھاؤ حضرت
خاور خستہ کو اعجاز مسیحائی کا

قومی ترقی کا راز

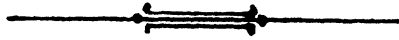
جو قوم اپنی ترقی و بہبودی کی خواہاں ہے وہ کسی دوسری ترقی یافتہ
قوم کے تمدن پر غور کر کے اس میں سے وہ باتیں جو اسکے حق میں بہتر ہوں
منتخب کر لیتی ہے۔ ہونہار اور ذہین اقوام کا اصول بھی ہے جیسا کہ تالیف
سے ظاہر ہے یونانیوں نے فن تعمیر کی تعلیم مصر سے لی اور روسیوں نے
جہانداری کی تعلیم ایران سے اور فنونِ ادب کی یونانیوں سے حاصل
کی۔ عرب نے تمدنی، جہانگیری اور سیاسی تعلیم مصریوں۔ یونانیوں اور
ایرانیوں سے لیکن ایک ہی صدی میں اسے جلا دیکر اپنے حالات کے موافق
استقرار بہتر بنالیا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ عرب ان اقوام کے شاگرد ہیں
دور کیوں جاؤ یورپین اقوام کی طرف نظر کرو۔ جنگی تمدنی حالت آج دیگر
اقوام کے لئے سبق ہے انہوں نے اکثر علوم مثلاً تاریخ، جغرافیہ، مہندسہ
ہیئت، جہانداری، عربوں سے سیکھی اور کچھ تغیر و اضافہ کے بعد بالکل اپنے
موافق بنالیا۔ کیا کوئی آج یہ بات کہہ سکتا ہے کہ عرب یورپین اقوام کے

استاد ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ یوروپین اقوام نے عقلمند راشارہ کائی را،
 مٹھوڑی باتیں لیکر انہیں جلا اور ترقی دیکر اپنا بنالیا لیکن عرب اپنی پہلی ستار پر
 قانع رہے اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ علوم و فنون و تمدنی ترقی میں
 کوشاں نہ ہوئے۔ بلکہ عشرت و غفلت میں پڑ کر بعض مخصوص اور پرانی
 خوبیوں کو بھی کھو بیٹھے۔ اگر جاپان کی طرف خیال کرو تو یہ معلوم ہو جائیگا
 کہ دوسرے کی اچھی باتیں اختیار کرنا کس قدر مفید ہے۔ جاپان کی ترقی کا
 کار و دار اس زمین اصول پر ہے، کہ ہم سچائی یورپ ہندوستان
 امریکہ سے لینگے بہت سے لینگے اگر دوزخ میں موجود ہو تو وہاں سے
 بھی صاف کریں گے۔ اس ہونہار قوم کے اس اصول کا مطالعہ کر نیکی بعد
 ہماری نظر بے نصیب ہندوستان پڑھتی ہے اور خیال آتا ہے کہ کیا
 ہندوستانی بھی ترقی یافتہ اقوام کی ترقی کے راز کو پہنچکر ان کے
 نقش قدم پر چلنے کی آرزو رکھتے ہیں؟

جب تک ہماری قوم میں سب طرح کی تعلیم رائج نہ ہوگی ہماری تعلیم
 کسی طرح سے مکمل کہے جا سکتی مستحق نہیں کہلا سکتی نہ ہم کسی طرح کی ترقی
 کر سکیں گے ہمارے بزرگوں اور حامیان قوم کو مناسب ہے کہ گورنمنٹ
 کو جلد اس طرف متوجہ کریں کہ اس قسم کی صنعت و تجارت و زراعت کے اسکول
 ہندوستان میں عام کھولے جائیں جن سے اہل ہند مستفید ہو کر اپنے

پاؤں پر کھڑے ہو جانیکے قابل ہو جائیں۔ ورنہ جو تعلیم فی زمانہ رائج ہے
 وہ کم از کم بچاس فیصدی انڈین کو بھوکوں مارتی ہے۔ یعنی گراؤ جوٹ
 ہونیکے بعد بھی طالب علم اس قابل نہیں ہوتے کہ انہیں آسائش کی
 زندگی بسر کرنے کیلئے کوئی اچھا سرکاری عہدہ مل جائے البتہ جو لوگ
 بی اے کے بعد کوئی لائن اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ تو کچھ نہ کچھ زمانہ میں
 پنپنے کے قابل ہو جاتے ہیں مثلاً جو لوگ انجینیری۔ بیرسٹری۔ ڈاکٹری
 کی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں لیکن ان میں ہر ایک سرکاری ملازمت حاصل
 نہیں کر سکتا۔ بلکہ اکثر کو پرائیوٹ دکانوں پر کام کرنا پڑتا ہے۔ انٹرنس
 اور ایف۔ اے تو آج کل کسی شمار ہی میں نہیں۔ ایسی حالت میں طالب علم
 اپنے آبائی پیشہ میں بھی بے تمیز ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ان کا بل
 کو بھی نہیں چلا سکتے اور نہ گھر کے رہتے ہیں نہ گھاٹ کے ایسی حالت میں
 ہمیں اپنی مدد خود کرنی چاہئے اور جلد تر سرکاری توجہ اس طرف
 مبذول کروانی چاہئے۔ اگر بدقسمتی سے سرکار توجہ نہ کرے تو تیلہ ایسے
 فنڈ قائم کرنے چاہئے جس میں تمام لوگ کم از کم اپنی آمدنی کا پانچ فیصد
 ماہانہ براہ حب الوطنی اور خیرات عنایت فرمائیں اور اسی روپیہ سے
 جا بجا ایسے اسکول کھولے جائیں رساتمہ ہی عورتوں کی تعلیم بھی
 عام کی جائے لیکن عورتوں کیلئے بھی طرح طرح کے اسکول ہوں۔

کچھ تو اس قسم کے جیسے اب موجود ہیں کچھ اس طرز سے علیحدہ ہیں
 خانگی امور پرورش اطفال صنعت و دستکاری تیارخ کی تعلیم زیادہ ہو
 نیز حفظان صحت کے تمام اصول سکھائے جائیں۔ ایسے اسکول نہیں
 عملی کام زیادہ ہو اور کتابی نسبتاً کم فقط۔



گیتی آرازیت

زینت تخلص۔ بنت شیخ محمد اکبر عمر صاحب بیرسٹر زوجہ محترمہ ڈاکٹر
ابوالطاہر کیا فی قصوری۔ ۶ راکٹو برس ۱۹۰۶ء میں عالم ہستی میں آئیں
سکرٹ ہٹ اسکول لاہور میں تعلیم پائیں۔ آپ نے ہندوستان کے
مشہور مقامات کی سیاحت کی ہے اپنے پیدائش گوار کے پاس جاکھل افریقہ میں
بار کی پراکٹس کر رہے ہیں ہائی ہیں۔ صاحب۔ نیروبی۔ رنجسار
دارالسلام بھی دیکھا ہے۔ آپ کے مضامین زنانہ پرچوں میں اکثر
شائع ہوئے ہیں۔ مناجات ذیل سے آپ کے ذوق شاعری پر روشنی
پڑتی ہے۔ شرب بھی لکھتی ہیں۔

اے واقف از نہاں اے پادشاہ و چہاں اے والے کون مہاں مشکل میری آسان کر
اب میں بہ حیران ہوں باخا ویراں ہوں مری سگت بان ہوں مشکل میری آسان کر
جے زینت خستہ دل عیسا سے پیچھے چل ہوتی ہرخی اردو چل مشکل میری آسان کر

مسلمان خوجا اتین سے دود و باتیں

تعلیم اس وقت تعلیم کی غرض و غایت محض حصولِ لازمت سمجھی جاتی ہے۔
 نوہنالا ان قوم و ایک عورت کی گود میں پلتے اور تربیت پاتے ہیں۔ لہذا ہر
 عورت ایک استاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ بچپن میں جس قسم کی ذہنیت
 پیدا کر دی جائے وہی ذہنیت تمام عمر رہتی ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہم انداز
 لگائیں کہ ہمیں کیسے بچے پیدا کرنے ہیں اور انہیں کس کام کیلئے تیار کرنا
 چاہئے۔ تعلیم کا مقصد ملازمت نہیں ہے بلکہ انسان میں بڑے بھلے کی تمیز
 پیدا ہو جائے اور عقل و شعور آئے۔ گو تعلیم ایک ذریعہ بھی ہے جس سے
 انسان اپنے لئے روزی پیدا کر سکے لیکن یہ خیال کہ ہر تعلیم یافتہ شخص
 ضرور ملازمت ہی حاصل کرے ایک غلامانہ ذہنیت کے سوائے کچھ بھی نہیں
 ہم میں بعض کسان ہیں۔ بعض بڑھئی کا کام کرتے ہیں بعض لوہار اور بعض بنار
 اسی طرح بعض کپڑے بناتے ہیں تو بعض دوسرے کام کرتے ہیں اگر ان
 محنتی آدمیوں کے لڑکے تعلیم پا کر اپنے اپنے ہی فنون اور کاروباریں
 لگے رہیں تو بہت زیادہ ترقی کر سکتے ہیں۔ نسبت اسکے کہ وہ اپنے
 آبائی پیشہ کو چھوڑ کر محض پندرہ بیس روپیہ کی کلر کی کیلئے در بدر دھکے
 کھاتے پھریں۔ ولایت میں تعلیم عام ہے۔ ہر پیشہ کے لوگ تعلیم پا رہے ہیں

وہ تعلیم پانے کے بعد اپنے آبائی پیشوں کو خیر باد نہیں کہہ دیتے بلکہ اُن خاص خاص پیشوں میں اعلیٰ تعلیم پا کر اپنے اپنے فن میں ماہر استاد بننے کی کوشش کرتے ہیں لہذا ہمیں بھی اس امر کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہمارے بچے تعلیم پا کر اپنے آبائی پیشوں میں ماہر فن استاد و مہر قوم و ملک میں نام پیدا کریں۔ کوئی پیشہ جس میں گناہ ہے پینے کی محنت سے نیک روزی پیدا کیجائے ذلیل یا ذلیل پیشہ نہیں ہے ہیں محنتی پیشہ و کنبوں کو بے غیرتی کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ جب ہی ہمارا ملک اور ہماری قوم ترقی کر سکتی ہے۔

اسی طرح لڑکیوں کی تعلیم کیلئے بھی ہمیں خاص توجہ دے کر کار ہے جس و کمیتی ہوں تعلیم یافتہ لڑکیاں یہ خیال کرنے لگ جاتی ہیں کہ گھر کے کام کاج مثلاً جھاڑو دینا۔ کھانا پکانا اور دیگر خانہ داری کی باتیں سب کی سب فوکرول اور ماماؤں کے کرنے کی ہیں۔ ہمیں اولن سے سروکار نہیں اب ہم لکھ پڑھ گئی ہیں اب ہی کیا ہم وہی جاہل نوکرانیوں والے کام کرینگی؟ تو انکی خدمت میں بھی میری بھی غرض ہے کہ تعلیم آپ کو اسلئے نہیں لوائی جاتی کہ آپ گھر کی رہیں نہ گھاٹ کی بلکہ تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے کاموں کو بہ نسبت ایک جاہل پوہڑی بی کے ایک عاقل سمجھدار اور سہجہ بی بی کی طرح انجام دیں۔

آپے اب بھی وہی رہیں گے۔ فرائض میں آپکے کوئی فرق نہیں آئے گا۔
 فقط انجام دینے میں آپکی تعلیمی خوبیوں کے سبب ایک امتیاز پیدا ہو جائیگا
 جو دوسری غیر تعلیم یافتہ جاہل لڑکیوں میں نہیں ہو سکتا۔ بس یہی مقصد آپکی
 تعلیم کا ہے۔

یہ دونوں ذہین مردانہ و زنانہ تعلیم کے متعلق ہم عورتوں کو پہلے
 خود پیدا کر لینی چاہئیں پھر اپنے بچوں میں بھی پیدا کر سکیں گی اسکے بعد
 ملک کی خدمت باہمی اتحاد قومی اپنی قوم کی ترقی و فلاح کی خواہش یہ سب
 باتیں ایسی ہیں جو اس بنیادی ذہنیت کے بعد ہمیں اپنے بچوں میں پیدا
 کرنا ہیں۔

سَعِيدَہ خاتون سَعید

سَعیدہ تخلص عرف شوکت دہن بنت حکیم مولوی محمد سجاد حیدر
بادنی میڈ مولوی مشن ہائی اسکول میں پوری کی دوسری صاحبزادہ
ہوتی ہیں اور مولانا محمد عمر صاحب شوکت تھانوی کی زوجہ محترمہ
شیخ صدیقی حنفی المذہب ہیں

۱۳۲۵ء میں بمقام للٹ پور پیدا ہوئیں۔ آپ کا تاریخی نام
بی بی اصغری۔ رکھا گیا اس حساب سے آپ کی عمر ۲۲ سال کی ہے۔

والد محترم سے برسم قدیم قرآن مجید اردو و فارسی کی تعلیم گھر پر
میں حاصل کی چونکہ آپ کے والد بزرگوار کو اپنے دونوں صاحبزادیوں کا
اچھی تعلیم دینے کا بہت کچھ خیال تھا اسلئے علاوہ اردو و فارسی کے
عربی کی تعلیم بھی دی اسکے بعد ہوشیار صاحبزادی نے اپنی مطالبہ
دیع کیا ابتداً انگریزی کے طرف توجہ نہیں کی لیکن اب آپ انگریز

بھی دیکھی لے۔ ہی ہیں۔

بچپن سے آپ کو شعر سننے اور عمدہ شعر پڑھنے کا شوق تھا اور جس قدر عمر بڑھتی گئی یہ مذاق بھی ترقی کر آگیا اور آپ ہمیشہ یہ سوچنا کرتے کہ میر غائب مومن ایسے وغیرہ بھی تو آخر انسان ہی تھے مجھ میں کوئی کمی ہے کہ میں ان شعرا کی طرح شعر نہ کہوں چنانچہ شعر خود کہنے کی کوشش کی لیکن آپ یہ اندازہ نہیں لگا سکیں کہ وہ شعر موزوں بھی ہیں یا نہیں۔ بہر حال آپ نے اپنے ذہن میں میر کے شعر کی ایک لائن قرار دے لی تھی اسی لئے کہ وزن پر شعر کہنے لگیں اور بہت کچھ کہہ ڈالا لیکن ایک بھی شعر لکھا نہیں۔ اب تو یہ عالم تھا کہ اس شوق میں اور بیابانی پیدا ہو گئی اور فطرۃ نے خود بھی شوق کی تکمیل کیلئے ایک شیریں بیان شاعر کا آپ کو رفیقہ حیات بنا دیا جب شاعر شوہر کو آپ کے جوہر قابلیت کا پتہ چلا تو سفید مشورے دیئے اور آپ آپکا ہر شعر ضبط تحریر میں آتا اور شوکت صاحب اصلاح دیتے آخر ایک دن آپ نے اپنا ایک شعر اپنے مونس تنہائی کو دکھایا جو بغیر اصلاح کے کہہ دیا گیا کہ بالکل ٹھیک ہے وہ ذیل کا مقطع تھا۔

اے سعیدہ گریہ شبنم کے پھول تاسمیر نہتے رہے گلزار میں
اس دن آپ کو بے انتہا مسرت ہوئی اور آپ نے پھر عرض کی

تعلیم حاصل کی۔ ماشاء اللہ اب تو ایک اچھی شاعرہ مشہور ہیں کئی نظمیں ادبی رسائل اور خاص کر سنوانی پرچے۔ سہیلی۔ نور جہاں تہذیب السنواں۔ حرم وغیرہ میں دیدہ زیب ہوتی ہیں۔ نثر نگاری میں آپ کو افسانہ نویسی سے زیادہ دلچسپی ہے ذیل میں آپ کے مذاق ادبی کے چند نمونے ملاحظہ ہوں

کہاں کی بھڑ ہے یارب الٹ گاہ مخزن میں
کبھی آبادیاں اتنی نہ تھیں دنیا کے منظر
مکناوے سے شان جنہ غم محروم ہوئی
نہیں تو میں پلٹتی نظام دم بھر میں
شب قدر کی بیابانی میں آفت نہیں لیکن
کسی نے جیسے کانٹے رکھ دیے میں آج بستر
تخلیل ہے کہ حشر ہے سمجھی میں نہیں آتا
خدا کیوں کر نظر آتا ہے ہر خاموش منظر
نہیں معلوم اسکے بعد کتنے انقلاب آئے
جنوں کے ساتھ اک صبح ابھی کیا تھا سرنگ
ضرورت سمجھو کیا ہنگامہ امین کی اے کوئی
اسے میں کچھ لیتی ہوں کسی خاموش منظر
یہی آنسو کے قطرے گوہر مقصود بن جاتے
جوا جاتا تمہارا عکس میرے دیدار میں

سعدیہ داغ دل کیا ہے محبت کا عطیہ ہے
بہی اک چیز ہے جو کام آئے بزم مخزن میں

محد و خیالی

دنیا نام ہے تاریکی کا، دروغ کا، وہم کا۔ جبرائیم کا، بدگمانی کا، دشمنی کا

اور تمام تریں بہودگیوں کا۔ دنیا میں نوع انسان کی پیدائش کا مقصد اول ”آزمائش“ ہے شیطان سبکو بار بار دھوکے دے رہا ہے اور اپنی پوری طاقت سبکو قرباطھی کی کیفیتوں سے محروم رکھنے کیلئے صرف کر رہا ہے اور ہم کمزور ہیں۔ گو خداوند کریم نے سبکو شیطان سے بچنے اور دنیا کی راحت نما کلفتوں سے نجات پانے کے راستے بتائے ہیں لیکن ہم اپنی کمزوری کے باعث اندھے ہو گئے ہیں اور اصل راحت کو کلفت۔ اصل کلفت کو راحت سمجھتے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم پر تمام ادا بار گھاؤں کی صورت میں مستولی ہیں۔ ہماری سیاہ کاریوں نے ہمارا اعتبار ایک دوسرے سے کھو دیا ہے۔ ایک شوہر اپنی بیوی کی طرف سے مطلق مطہن نہیں ہے آخر کیوں؟ صرف اسلئے کہ اس کے پیش نظر وہ مناظر ہیں جو حد درجہ شرمناک ہونے کے علاوہ ایک مستقل اثر دل و دماغ پر ڈال گئے ہیں۔ اب یہ لازمی امر ہے کہ ایک مثال لمبائی کے بعد وہ شوہر جنکی نظریں صرف مشنوی زہر عشق، چلبلا معشوق، باسکاسپا ہی وغیرہ وغیرہ ہی پر محدود ہوں اپنی بیویوں کا بھی وہی ذکر کرنا سمجھیں اوس میں اون شوہروں کا کیا قصور اور اگر ہے بھی تو صرف اتنا کہ اون کی تعلیم اس قدر غلط ہوئی کہ اون کو فطری طور پر محدود خیال ہو جانا بڑا اصل قصور تو تباہ کن افراد کا ہے جنہوں نے یہ زہر پھیلایا۔

واضح رہے کہ تعلیم بھی ایک نرم شاخ کے مانند ہے کہ اس کو
 جسطرف توڑو اس کا رخ مستقلاً اسی طرف ہو جاتا ہے۔ تعلیم کا مصرف
 غلط اور صحیح دونوں ممکن ہے۔ جسکی مثال ہر طرح بھی ہوگی کہ منصف
 اجتماع ضدیں ایک کا آدھ تعلیم یافتہ ہے اور اس کا دماغ تعلیم
 حاصل کرنے کے بعد مفید نمونے پیش کر سکا برخلاف سکے منصف
 ”بوالہوس بنگالی“ ہے یہی تعلیم یافتہ شخص ہے لیکن اسکے کارنامے
 دیکھ کر لوگ تعلیم ہی کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اب کم تعلیم یافتہ
 افراد، اجتماع ضدیں، کو دیکھ کر لطف ضرور حاصل کریں گے مگر نتیجہ جو کچھ
 ”بوالہوس بنگالی“ سے نکالیں وہ اس قدر اثر پذیر ہو گا کہ، اجتماع
 ضدیں، کو بالکل بیکار کر دیگا۔ ان اسباب نے بدگمانی اور بدگمانی نے
 محدود خیالی کو تخلیق کیا۔ اب یہ سبست تعلیم یافتہ طبقہ میں رواج ہو گیا
 کہ ایک لڑکی یا ایک بھویا ایک بیوی یا ایک بہن کا قلم ملانا گویا آوارہ
 ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ مضامین لکھنا درکنار خط تک لکھنا خواہ وہ اپنے
 کسی عزیز پر ہی کئے نام کیوں نہ ہو سخت ترین جرم ہے۔ ہماری قوم میں
 بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ لڑکی خوب پڑھ سکتی ہے لیکن لکھنے سے
 قطعاً معذور الف کی شکل کے علاوہ کوئی حرف صحیح نہ لکھ سکیگی یہاں
 محدود خیالی کے نتائج کہ قوم جہالت کے سمندر میں غرق ہے

اور روز بروز ڈوب ہی ہے ہم اپنی قوم کی تباہی کو دیکھ رہے
 ہیں اور اوس کے غلط وجہ تراش رہے ہیں لیکن ہماری نظریں
 اس پر نہیں پڑتی ہیں کہ یہ سب کچھ محدود خیالی کے اثرات ہیں۔

خوش اقبال حیات

حیاتِ مخلص بنت مولانا صوفی نظیر حسن صاحب زبیری میرٹھی
 ۷ جولائی ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ نے کسی اسکول میں تعلیم نہیں
 پائی بلکہ گھریلو اردو کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اسکے بعد ذوقِ تعلیمی
 ترقی کرنا گیا۔ فارسی میں اپنے پدر بزرگوار سے استفادہ کیا اور آپ
 انگریزی بھی اسی قدر جانتی ہیں جس حد تک کہ ایک ہندوستانی خاتون کو
 ضرورت ہے۔ تین چار سال سے شعر کہنے کا شوق ہوا ہے۔ آپ کا
 مذاق شعری اچھا ہے۔ عصمت دہلی میں آپ کی نظمیں اکثر شائع ہوتی ہیں
 اقتباس ذیل آپ کے مذاق شعری کا شاہد ہے۔ نثر بھی لکھتی ہیں

سکوتِ شام

شفق کے پردوں میں آفتاب چہر چھایا ہے
 خموشیوں کا مین پرچم ہواؤں میں ہلہا رہا ہے

حکومتِ صبح ختم ہوتی ہو لشکرِ شام آ رہا ہے
 نظامِ عالم پر جو اداسی زمین ہست بدل رہی ہے

سو گلشن پر اک حجابِ سیاہ ہر رفتہ رفتہ طاری
جہاں فطرت میں سی ہر انگریزی نے جو کو سوئے تھی
زبانِ نطقِ مبینا کی سہولیت میں کن رہا عیاں ہیں
سکوت کا جامِ چل رہا سکوتِ دنیا بدل رہا ہے
جہاں خاموشی میں کلی مکمل ہی چل کر رہا ہے
اب سماں اپنی آنکھن کو پھیرا زسروں سے بھرا ہے
سکوت ساز خاموشی اپنا چل چل کر بجا رہا ہے
سکوتِ ہنسی میں ڈھل رہا ہے
کنولِ خاموشی کا بل رہا ہے
سکوتِ دنیا پہ چھا رہا ہے

کالی گھٹائیں

میں جانتی ہوں کہ جسے ابر بربشگال یا ساون کی گھٹا کہتے ہیں وہ سمند
کے قطرات کا ایک طوفانِ مرکب اور پانی کی بوندوں کا ایک سیلاب
مرتب ہے۔ مگر پھر بھی جب یہ طوفان اور یہ سب سیلاب مرکب و مرتب
ہو کر آسمان پر گر جتا اور چلتا ہوا نظر آتا ہے تو خود بخود جذبات میں
ایک ہیجان اور حسیات میں ایک انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور میں یا
محسوس کرنے لگتی ہوں کہ گویا کوئی چیز میرے دل کی گہرائیوں سے نکل کر
اڑی چلی جا رہی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ کسی نہ کسی طرح پر اپنے
بتقرار دل میں رکھ لوں۔

بادل اڑے چلے جاتے ہیں اور اون کا چہرہ گویا میرے ہی طرف
ہوتا ہے وہ مجھے دیکھتے ہیں اور جب میں ان پر ایک للچائی ہوئی نظر

ڈالتی ہوں تو وہ مجھے ہنستے ہوئے نظر آتے ہیں میں محسوس کرتی ہوں
مگر بیان نہیں کر سکتی کہ اس کارواں ابر کو محرک دیکھ کر میرے دل میں کس قسم
کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔

ہنگامہ کائنات اور شورش جہاں سے کیو ہو کر جب میں شستہ
کو مہار کی فضاؤں تک مکیہ خیال بنی ہوئی پہنچ جاتی ہوں تو اپنی ہی
طرح کوئل کو بھی اضطراب انگیز جذبات سے لبریز دیکھتی ہوں وہ غم
برنگال گاتی ہے اور میں اسکے معافی پیدا کرتی ہوں میں سمجھتی ہوں کہ
وہ میری ہی طرح کچھ چاہتی ہے مگر حسب طرح کوئی مرے جذبات کا مفہوم
نہیں سمجھا اس کے نغموں کا مطلب بھی عام سماعت کی پذیرائی سے
محروم رہ جاتا ہے میں اپنے خیالات کی دوریں بند کر کے تصورات کے
سیلاب کو سمیٹ کر پھر اپنے گھر کے ایک خاموش کمرہ میں آ جاتی ہوں
جہاں ماحول کی پاکیزہ اور عصمت بدش حدیں مجھے صدا احتیاط
آمینز سلیقوں سے گھیرے ہوئے ہوتی ہیں میں کسی میں اپنے جذبات کا
توجہ نہیں دیکھتی مگر میری کتابیں، میری میز، اور میرا سامان خواب
میرے جذبات کی اوس سے بھیکا ہوا نظر آتا ہے میں پھر کالی گھٹاؤنگو
دیکھتی ہوں اور اپنی آنکھیں بند کر لیتی ہوں۔ خدا جانے کیوں؟.....
میں چاہتی ہوں کہ یہ موسم حلد از جلد ختم ہو جائے..... اور میری

۲۵۷

۲۴۷
دیوانگی کم ہو..... مگر وہ کبھی اپنے وقت سے پہلے ختم نہیں ہوتا
مجھے پریشان کرتا رہتا ہے۔ میں بادلوں کے ساتھ اڑتی رہتی ہوں
اور عین پرواز میں جب میرے سر کے بال کھل پڑتے ہیں تو میں خود بھی
آغوشِ برق میں کیفِ بارگشا کا ایک ایسا خوبصورت تکرار معلوم ہوتی ہوں
جو برسے کیلئے اپنی منزل تک چلا جا رہا ہے۔ منظر ابھی بہت دور
نظر آتا ہے۔

اخلاقِ فاطمہ

نبت انتظار علی صاحب بی اے۔ (علیگ) آپ ہاشمی و قریشی خاندان سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عباسؓ سے ملتا ہے قصبہ کاکوردی میں پیدا ہوئیں۔ وہیں ہوش سنبھالا۔ ابتدائی تعلیم مولویوں سے حاصل کی۔ ذہن اچھا تھا جو پڑھایا جاتا جلد یاد کر لیتیں چنانچہ نو مہینہ میں قرآن شریف ختم کیا۔ اردو کی چند درسی کتابیں پڑھنے کے بعد دینی تعلیم حاصل کی فارسی پر بھی عبور ہے زمانہ حصول تعلیم میں وطن سے چلے جانے کے باعث سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔ کتب مبنی کا بچپن ہی سے ذوق تھا صغیر سن ہی سے کتابوں کا کثیرا بنی رہیں آپ کے مطالعہ میں زیادہ تاریخی۔ اخلاقی کتابیں ہیں کیونکہ گھر میں اخلاقی، تاریخی، تمدنی کتابوں کا عظیم ذخیرہ موجود تھا جس نے آپ کے مذاق ادب کو اور جمیکا دیا۔ تہذیب السوال کی پرانی جلدیں تو

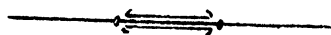
بچپن ہی سے آپکی رفیق حیات رہیں کیونکہ یہ پرچے آپکے عالم وجود میں آنے سے پہلے آپکی والدہ صاحبہ اور خالہ صاحبہ پاس آیا کرتے تھے۔ آپکے سب بھائی اور بہنوں نے ملکر ۱۳۹۱ء میں بمقام بہرائچ ایک انجمن بنام ”انجمن تہذیب سوشل اینڈ لٹری کلکے نام قائم کی تھی جس میں مہنت دار جلسے ہوتے اور خود نوشتہ مضامین پڑھے جاتے تھے تو آپ بہ نسبت دوسرے کے مضمون نویسی میں سبقت لیا کرتے جس کے آپ سکرٹری بھی تھیں۔ اگرچہ سلسلہ تعلیم منقطع ہو چکا تھا لیکن آپ کے ہونہار اور تعلیم کے فدائی بھائی نے پھر اس تذکرہ کو چھیڑا اور اپنے فرصت کے اوقات اور کالج کی تعطیلات میں آپکی تعلیم دیا کرتے چنانچہ انکی توجہ سے حساب غیرہ بخوبی سیکھ لیا۔ مضامین نویسی میں آپکی طبیعت کو ادب سے زیادہ گناؤ ہے ملک کے ادبی رسائل میں آپکے مضامین نکلتے ہیں۔ خلفی کمزوری کے سبب آپ لکھتی کم ہیں ۱۹۲۰ء کے تہذیب سنواں میں محنت جھوٹی لیاقت کا اظہار یاد وطن پر آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں بعض قدیمی رسم رواج کی مخالف ہیں۔ مذہبی پابندی کو اپنا شعار سمجھتی ہیں جب وطن اور احساس قومی سے آپ کا دل معمور ہے۔ انجمن تہذیب سنواں بریلی میں عملاً بہت کچھ حصہ لیا ہے کانپور کی انجمن تہذیب سنواں

میں اپنے بہن اور خالہ کی مدد و معاون ہیں اور آپ انجمن کی جانیٹ سکریٹری بھی ہیں زمانہ موجود کے قریب قریب تمام زمانہ اور مردانہ رسائل آپ کے مطالعہ سے گزرتے ہیں آپ اپنا روزنامہ بھی کئی سال سے لکھنے کی عادی ہیں اور اس میں فرق نہیں آتا ذیل کا مضمون آپ کے ادبی کاوشوں کا ثبوت ہے۔

تاج پوشی

ایک لمحہ سکون نہا کو گلاب کی نہنی شہزادی کنول کے پھول کی طرح کھلی ہوئی تھی، اوسکے سینہ پر موتیوں کا مالا جگمگا رہا تھا۔ اوسکی پوشاک گلابی تھی۔ اوس کا رنگ سرخ و سپید تھا، جھگل کے تمام پھول اسے عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے وہ اونکی نہنی شہزادی تھی اور عنقریب اوسکی رسم تاج پوشی ادا ہونے والی تھی چین پر بہار بھٹا کائنات مسرت میں ڈوبی ہوئی تھی صحرا کی بوٹی بوٹی مہمسم تھی بلبلیں گکار ہی تھیں، کوئل فواسج تھی طاؤس رنقاں تھے، دریا ساز بجا رہا تھا، جھگل کا پتہ پتہ سال دے رہا تھا ہوا عطر پکشت تھی سبز پر موتی بکھرے ہوئے تھے فرشتے تاج پوشی کے انتظام میں مصروف تھے طیور پیغام مسرت دے رہے تھے۔ چاند مسکرا رہا تھا آخر صبح کی نقاں

بلائیں لے رہے تھی، آسٹار گنگنا رہتے تھے چٹھے ترخم نواز تھے۔ بہنیں خوش
 ہو ہو کر کوئیں بدل رہی تھیں، زمین مہنس رہی تھی آسماں تصویر لے رہا تھا
 ناگہاں صبح کا فرشتہ آفتابی کرنوں کا تاج زرنگار لئے ہوئے
 نمودار ہوا اور نہی شہزادی کے سر پر رکھ دیا شہزادی نے اپنے لب
 کھول کر اظہار تشکریں تمہقہ لگایا اور پہلے سے زیادہ کھل گئی۔ سک
 جگنل چمک اٹھا۔ کائنات مسکرائی۔ فرشتے نعمہ نواز ہوئے حیرت
 ذرے ذرے سے مبارکباد کی صدائیں آنے لگیں۔ اشجار نے خوشی کی
 ڈالیوں نے پھول برسائے۔ پتیوں نے تالیاں بجائیں، گل تنہیت
 پوش ہوئے تیریاں تاپیں۔ چڑیوں نے دھویں سنیں، گھٹل کی تمام
 پیداوار نے چٹک رہا بجا یا!
 ہوائے نہی شہزادی کا منہ چوڑا اور کہا کہ "ملکہ کا اقبال بلند ہو"



آمنہ خاتون عفت

عفت تخلص دختر اول مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم بریلوی
 اہلیہ مولوی ناظر حسن صاحب مظفرنگری ۱۹۰۷ء بمقام سہارنپور
 پیدا ہوئیں اوائل عمر میں اپنے والد کے ہمراہ ۔ الہ آباد میں قیام
 رہا۔ ۱۹۲۰ء میں مولوی ناظر حسن صاحب سے شادی ہو کر مظفرنگر
 آ گئیں ۔ کچل متقل مقام ہیں ہے۔

تعلیم اردو ۔ فارسی اور کچھ انگریزی ۔ شریک نگاری میں مشاق
 شعر ذرا کم کہتی ہیں ۔ مصروفیت زیادہ رہتی ہے ۔ ہندوستان کے
 رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں ۔ ذیل کی نظم آپ کے
 خیالات کا آئینہ ہے ۔

طلوعِ سحر

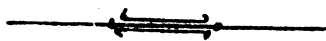
وقت نمازیں ست کیفِ نیازیں است

ارہ دیک ہے وہند لاسک ہے بادل سرک ہے جلوہ ٹپک ہے غنچہ چپک ہے بلبل جبک ہے
نبرہ لپک ہے میلا ہوک ہے پتہ لپک ہے قطرہ لپک ہے ساغر چپک ہے شیشہ جبک ہے

وقت نماز ایں ست کیف نیاز ایں ست

شغاف آسمان دریاساک واک باد صباد دان کیسایں ساغ غنچہ کرج ان ہرچول گستا
جلوہ ترا جہان ہر گل میں تہاں کیسا جوں طراں ہر اکسین خواں دریا خیفہ خواں موجوں انان

وقت نماز ایں ست کیف نماز ایں ست



بلقسین گم یا بلقسین مکیم

بنت مرزا محمد بیگ صاحب کیل مرحوم بہتہال کی طرف سے نسب
مغل اور نوابی خاندان سے ملتا ہے جنہیں سے آجکل بھی دو چار افراد
خاندان مشہور ہیں دہلی میں سر سید احمد خاں اور نواب اکبر علی خاں
مرحوم اور نواب سر بلند جنگ و خواجہ عبد المجید پیر ستر محمد مرزا ڈپٹی کلکٹر
انہار ہیں وہ دہیال میں پٹی ضلع امرت سر کے مرزا ڈل یعنی غلوں سے
نسب ملتا ہے۔

تقریباً تین سال کی عمر میں آپکی والدہ نے رحلت کی نانی نے
پرورش کیا اور اپنی خالائوں کے پاس ۱۹۰۰ء تک رہیں ۱۹۰۹ء میں
آپ کے والد نے بھی انتقال کیا صرف ایک بہن نظیر جہاں بیگم اور
ہیں جو سردار احمد کے اکلوتے لڑکے سردار حفیظ اللہ سے بیاہی گئیں

ابتدائی تعلیم سب سے چھوٹی خالہ امیر عبد الواحد (سرکاری ویل) نے دی
 قرآن مجید نانی صاحبہ نے گیارہ سال کی عمر میں صحیح تلفظ اور قرات
 کے ساتھ ختم کرایا۔ اخبار پھول جو اُسٹم میں جاری ہوا اس کا مطالعہ
 شروع کیا جس نے آپ کو خود بخود تعلیم کا شائق بنا دیا۔ ہر چند خالہ سے
 اجازت چاہی کہ اسکول میں داخل کر دیا جائے لیکن انہوں نے
 پرانی وضع قائم رکھتے ہوئے اسکی اجازت نہیں دی۔

لیکن مطالعہ جاری رہا اور نیز خالہ زاد بھائی کا کورس جس میں حساب
 جغرافیہ تاریخ سب شامل ہیں دیکھتی رہیں اور اسکے ساتھ ساتھ انگریزی
 بھی بھانسنے جو کچھ مدرسے پڑھ کر آتے وہ اونسے پڑھتی رہیں۔ جب
 بھائی کی مصروفیت بڑھ گئی تو شخص انگریزی کا سبق اون سے لیتی رہیں
 جب بھائی انٹرنس پاس کر کے حصار سے لاہور چلے گئے تو آپ کا
 تعلیمی سلسلہ موقوف ہو گیا اب صرف لیاقت پڑبانے کا ذریعہ محض مطالعہ
 تھا جو دوسرے بھائی کی توسط سے انگریزی ناول یا قصے لائبریری سے
 منگو کر پڑھتی رہیں۔

اس سلسلہ میں آپ کو زنانہ دستکاری پر انگریزی میں کتابیں
 دیکھنے کا شوق ہوا اس وجہ سے اس موضوع پر آپ کی نظروں سے بہت
 ساری کتابیں گزریں اسوقت انگریزی دستکاری کی صنعت

میں آپ ایک بہترین ماہر مافی جانی ہیں۔ سلسلہ میں آپ کی ایک چھوٹی سی تصنیف شائع ہوئی اور اسی زمانہ میں اخبارات اور رسائل نے مضامین نگاری پر آپ کو متعدد انعامات دیئے پھر آپ کو حوصلہ ملتا ہوا اردو میں کروشیا پر ایک کتاب لکھی جو ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی جس پر ملک کے اخبارات و رسائل نے نہایت حوصلہ افزا ریویو کیے انگریزی اخبارات میں ٹریبیون خاص طور پر قابل ذکر ہے سلسلہ ۱۹۲۱ء میں مضمون نگاری کی ابتدا ہوئی کم و بیش سلسلہ ۱۹۲۲ء تک ملک کے مختلف رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے کبھی کبھی نظم بھی کہلتی ہیں ۴ فروری جولائی ۱۹۲۴ء میں ڈاکٹر عبدالصمد خاں اسٹنٹ سرجن جو صوبہ سرحد کے رہنے والے ہیں بیاہی گئیں اور آج کل پشاور میں مقیم ہیں۔ بہت کچھ کوشش کی کہ انڈینس کا امتحان دیدیں مگر ذرائع محدود تھے اور ڈاکٹر صاحب بوجہ کثرت کار آپ کی امداد نہ کر سکے آپ کے یقین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں اب سب طرف سے توجہ ہٹ کر ان بچوں کی تعلیم و تربیت میں لگی ہوئی ہے اب بھی آپ کا ارادہ ہے کہ کروشیا کا دوسرا حصہ اور انگریزی کہانیوں کا ترجمہ طبع کرا دیں جو مکمل رکھا ہوا ہے۔

جستجوئے مسرت

اے مسرت بتا تو کہاں ہے؟ کیا آسمان نیلی فام پر، ہو کی بادلوں سے
 چھڑ چھاڑیں پہنا ہے، جب سورج کی شعاعیں بادلوں میں ہو کر
 گزرتی ہیں اور ہوا دن کو مثل روئی کے گالوں کے ادھر ادھر لے
 پھرتی ہے کبھی بادلوں کی نقاب آفتاب عالم تاب کے منور چہرہ پر
 ڈالکر اہل نظر کی نظروں سے چھپا دیتی ہے اور کبھی انہیں منتشر کر دیتی
 ہاں بتا کیا ہوا کے سمدر میں بادل کی کشتیوں پر سوار ہوتی ہے، یا خوب
 آفتاب کے وقت بادلوں کا سنہری رنگ بن جاتی ہے، اور شفق کی
 صورت میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ انہیں تو وہاں بھی نہیں ہے کیونکہ
 اگر وہاں ہوتی تو شفق ہرگز زرد ہو کر غائب نہ ہو جاتی۔ اچھا تو پھر
 کہاں ہے؟

کیا تو بادنسیم نیکر صبح کے وقت ہر ہر بھول کو گدگد کر اٹھکیلا
 کیا کرتی ہے۔ کیا بھولوں کے گدگدانے اور مسکرانے میں تو پہاڑ
 اے مسرت تو ہی بتا کہ میں تجھے کہاں پاؤں! اچھا کیا تو بھولوں کے
 شاخ شجر کے جھونکوں سے جھومتے ہیں نہاں ہے مگر نہیں اگر تو وہاں
 ہوتی تو پھر وہ پہر کی خاموشی میں وہ ہرگز پڑمردہ نہ ہو جایا کرتے اچھا تو

پھر بتا تو کہاں ہے۔ کیا اس جگہ ہے جہاں کہ وادی سبز اپنا مٹھی جیسے پہنے
 اپنی گود میں سیکڑوں ندیاں لئے کھڑی ہے آبشار جوشِ مسرت سے
 ابل ابل کر دامنِ وادی پر آرہے ہیں اور مسرت کا میٹھا راگ گاتے ہوئے
 میدانِ کیطرف نکل جاتے ہیں اور آخرا درِ بحر سے جالتے ہیں مگر نہیں
 تو وہاں بھی نہیں ہے۔ سردی آئی اور آبشار کا وہ جوش نہیں رہا
 بلکہ اور اداسی چھا گئی۔ وادی کا وہ ہر اوجہ موسمِ خزاں میں بیماری
 غم سے پیلا پڑ گیا۔ آہ! تو تو وہاں بھی نہیں۔ اگر وہاں ہوتی تو ہرگز وہ
 وادی پر فضا یوں خزاں کا سنگمار نہ ہوتی۔ اچھا پھر تجھے کہاں پاؤں!
 بس ہو ہونہو نہنے نہنے خوش گلو پر ندوں کے نعروں میں تو ضرور ہے
 وہ غمزدہ ہوتے تو ہرگز اس مسرتِ دلی کے ساتھ سریلے راگ نہ لاپتی!
 ہاں! ہاں بس تو وہیں ہے! مگر کسی لیے درد نے غلہ مارا اور وہ چڑیا
 تڑپ کر زمین پر آرہی، اور چشمِ زدن میں گلشنِ مسرت مایوسی کا آئینہ
 بنگیا، نہیں، تو تو یہاں بھی نہیں ہے پھر آخر کہاں ہے۔
 تو ہو ہونہو پھولوں کی دلکشی میں ہے وہ دیکھ کس طرح مسکرا رہی ہیں
 بس بس پالیا تو یہیں ہے مگر نہیں۔ صبح سے شام تک انہوں نے
 بہار دکھائی شام ہونے سے پہلے تو وہاں بھی نہیں آتی مسرت پھر میں
 تجھے کہاں دھونڈوں۔

تو قطعی لیلی شب کی مسکراہٹ میں موجود ہے ورنہ رات کے گھپ اندھیرے میں جگمگ تاروں کو لیکر بیٹھنا کیا معنی رکھتا ہے یہ تیرا ہی کرشمہ ہے کہ تمام دنیا تو نیند میں مدھوش ہو اور لیلیٰ شب اپنے نور نظر اپنے آنکھوں کے تاروں کو گود میں لئے پاک سے پاک نہ جھپکائے پالیا۔ پالیا اے تول گئی، مگر نہیں جوہنی عروس مشرق نے اپنے رخ سے سیاہ چادر بٹائی اور نسیم سحر نے مشرق سے مغرب تک آمد سحر کا مزدہ سنایا اور لیلیٰ شب کا رنگ فق ہوا چاند منٹ پہلے ہی ستارے جو کہ زینت خلک تھے ماند پڑنے شروع ہوئے اور آن کی آن میں غائب، تو تو ہاں بھی نہیں۔ مگر بھر کہاں ہے۔

دود دست تشنہ دیدار۔ ماں کی ماتا، بادلوں کی چھیر چھاڑ میں سرِ عکبہ تلاش کیا مگر تو نہ ملی۔

آہ اے مسرت! میں تجھے کہاں پاؤں! آخر تو ہی بتا تیرا قیام کہاں ہے، اگر تو مرے پاس نہیں آتی تو خیر میں ہی تجھے تک پہنچنے کی کوشش کروں.....

زکیہ خاتون

سنت ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب ضلع یوپی میں پیدا ہوئیں ایک خوشحال
 روشن گھرانے کی چشم و چراغ ہیں جنہیں تعلیم و تعلم سے ہمیشہ شوق
 رہا۔ ابتدائی درسی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں کہ اسکے بعد گھری
 میں ماٹروں سے پڑھتی رہیں۔ پرائیوٹ طور پر اینگلو ورنہ کیولر مڈل
 کا امتحان نہایت اچھے نمبروں میں پاس کیا انگریزی کا شوق تب تک
 جاری ہے مضامین نگاری کا بھی ذوق رکھتی ہیں فرقہ نموان کے
 جہل پڑنا سفر بہت ہی تحریر میں روانی ہے۔

بدحواسی کی خدیں

ایک دفعہ زمیندار کے افکار و حوادث میں چھپا تھا کہ بدحواسی کی
 دوسمیں بہت ممتاز ہیں۔ قولی بدحواسی اور فعلی بدحواسی۔ بدحواسی یہ ہے

جیسے بعض لوگ ”دگھنے کی چوٹ“ کو بوکھلامٹ میں ”چٹنے کی گھوٹ“ اور جنازے کی نماز ”کو“ نمازے کی جنازہ ”کہدیا کرتے ہیں۔ فعلی بد جوہی بھی عامۃ الوردشی ہے۔ مثلاً ٹیلی فون پر پہنچکر طلبی میں سننے کا آلہ منہ سے اور بولنے کا آلہ کان سے لگا لینا۔ تار کے چرپاسی کی رسید پر دستخط کر کے تار کا لفافہ اسکے حوالہ کر دینا اور خود رسید لے لینا یا بعض اوقات اپنی پنسل چرپاسی کے حوالہ کر دینا یا چرپاسی کی پنسل اپنی جیب میں ڈال لینا غرض یہ ہے کہ یہ واقعات گو کیسے ہی غیر اہم اور معمولی ہوں لیکن اہل ذوق کے لئے انہیں ہنسنے مہنسانے کا کافی سامان ہوتا ہے۔ بھائی پر ناند جنہیں مہذو اخبارات دیوتا سربو پ، لکھا کرتے ہیں پچھلے دنوں لکھنو تشریف لے گئے تھے وہاں آپے قوی اور فعلی دونوں قسم کی بدحواسیوں کا جو موقع پیش کیا اس کا چرچا لکھنو کے اخباروں میں خوب ہوا۔ آپے لالہ لاجپت رائے کی حمایت میں نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اوہ نہیں فرمایا، اگر کوئی یہ ثابت کرے کہ پنڈت موتی لال نہرو نے لالہ لاجپت رائے سے زیادہ ملک کی خدمت کی ہی تو میں اسکے سر پر اپنے سر رکھ دوں گا۔ مطلب آپکا یہ تھا کہ اسکے پیروں پر اپنا سر رکھ دوں گا، لیکن بدحواسی کا براہو جس نے زبان سے کچھ کا کچھ نکلوا دیا۔ لاہور کے اجلاس مسلم لیگ میں میاں فضل حسین صاحب

بھی ایک دفعہ بدحواسی کا شکار ہو کر یہ فقیرہ بول اٹھے تھے کہ، ”آپ کا بجانا بالکل فرما ہے۔“

بے دہیا نی بھی بدحواسی کی ایک قسم ہے اب اسکی تفصیل بھی سنئے۔
ابھی حال کا ذکر ہے کہ بھائی جان ہاتھ میں گلاس اٹھائے غسل خانے میں داخل ہوئے وہاں پر اسوقت والد صاحب بھی کھڑے تھے بھائی جان حمام کی ٹونٹی کھول کر گلاس کھنگالنے لگے اتنے میں والد صاحب نے ان سے کوئی بات کی آپ اسکے سننے میں اسقدر محو ہو گئے کہ گلاس کھنگالتے کھنگالتے اس میں حمام کا خاصہ گرم پانی بھر کر پینے لگے اور نصف گلاس کے قریب پی بھی لیا والد ماجد کی نظر پڑی تو انہوں نے پوچھا خیریت ہے گرم پانی پی رہے ہو؟ اب آپ کو معلوم ہوا کہ اتنی سخت گرمی میں بے دہیا نی میں گرم پانی کیسی آسانی سے پی گیا ہوں بے چارے کیا کرتے کہیائے ہو کر گئے

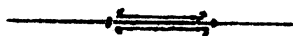
ایک دفعہ میری بڑی ہمشیرہ سے والد صاحب نے کہا، اگر تم اس ہفتہ کا تہذیب پڑھ چکی ہو ذرا مجھے لادو، آپ اندر تہذیب لینی آئیں اتفاق سے تخت پر تہذیب کے برابر ایک میلا سا تکیہ کا غلاف اترا پڑا تھا وہی اٹھا والد صاحب کو لیجا کر دیدیا وہ انہوں نے دریافت کیا کہ اسکو کیا کرو تو آپ کو یہ چلا ہنس کر کہنے لگیں، وہ بڑی غلطی ہو گئی آپ نے تو تہذیب لکھا تھا۔

عائشہ خاتون عائشہ

عائشہ تخلص بہت مولوی محمد عابد حسین صاحب بادی فی مرحوم دکیل
 جے پور۔ زوجہ مولوی سید احمد صاحب صغوی وطن بادل ضلع ہر دوی
 شیخ صدیقی حنفی محلہ میں اپنے وطن میں پیدا ہوئیں آپکا تاریخی
 نام بی نظیر فاطمہ رکھا گیا اور اس حساب سے آپکی عمر تالیس سال ہوتی ہو
 فارسی۔ اردو میں کافی دستگاہ رکھتی ہیں اور یہ تعلیم گھری پر
 ہوئی ہے شاعری عطیہ فطرت ہے آپکو اچھے شعر پڑھنے۔ سننے کا ہمیشہ
 شوق رہا اسی ذوق نے رفتہ رفتہ آپکو شاعر بنا دیا آپکی پہلی غزل
 رسالہ، نظریں شائع ہوئی پھر متعدد رسائل میں آپکا کلام شائع ہوتا رہا
 نشری نمونہ کوئی دکھائی نہیں دیا۔ ذیل کی غزل آپکے تخلصات کا اُمینہ ہے
 کس قدر ذوق فنا کے شمع پروا نہیں ہے زندگی اسکی فقط بل بل کے مہیا نہیں ہے
 طور پر موقوف تھا دیدار موسیٰ کیلئے اور مرے نزدیک ہر بل کے کاغذ نہیں ہے

ایک جبرے میں میر ہو گیا شربِ مدام
یہ خمارِ لطفِ جامِ مرگ پی جائیں ہے
عالمِ محویت صحرا نوردی دل سے پوچھ
یا تو دیرانہ ہے ایسا وہ دیر آئیں ہے
سنتے سنتے ہنسٹے اور ہنستے ہنستے
تلخ انجامی کا نقشہ میرے افسانے میں ہے
دل نہیں تو دل کے حیات تو ستم لے چکے
اب مجازی شکل ہے اک ہ بھی رائے میں ہے
تھوڑی تھوڑی مئے نہ دیوں گئی بڑھائی
دے دے پیمانہ میں ساقی جو میخانے میں ہے
کچھ نہیں اب ہم و جاں ہیں اک چراغِ عشق ہے
بس اسی کی روشنی میری یہ خانے میں ہے

شربتِ دیدار کے پیاسے کو مئے سے کیا تعز
عالمِ شہِ ادب کے رخ کا عکس مانے میں ہے



میمونہ خاتون غزالہ

غزالہ تخلص۔ عرف عام میں میمونہ غزال۔ دختر چہارم مولوی
عبدالاحد صاحب بریلوی اہلیہ محمد احسان الحق صاحب سالہ ۱۹۱۰ء میں مقام
سہارنپور پیدا ہوئیں۔ ابتداء عمر میں اپنے والد کے ساتھ الہ آباد میں
مقیم رہیں سالہ ۱۹۲۰ء میں والد کے انتقال کی وجہ سے اپنے آبائی وطن
بریلی آگئیں سالہ ۱۹۲۱ء میں محمد احسان الحق صاحب سے شادی ہوئی اور
آنکھل اپنے شریک حیات کے ساتھ انکی ملازمت کے وجہ پنجاب میں
رہتی ہیں۔

سالہ ۱۹۲۵ء میں شرگوئی کا آغاز ہوا۔ سید طالب علی الہ آباد سے
مشورہ سخن رہا ادبی افسانہ وغیرہ اچھا لکھ لیتی ہیں۔ ہندوستان کے
ادبی رسائل میں آپکی نظمیں دیکھنے میں آئی ہیں ذیل کے اقتباس سے
آپکے تحریر اور خیالات کا پتہ چل سکتا۔

جرم ہو

اے ظلمتِ شام جنوںِ جبرِ یسانی نہ پوچھ
اے یاسِ حرام اے الم میں کشتہ جذبات ہو
واماندہ صحرائیں منزل سے کوہِ دہریوں
جب دل افزوں آہیں ہوں ٹکڑا نہیں
میرا اک حجابِ رد ہوں کیا پوچھنا مگر کس
”ہوا ہو“ میں وہی ہے فضا دنیا دل گھبرا
کر دے غزالہ آہ کو صرف مذاقِ آرزو
اے پرتو سوزِ دروں تمہیدِ حیرانی نہ پوچھ
کیا پوچھتا ہوں دردِ دلِ افسردہ سامانی نہ پوچھ
بھٹکی ہوئی ہر فی ہونہ میں کی گجانی نہ پوچھ
بڑھنے کا سوزِ جگر شعلہ بدامانی نہ پوچھ
ہوں خاکِ شوقِ الم اشکوں کی ارزانی نہ پوچھ
اُف کیا بتاؤں حالِ دل میری یسانی نہ پوچھ
پھر گھوگھو گئی میں خوش سے ہو ہو کی حجابانی نہ پوچھ

بانسری وریلی

ہاں اے ہیلی مچھکو خوب یاد ہے جبکہ تو اور میں اس دریا کے کنار
جبکی موجوں کی شور شنیں فتنہ روزگار میں جسکی جہلم لاتی ہوئی لہریں آئینہ
امین ہیں سر سبز گھاس کی ستانی آغوش میں آسودہ محبت تھے قریب
ذالو پر سر رکھے ہوئے لیٹی تھی میں تیرے لائے ریشمی بالوں میں ہاتھ پھرتے
ہوئے اس شعر کو آلاپ ہی تھی۔

تیرے بال اور حسین ہوں تیری زلف اور دراز ہو

ترے بال اور حسین ہوں..... بتری زلف اور دراز ہوا
 میں نے گیسو چومنے کو اٹھائے ہی تھے کہ یکایک بانسری کی جگر خراش
 نغنے فزا میں گونجے اور میرے ہاتھ خود بخود کانپ اٹھے۔ اور تیرے نازک
 بال میرے ہاتھ سے چھوٹتے ہی تیرے سینہ پر لہرانے لگے۔ آہ! میری
 نگاہیں اس منظر سے بے تاب ہو کر لرز گئیں اور میں ایک مستقل محویت
 میں غرق ہو گئی۔ آہ میری سہیلی مجھ کو خوب یاد ہے جبکہ تو او میں ساو ج
 کافر مہینے میں سبزہ راز کی ستانی دنیا میں اونچے اونچے درختوں کے
 موٹے و مضبوط ٹہنیوں میں ریشم کی ڈوریاں ڈال کر جھولنے کی تیاری
 کر رہے تھے۔ آہ مگر جیسے ہی میں تیرے خوبصورت شانے کا سہارا لیکر
 اور دوسرے ہاتھ سے اسے مضبوط پکڑ کر جھولے کے اوپر چڑھنے لگی دفعتاً
 بانسری کی دل دوز صد کیجہ دھاتی ہوئی گزر گئی میرے ہاتھ کانپ اٹھا
 ڈوریاں چھوٹ گئیں اور میں فرش پر آ رہی۔ اور تو آہ تو میری
 سہیلی تو تصویر حیرت بنی غرق دریا ئے حیرت کھڑی رہ گئی!!!
 اے سہیلی مجھ کو غیب دہے وہ لمحہ جبکہ تو او میں سنگ مرمر کی
 گلدوں کی سبھی ہوئی سیڑھیوں کے آگے سیاہ ریشمی ساڑیاں لگائے
 کھڑے تھے۔ تیرے شیشہ گول رخساروں پر کالی سی زلفوں کے بچیلے
 لمبے خم بہ خم ہر پہ تھے۔ اور کبھی کبھی تیرے ہار یک گلابی ہونٹوں

کی جنبشوں میں سفید تارے جھلکنا جاتے تھے۔ میں کھڑی تیرے ساڑھی
 بروج میں گلاب کا ست پھول اٹکار ہی تھی کہ یکایک بانسری کی غم زدہ
 سان نے میری آنکھیں پر غم کر دیں اور ہاتھوں کی لرزش سے پھول چٹکر
 نیچے آ رہا۔ میں چکرائی اور ڈھٹ سے سنگ مرمر کے فرش پر گر پڑی۔ مگر
 اے میری پیاری سہیلی مجھکو تیری بھولی بھالی تقویر کبھی نہ بھولے گی
 جبکہ تو حیرت سے خوبصورت دانتوں میں نازک تیلی انگلی دبائے رکھی
 آہ سہیلی تو بھولی ہے تیرا نازک دل معصوم ہے تیرے جذبات
 بالکل سادہ و عقیف ہیں۔ آہ! میں تیرا حجاب سادل دکھاتے ہوئے
 کانپتی ہوں اے سہیلی میں تیری ہوں اور ہمیشہ تیری ہی رہوں گی۔ آہ تو
 میرے ارادہ سے واقف ہے۔ تجھے مرے دل کا سبب حال معلوم ہے
 تجھے میرے جذبات کی غم افزائی کا بخوبی علم ہے آہ اے سہیلی وہ
 رخصت کا خطرناک لمحہ جس میں کھجور کے مصنوعی طعنے سے کمر لگائے
 خاموش بیٹھی تھی اور تو میری گود میں سر رکھے اشک چکاں تھی؟ ہاں
 تو میرے ارادہ غم ناک سے آگاہ تھی۔ آہ تیری رحیم نگاہیں مجھکو روک
 رہیں تھیں میں آج تجھے اس حالت میں چھوڑ کر رخصت ہو رہی تھی۔
 تیری آنکھیں پر غم تھیں۔ تیرا ہر آنسو مجھے روک رہا تھا۔ تیرے غم
 نصیب حنا آنسوؤں میں بھیگے ہوئے تھے۔

ہائے اس منظر کی الم آفرینی میں دفعتاً بانسری کا دلکش نغمہ ایکبار
 پھر دردِ سماعت ثابت ہوا۔ میں تڑپ کر کھڑی ہو گئی اور آہ سہیلی تو روتی
 ہوئی آ کر مجھ سے لیٹ گئی۔ میں علیحدہ ہو گئی میری زبان سے صرف اتنا نکلا
 میں تیری ہوں۔ مجھے جانے دے اور بانسری کی اس الم چکانی میں فنا
 ہو جانے دے۔

آہ بانسری مجھے بلا رہی ہے، آہ آہ آہ! تو تڑپ کر فرش پر گر پڑی
 اور تیری بلوریں چوڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر کہیں کہیں منتشر ہو گئیں اور
 بس دیوانہ وار روانہ ہو گئی۔

* * * * *

پھر کیا ہوا دنیا نے کیا دیکھا۔ ایک بانسری اور آہ میں تیری بجاویں
 الفت کا ایک نغمہ اور اے سہیلی تیرے پاک و برتر نامِ دردِ دہا!

مہلتا

بنت محمد فخر الدین صاحب مرحوم تحصیلدار ربیع الاول میں موسیٰ صنلع
 ترجیاتی علاقہ مدراس میں پیدا ہوئیں جہاں آپکے والد سبلہ ملازمت
 مقیم تھے دو سال کے بعد آپکے والد نے انتقال کیا آپکی والدہ بھائیوں
 وغیرہ کو لیکر بغرض تعلیم اپنے وطن مدراس آ گئیں لڑکے مدراس میں شریک
 کرائے گئے لڑکیوں کی تعلیم خود والدہ نے اپنی ہاتھ میں لی اور ہر حرکت
 پر خیال رکھتی تھیں۔ عربی اردو۔ دستکاری کی تعلیم والدہ نے دی انگریزی
 کیلئے استانی مقرر کی گئی اور بھائی بھی انگریزی۔ فارسی کی تعلیم دیدیا کرتے
 تھے یوں تو آپکے خاندان میں تمام عورتیں عربی۔ فارسی۔ اردو کی۔ کچھ
 انگریزی کی تعلیم پائی ہوئی ہیں۔ لیکن اخبار بینی اور مطالعہ کتب سے
 خنداں ذوق نہ تھا لیکن آپکی والدہ صاحبہ کو ان امور سے نہایت دلچسپی
 تھی انہیں کئے اثر سے آپ کو کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہوا آپ کے

بھائی صاحب نے ۱۹۱۹ء میں ”قومی رپورٹ“ جو مدراس کا مشہور اخبار تھا آپ کے نام اجرا کرایا اور آپ سے پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ اسکے ایک سال بعد لاہور کا ”موخر اخبار“ تہذیب السنواں، کی پرانی جلدیں ایک انجمن سے دستیاب ہوئیں اور پھر اپنے نام تہذیب جاری کرایا ۱۹۲۰ء میں مضامین نگاری کا شوق ہوا اور اسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ آپ کے چھوٹے بھائی نے عصمت کے پرچے میں جنت مکانی خاتون اکرم صاحبہ کا ایک افسانہ دیکھ کر کہا کہ میں اس کا متمنی ہوں کہ تم بھی مضامین لکھنا شروع کرو اور اخبارات میں شائع ہوں لیکن آپ کو یہ خوف تھا کہ کہیں اخبارات بصورت ناپسند بری بھلی تنقید نہ کریں۔ مگر محبت سے کام لیکر پہلے تہذیب میں، م۔ ن کے نام سے لکھنے لگیں اسکے بعد ”النساء حیدر آباد“ میں زمانہ مدرسہ مدراس کی نسبت ایک مضمون لکھا ۱۹۲۶ء میں عصمت میں پابندی سے مضامین بھجوانے لگیں۔ رسالہ صوفی میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں نمائش و نیٹ گیری علاقہ مدراس میں راجہ صاحب نے دستکاری پر آپ کو ممتنع اور سارٹفیکٹ منایت کیا۔

جب مضامین قلمی کا تجربہ ہوا تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ مضمون نگاری اپنے خیالات کو چھپتے دیکھنا نہ میدان ادب میں امتحان

دینا ہے بلکہ اپنی مردہ قوم کا نئی روح پانا اور متعصب دنیا پر اپنے طبقہ کے
علم و تربیتی کا اعلان کرنا ہے۔

وہ آنکھیں

وہ آنکھیں جو میرے معمولی سے ملال سے پر خم ہو جاتی ہیں اور
جن پر میرا لہکا سا رخ ایک جگر دوزخ میں کا اثر رکھتا ہے۔

وہ آنکھیں۔ جو مجھ کو ہمیشہ راحت و آرام میں دیکھنا چاہتی ہیں۔

وہ آنکھیں جو درگاہ خداوندی میں آنسوؤں کی لڑیاں پر پروا

میرے لئے دعا کرتی رہتی ہیں۔

وہ آنکھیں جو مجھے خوش دیکھ کر مسرور اور رنجیدہ دیکھ کر مغموم

ہو جاتی ہیں۔

وہ آنکھیں جو ہمیشہ برائی سے دور رہنے کا سراپا نیکی پر کام نرا

ہونے کا اشارہ کرتی ہیں۔

وہ آنکھیں جو محبت کا سرچشمہ ہیں اور اپنی لامحدود شفقت

محبت کے سمندر میں مجھے ڈبو لیتی ہیں۔

وہ آنکھیں جن سے میرے لئے بے اندازہ محبت کی شعاں

سکھتی رہتی ہیں۔

وہ آنکھیں جنہیں میں نہایت خوبصورت حسین نظر آتی ہوں۔

وہ آنکھیں جنکو میرے محبوب بہت کم نظر آتے ہیں۔

وہ آنکھیں جن پر میری معمولی سے خوبی کمال مہر نگر ظاہر ہوتی ہے۔

وہ آنکھیں جو مجھکو ذرا سی پریشان بھی نہیں دیکھ سکتیں۔

وہ میری محترم ”ماں“ کی پیاری ”آنکھیں“ ہیں۔

انکی محبت۔ انکی شفقت۔ انکی عنایت کی بدولت میری زندگی نکلے

رنج سے بری ہے میں تو سمجھتی تھی کہ دنیا میں ان شفقت بھری آنکھوں

کا بیش قیمت نور میرے نہیں وہ خداوند نعیم کی سب سے بڑی نعمت سے

محروم ہے۔

زبیدہ حکیم

سنت حامد صفۃ اللہ حبذا وجہ محترمہ نصیر الدین محمد عبد الباری حنا
منصف دکن میں اُردو، اردو، روشن خیال اور عالم فاضل باپ نے مدرسہ
کی تعلیم دلائی جو کثرت سفر و سیاحت کے باعث وسطانی حد سے بڑھ چکی
مگر خوش فہمی سے ایک صاحب قلم امین زندگی ملا جس سے فائدہ اٹھا کر
مطالعہ اور مصنون نگاری کی مشق جاری رکھی اکثر زمانہ رسائل میں
مضامین شائع ہوئے ہیں جو تربیت "اولاد، خانہ داری اور اخلاق پر
مشتمل ہوتے ہیں اور سیرت بنوی صلعم سے ان معاشرتی پہلوؤں پر
روشنی ڈالتی ہیں صاحب اولاد ہونے کے باوجود اب بھی علمی ذوق باقی
ہے، ایک مصنون کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلعم بچوں پر نہایت مہربان تھے۔ ان پر شفقت اور
مرحمت فرماتے تھے ان کے ناز اٹھاتے تھے۔ ان سے خوش طبعی فرماتے تھے

حضرت ابراہیم آپ کے صاحبزادے مدینہ سے چار میل پر پردوش پاتے تھے آپ ہاں تک پیادہ جاتے تھے۔ بچے کو بوسہ دیتے ان کو گود میں اور جب ان کا وصال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے اور اسی دن چاند گہن ہوا۔ لوگوں نے کہا ابراہیم کی موت کے باعث ہوا ہے ارشاد فرمایا کہ مرنے سے اسکو تعلق نہیں امام حسن امام حسین اور امامہ کو آپ بیحد پیار کرتے۔ انہیں کندھے پر سوار کر کے جاتے۔ گود میں لیتے بوسہ دیتے آپ سجدہ میں ہوتے اور حسین آکر دوش مبارک پر بیٹھ جاتے تو آپ سجدہ سے اسوقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک وہ اتر سجاتے آپ خطبہ دیتے تھے حسین آتے تو آپ دہنیں اٹھا لیتے۔ آپ ارشاد فرماتے تھے حسن حسین میرے گلہ سستے ہیں، اور ارشاد فرماتے حسین کی محبت گویا میری محبت جو جس نے انکو تکلیف دی اوس نے مجھے تکلیف دی۔

قبر جہاں سکیم

سنت نمان بہادر محمد سعید صاحب آپ کا وطن مچھلی شہر ضلع جنوب
 یوپی ہے۔ مولد مراد آباد ہے جہاں آپ کے والد بزرگوار پوسٹ انسپکٹر
 تھے۔ ادا اہل عمری سے آپ کو لکھنے پڑھنے کا بید شوق تھا جبکہ آپ
 پنجویں بول بھی نہ سکتے تھیں اپنے بھائی کی کچھ کتابیں لیکر جب انہیں ماسٹر
 پڑھانے آیا کرتا تھا جا بیٹھیں۔ اور بھائی جب تک پڑھا کرتے آپ بھی
 آوازیں سننا لاکرتیں تقریباً پانچ سال کی عمر سے آپ کی تعلیم شروع ہوئی
 ۷ سال کی عمر میں اردو کی کتابیں پنجویں پڑھنے کے قابل ہو گئیں
 ابتداً صرف اردو اور مذہبی تعلیم حاصل کی بعد اورد مضامین آپ کی تعلیم
 گھر ہی پر معلم سے ہوتی رہی پھر معلم سے باضابطہ تعلیم کا سلسلہ جاری
 رہا کتب بینی سے آپ کو نہایت ذوق تھا چنانچہ معلم سے اوقات
 حفرہ پر پڑھنے کے علاوہ تقریباً سارا دن بھائی کی اردو کتابوں

اجازات اور رسائل کے دیکھنے میں گذرنا تھا۔ بچپن میں آپ کے کہیں یہ سوالات پیدا ہوتے تھے کہ مجھے بھائی کی طرح تعلیم کیوں نہیں دی جاتی یہ تفرق کوئی ہے؟ اپنی والدہ اور والد سے کبھی کبھی یہ سوال ابھی کرتی تھیں۔ دوسری بات جس نے آپ کو ذرا زیادہ عمر میں متوجہ کیا وہ بعض خاندان کے تعلقات نامشوی ہے۔ یہ بات آپ کو نہایت پسند تھی کہ شوہر و زوجہ میں اختلاف پیدا ہوں آپ برابر اسکے مدارک کی کوئی صورت دریا کرنے میں منہمک رہنے لگیں بالآخر اختلاف مزاج کو اسکی وجہ اور تعلیم نسواں کو اسکے مدارک کا ذریعہ سمجھا۔ تب ہی سے آپ نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ تعلیم نسواں ہی اپنی زندگی کا مقصد رہیگا۔ چنانچہ اکثر و بیشتر احباب تہذیب نسواں میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگیں اور خادمہ نسواں کی شتمنی میں۔ آپ کے کچھ مضامین ”سہیلی“، امرتسر میں شائع ہوئے ہیں آپکے تمام خیالات کا انچوڑ۔ ہمدردی نسواں کا جذبہ، الفلاب عظیم، ایک ننہی سی تضیف میں موجود ہے جسکو دفتر سا کہ سہیلی نے شائع کیا ہے آپ اخباری دنیا میں ہمیشہ اجماعین کے نام سے مضامین لکھا کرتے ہیں

حق بہ حق و اور رسید

سلیم گڑھ کی راست میں آج خوشامی

جاری ہیں۔ ذرہ ذرہ سے مسرت و امنیات کے اثار نمایاں ہیں نوابصاحب کی محل سر دلہن کی طرح آراستہ ہے۔ کہیں خوشنما پھول چولہے سے آراستہ گلی کا کام لیا گیا ہے۔ بعض بعض جگہ کاغذ کے پھول بوٹے لگے ہوئے ہیں۔ ہر شخص خوش و خرم نظر آ رہا ہے ایک طرف کئی دیگ چڑھے ہوئے ہیں اور مسعد و باد چچی کھانا تیار کرنے میں منہمک ہیں ہول کے چھوٹوں کی گناہ اندر سے گانے کی آواز آرہی ہے۔ نوکروں کے شور و غل سے کان پڑی بات سنائی نہیں دیتی۔ نوابصاحب دیوان خانے میں مسند نشین ہیں چہرہ فرط مسرت سے چمک رہا ہے ہر طرف سے مبارکباد مبارکباد کی صدا میں لبزد ہو رہی ہیں ہر شخص کی زبان پر یہ ہے کہ سرکار کو یہ فرزند فرخندہ فال مبارک ہو خدا اسے عمر خضر اور اقبال سکندر عطا کرے نوابصاحب ان سب کے جواب میں مکاریے جاتے ہیں۔

ولادت فرزند کی خوشی اس محل میں پچاس برس کے بعد آج سنائی جا رہی ہے کیونکہ نوابصاحب کی پیدائش کے بعد محل میں یہ پہلا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ نوابصاحب کے اولاد کو مسعد و چوچکی تھی مگر وہ سب کی سب لڑکیاں تھیں اسوقت صرف ایک ہی لڑکی بقید حیات ہے لڑکے ہونے کے قبل نوابصاحب بہت ملول خاطر رہا کرتے تھے اور یہ تہیہ کر لیا تھا کہ اگر اپنی بار پھر لڑکی ہی ہوئی تو دوسری شادی کر لوں گا۔

مگر بگلیصا جبہ کی قسمت میں سوکن کا آنا نہ لکھا تھا اور نواب صاحب کو دوسری شادی کی زحمت اٹھانی نہیں پڑی۔

زمانہ گزر گیا، اور جنگ رفتہ رفتہ بڑھ کر سب سالہ جوان ہو گیا اوس نے باپ کی امیدوں کے مطابق اپنی سب سالہ عمر کے تمام مدارج بہت تعریف کے ساتھ طے کئے۔ گریجویٹ ہو چکا تھا نواب صاحب اب اسے بغرض تعلیم ولایت بھیجنے والے تھے مگر چونکہ نواب صاحب کا سن زیادہ تھا انکی خواہش تھی کہ لڑکے کی شادی کی خوشی جلد ہی اپنی آنکھوں تک دیکھ لیں اسلئے ولایت بھیجنے کے قبل ہی شادی کر دینا مناسب سمجھا۔

ریاست جلال پور کے نواب صاحب کی صاحبزادی کے ساتھ جو مادر جنگ کی ہم عمر تھی نسبت بھری یہ لڑکی نیمہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی۔ اس نے بھی مادر جنگ کے ساتھ بیسے پاس کیا تھا اسکی قابلیت اور ذہانت کی شہرت کیوجہ سے یہ رشتہ قرار پاتا تھا۔

نواب صاحب کی محل سرائے نے پھر ایک مرتبہ خوشی کا سماں دیکھا ہر طرف مسرت کے شادیاں بچے ریاست بھر میں خوب خوشی منائی گئی اور جنگ کی شادی نیمہ کے ساتھ ہو گئی

ح ب

اسی نام اور تخلص سے آپکی نظمیں دیکھنے میں آئی ہیں۔ کرم آباد
پنجاب کی رہنے والی ہیں ہماری درخواست تعلیمی حالت اور سوانح
زندگی کی نسبت تحریر فرماتی ہیں۔

میں نے اپنے والد مرحوم ہی سے اردو فارسی عربی کی تعلیم پائی
سوانح زندگی ہم لوگوں کے کیا ہوں گے۔ پیدا ہوئے۔ گھر کی چار دیواری
میں رہے پردے میں عمر گزار دی دعا ہے کہ خدا انجام بخیر کرے۔
غالبا آپ سالہ ”نور جہاں امرت سر کو ایٹیت کرتی ہیں نہ

تحریر حسب ذیل ہے۔

انجام ہستی

ایک تصویر کو دیکھ کر

یکس کا دست قدرت پر کل میں کا فر بنا
یہ تجھ پر کون لے قسط اس ہستی خاثر بنا

نظر افروز تھا ہر کیف منظر شام صحر کا
 وہ خاموشی سراپا نطق ہو کر بول اٹھی اتھی
 فضائے ہر پہچانی ہوئی تھیں ستیا کی کیا
 بنا تھا ہر شجر تصویر از خود رنگی کیسا
 نکل آئے وہ رشک حور اپنے گھر کی جنت سے
 وہ اپنے حسن پر کچھ آپ بھی غموں میں نہ تھی
 نثار گرد و شب تھا آئینہ روئے مصفا کا
 قد و ذول پر ہو کا ہو رہا تھا سر و عناکا
 نظر اسکی یکایک جاڑی اک کاسہ سریر
 لگناہ برق سماں غرق تھی دریا عبرت

خموشی چار سو تھی حسن فطرت جلوہ فرما
 وہ سناٹا مجسم شعر تھا اور نعمتہ سیر تھا
 رواں اک سسے کا دریا تھا ہر گل صفت تھا
 یہ کس کے عشق میں کھویا ہو تھا رشتہ برپا تھا
 کہ ذوق گیرشن اس کا دامنگیر ہوتا تھا
 کہ اک کھویا ہوا انداز اس سے آشنا تھا
 غروب اس ہسیماکا سجا معلوم ہوتا تھا
 رخِ انور تماشا گاہ انوار تجلی تھا
 جو حیرت کا مرقع تھا جو برادری نکلتا تھا
 دل حیرت تماشہ مضطرب تھا ناسکب تھا

ملکہ سلطان خانم رعنا

رعنا تخلص بنت مرزا علی محمد خان صاحب اسٹروڈ انسٹیٹیوٹ لائبریری ۲۵ ستمبر کو
 بمبئی میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم مکان میں پائیں اردو فارسی میں
 کافی مہارت رکھتی ہیں۔ فارسی تو آپکی مادری زبان ہے ۱۹۲۴ء
 میں فورٹ کاؤنٹ ہائی اسکول کے چوتھی جماعت میں داخل ہوئیں
 نہایت ہی ذہین اور فزیز واقع ہوئی ہیں۔ اور اپنی ہم جماعت
 لڑکیوں میں ہمیشہ سب سے پیش پیش رہتی ہیں۔ انگریزی نہایت شستہ
 بولتی اور لکھتی ہیں۔ فرینچ سے بھی بخوبی واقف و آگاہ ہیں۔ البتہ
 الاطینی زبان بوجہ سخت ہونے کے اوسیں مہنوز اتنی ماہر نہیں ہیں
 جیسا کہ دوسری زبانوں پر آپ کو کافی عبور ہے۔ سا لگدشتہ جب آپکے
 مدرسے میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔ تین سو سے زیادہ لڑکیاں
 جس میں یوروپین اور دیگر اقوام کی انعام کی امید میں بیٹھی تھیں

کہ دیکھئے درجہ اول کا انعام کس کو ملتا ہے ان تین سولہ کیوں میں
 ”کمپوزیشن“ میں درجہ اول کے انعام کی موڈو لکھی بڑی ہمیشہ اور درجہ
 دوم کی آپ مستحق قرار پائیں اور درجہ سوم کی ایک یورو میں لڑکی
 مستحق ٹہری۔ گویا اس لحاظ سے آپ ہی نے درجہ اول کا انعام حاصل کیا
 ان انعامات کے علاوہ آپ کے والد محترم نے اس نمایاں کامیابی
 پر آپ اور آپ کی ہمیشہ کو اپنی طرف سے بڑا عطا فرمائے جو آپ پاس
 موجود ہیں۔ بی اے تک تعلیم پانچواں ارادہ ہے شعر و شاعری کا بھی
 ذوق رکھتی ہیں اور موسیقی میں بھی آپ کو خاصی دلچسپی ہے۔ ذیل کا مضمون
 آپ کے ادبی لگاؤ کا ثبوت ہے۔

”تو کہاں ہے“

فلک محبت کے گل۔ مین کے لعل خوشگوار۔ وادی مین کے غزال رعنا
 صنم کدہ چین کے دیوتا

”تو کہاں ہے“

فنا نہ دل کے ہیرو، توت چشم مجور۔ بزم طرف کے فانوس۔ چاندھویں کے
 ”تو کہاں ہے“

جواہر کی کانوں میں طلسم محبت میں، قصر راحت میں، تیارِ سخن میں شیرازہ
 ہستی میں، غرض ہر شے میں دیکھا لیکن آہ! ”تو کہاں ہے“

میں لرزہ بر اندام ہوں، مری آواز گلو گیر ہو چکی ہے، مرے ارمان پڑھ
 مری حسرتیں سرنگوں۔ مرے حوصلے پارہ پارہ، میری تمنائیں خانہ برہوش
 تو کہاں ہے؟

بھول پھر سنتے ہیں کھیاں مسکراتی ہیں، غنچے چٹکتے ہیں، طائر
 مسخکہ اڑاتے ہیں۔ سنتی ہوں کہ تورگ گلو سے قریب ہے تو تو اپنے
 بندوں کی صدارت لیک کہتا ہے۔ میری آنکھیں، شاید کور میں جو ترے
 جلوہ تاباں کے نظارہ کی قابل نہیں۔ موسیٰ عشق تھے۔ ہوا کرے
 وادی امین میں کیا دہرا ہے، میرا دل تو خود تیرے لئے شعلہ طور بن
 ہوا، ”بتا آخر لے بہار روگرداں“ ”تو کہاں ہے؟“

غزل

کس کس سی تہیں تیری عالم میں ساٹی
 کیا بات ہو دنیا میں تیری بت ہر جانی
 نیرنگی قسمت کا اک یہ بھی کرشمہ ہی
 قاصد نے پلٹ کر بھی سٹل اپنی ڈھلانی
 پوچھے تو کوئی جا کر یہ رشک سیحانے
 بیمار محبت کی کچھ بھی سیحانی
 انجام اگر یہ تھا آوارہ الفت کا
 لے عشق زمانہ میں کیوں خاک یہ حضوری
 دنیا کے بھیلوں سے کیا کام نہیں تھا
 فطرت سے ملی جس کو تحیل کی عنایت

محمدی بیگم

نیت انتظام الدین صاحب جمعہ ایم اے ال ائی (علیگ) حیدرآباد
 میں اپنے نانا خان بہادر مولوی شرف الحق صاحب ہجرت بدست چھاؤنیات کے
 یہاں پیدا ہوئیں بہت ہی کم سنی میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا۔ آپ کے
 وہ زمانہ تو یاد نہیں ہے البتہ والد کی لگاؤ کو ششوں پر پانچ سال کی عمر میں
 اس لائی ہو چکی تھیں کہ معمولی اور آسان اردو پڑھ لیا کرتی اور اسی
 طرح ہلکے ہلکے جملوں میں اپنا مافی الضمیر ادا کرتی ابتداً آپ کو مذہبی
 تعلیم دینی لیکن سب سے پہلے اردو اسلئے پڑھا دیا گئی کہ اس کی
 ابتدا کی کتابیں پڑھنے کے بعد قرآن شریف کے پڑھنے میں سہولت
 ہو جائے۔ پہاڑے اور حساب سے بھی تھوڑی بہت اقصیت پیدا
 کر دینی تھی۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے جو طریقہ تعلیم مقرر کیا تھا وہ یہاں
 کیلئے قابل تقلید ہے۔ ہوتا یہ تھا کہ راتوں کو بلا مانعہ بستر پر آپ کو
 رسول اللہ صلیم کے حالات متبرکہ پیغمبروں اور اکابرین اسلام اور

بہادر سپہیوں کے اسوہ حسنہ۔ دنیا۔ چاند۔ سورج۔ اسکی مامیت
 پودوں کے متعلق معلومات وغیرہ زبانی ذہن نشیں کئے جاتے تھے
 سات سال کی عمر میں۔ ناظرہ کلام مجید ختم کیا اور دو ایک دور کرٹیکے بعد
 قرآن شریف کا لفظی ترجمہ بھی آپکی والدہ نے پڑھانا شروع کیا جو سو
 سال چلکر ختم ہوا۔ چونکہ آپکی والدہ خود عربی کی اچھی قابلیت رکھتی ہیں
 اسلئے ایسے اچھے طریقہ پر تعلیم دیکئی کہ اگر کوئی شخص کلام مجید سے خواہ
 کسی جگہ سے کچھ پڑھ کر آپ سے اس کا ترجمہ پوچھتا تو آپ ترجمہ ہی
 نہیں بلکہ بارے اور سورت تک بنا دیتیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے
 عربی کو اب تک ایک مضمون کی حیثیت سے لے رکھا ہے۔

ایک دفعہ آپکے یہاں چند بزرگ بیٹھے ہوئے سود کے جواز اور عدم
 جواز پر بحث و مباحثہ فرما رہے تھے اور اتفاق سے آپکے کانوں میں
 لفظ ”سود“ پڑا آپ نے فوراً کہہ دیا کہ سود لینا تو جائز نہیں۔ میں
 قرآن شریف میں پڑھ چکی ہوں یہ کہہ کر بغیر جواب کا انتظار کئے قرآن
 شریف اٹھالائیں۔ اور ورق گزانی کے بعد وہ مقام بھی دکھایا جہاں
 ”لَا تَاْكُلُوا الرِّبَا“ لکھا ہے جس کا ترجمہ (سود نہ کھاؤ) ہوتا ہے آپ کے
 دق کرنے کو آپ کے بزرگوں نے فرمایا کہ حسب طرح۔ کھانا۔ سٹھانی اور
 میوہ کھایا کرتے ہیں اس طرح اگر کوئی سود کھائے تو ناجائز ہے گا قرآن شریف

۲۸۷
 سود لینے کو کب منع کرتا ہے۔ آپ نے اس کم سنی میں بہت کچھ سمجھانے کی
 کوشش کی لیکن ان بزرگواروں نے ابویہ طریقہ نکال لیا جہاں آپ کو
 دیکھا سود کا مسئلہ چھڑ دیا۔ اپنی تعلیمی حدود و جہد میں نواب تلامذہ خجنگ ہمارے
 سابق صدر المہام مالگنداری حیدر آباد دکن کی دونوں صاحبزادیوں کے
 تک مشورہ کی معترف ہیں۔

آپ نے خانگی طور پر انگریزی اور حساب کی تعلیم مل کی جماعت
 تک حاصل کی تیاری۔ جغرافیہ اور ڈرائنگ وغیرہ سے بھی واقف ہوئیں
 چونکہ مداس کے سلسلہ تعلیم میں البحر۔ جیوٹری کا سیکھنا ضروری تھا
 جس سے آپ ناداقف تھیں اسلئے زنانہ ہائی اسکول نام ملی کی
 چوتھی جماعت میں شریک ہوئیں دس سال کے سن سے اب تک اسی
 کی دیکھیوں۔ رنگبوں میں بسر کر رہی ہیں (یہ اسکول ابوسمہ پور
 پرنسپل کی توجہ سے کالج بن گیا ہے) آپ کو اپنے کالج سے بے انتہا
 محبت ہے جسکی چار دیواری میں آکر آپ اپنے تفکرات اور تخیلات
 کو فراموش کر دیتی ہیں اور اسکی فضا میں آپ کو فردس برس
 سے کم نہیں دکھائی دیتیں آپکی ہم جماعت لڑکیوں میں سولے
 دو ایک کے سبک پ سے بڑی تھیں اور پرانی طالبات تھیں۔ آپکے
 زمین میں خواہ مخواہ یہ خیال جاگزیں ہو گیا کہ میں ان سے تعلیمی

میدان میں گوڑے مسابقت نہیں لیجاسکتی اور اون لڑکیوں نے بھی
 برغم بزرگی اپنا طرز عمل کچھ وحشیانہ سا رکھا پھر بھی آپ اذکی مٹھی کی
 تابع تھیں اسکے ساتھ بعض لڑکیاں آپکے ساتھ خواہر نہ بتاؤ رشتہ
 تھیں۔ غرض ان باتوں نے آپکو کچھ اس طرح پست محبت کر دیا کہ
 اسکول سے واپس آنے کے بعد سارا وقت قصہ کہانیوں۔ اچھا انا
 اور رسائل کے پڑھنے میں صرف کرنے لگیں۔ اگرچہ آپ اسباق میں بھی
 حد تک پیچھے نہیں لیکن عام معلومات میں مطالعہ کی بدولت وجہ تفوق
 رکھتی تھیں۔ اور یہی وجہ کہ انگریزی اور اردو ادب کے پرچوں
 میں اکثر جواب جو دل سے گھڑے جاتے تھے۔ صحیح ہوتے تھے
 ہوم ورک تو گھر پر کرتی ہی نہ تھیں وقت سے ذرا سویرے پہنچ کر
 اپنی کم جماعت لڑکیوں کی کاپیوں سے اذکی نقل آمار لیتیں ٹل کے
 امتحان تک آپکی غفلت اور لاپرواہی کا یہی عالم رہا اور اس
 جماعت میں بہ نسبت اور جماعتوں کے محنت زیادہ کرنے کے باوجود
 بھی نل ہو گئیں۔ یہ قبل ہونا شہرہ تیز تعلیم کیلئے ایک ایسا تازیانہ
 تھا جس نے آپکو خواب غفلت سے بیدار کر دیا اب آپ اس زمانہ کو
 محسوس کر کے۔ متاسف ہیں کہ اپنی عمر کا ایک عزیز سال ضائع کیا
 اسکے بعد سے تعلیم پوری توجہ اور دیچپی کے ساتھ حاصل کرنے لگیں۔

اور بھی وہ زمانہ تھا کہ آپ میں قوت امتیازی پیدا ہوئی اور آپ نے am و کھنا سیکھا اور سنہ ۱۹۲۷ء میں بمبئی اسکول بوائز ٹریفکٹ کا امتحان پاس کیا۔ یف، ایس، سی کیلئے مدراس یا لکھنؤ جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر آپ کا ارادہ پورا نہ ہو سکا آپ بفصلہ زمانہ کالج بمبئی چدر آباد میں یف، اے سال اول عثمانیہ کے آرٹس کے نصاب میں زیر تعلیم ہیں۔

جہاں آپ کی تعلیم کا خیال تھا وہاں آپ کی تربیت پر بھی کافی توجہ دی گئی تھی آپ کی والدہ کا گھر بھریں سب کو یہ حکم تھا کہ کوئی بات خلاف تہذیب۔ جھوٹ وغیرہ آپ کے سامنے نہ بولی جائے کہ یہ بات اخلاق اور عادات بگاڑنے والی اور نشوونما میں خرابیاں پیدا کرنے والی ہوتی ہے، باوجود اس کے آپ کو اپنی کمزوریوں اور نقائص کا احساس ہے اور اس کے اصلاح کو اپنا فرض خیال کرتی ہیں۔ آپ کہتی ہیں کہ سب سے پہلی جھوٹ سات سال کے سن میں آپ ایک مہلہ ڈاکٹر صاحب کے لڑکی کی ترغیب پر کہی تھی وہ سماں اب تک یاد ہے کہ اس جھوٹ کے پاداش میں روزمرہ کیلوں سے مانعت اپنی غلطی کا اعتراف اور پشیمانی تھی انہیں سہیلی نے سب سے اول آپ کے آگے چورجن شیطان کے لغو اور بے سرو پا قصے بیان کئے تھے

اوسى کا اثر ہے کہ اب تک طبیعت میں کسیتدر کمزورى اور بزدلى باقى ہے اپنے فرقہ سے سچی مہردى اور عملى رُوح اور مضمون نگارى کا جو کچھ فوق اور درو اپنے پہلو میں رکھتی ہیں اوس کے لئے آپ اخبار نویس لاہور کے بے انتہا شکر گزار ہیں کہ اس جذبہ کا احساس پیدا ہوا۔ آپ اپنے دلیس والدہ کی حقیقی اور سچی بے لوث محبت کا پاک جذبہ رکھتی ہیں اور اپنے پرنسپل صاحبہ کا بے حد احترام اور اوں کے توجہات کے ایک احسان عظیم سمجھتی ہیں۔ تو تو بہت تھوڑے زمانہ سے نرم تنہیز میں جلوہ گر ہوئی ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ کہنہ شوق مضمون نگاری سے باری لگے ہیں۔ نکستی بھی خوب ہیں، طرزیانِ کچھپ اور سلجھا ہوا ہوتا ہوا حیا لانے معلومات میں وسعت۔ ذیل میں آپ کا شاہکار ملاحظہ ہو۔

چور

۲۹ مارچ ۱۹۲۰ء کی رات مجھے اب تک یاد ہے جیسے کل کی بات ہو صبح کے نو بجے سے شام کے پانچ بجے تک امتحان میں مصروف رہے، نہ مجھ کو انتہائی درجہ تک تھکا دیا تھا، ماسوا اس کے پچھے بھی بہت سخت تھے رات کے گیارہ بجے میں تمام کاموں سے غلغ ہو کر بستر لیٹ گئی۔ سڑے چھوٹی میز پر ایک ٹائم میں رکھا ہوا تھا جس کا الٹم میں نے چار بجے لکھا دیا تھا۔ اسی میز پر چند کتابیں بھی اب تک منتر

حالت میں پڑی ہوئی تھیں جن کے ضروری باب پر سرسری طور پر
امتحان سے پیشتر مطالعہ کرنا چاہتی تھی۔

تمام فضا میں ایک دل خوش کن سرور پھیلا ہوا تھا۔ ہوا کے
فرحت بخش تیز جھونکے اپنی غیر معمولی تیزی کا صاف اعلان کر رہے تھے،
اس وقت میرے خیالات کتاب کے صفحات پر سے خود بخود مٹ گئے
اور مختلف پیچیدگیوں میں کھو گئے، میں نے سوچنا شروع کیا کہ ہوا آج
غیر معمولی طور پر اپنی تیزی کا کیوں اعلان کر رہی ہے شاید آج وہ
تھکے ہوئے طالب علموں پر بہت مہربان ہے اسے طالب علموں پر زیادہ
مہربان ہونا چاہئے۔ اسلئے کہ لڑکے عموماً جبراً پڑتے ہیں۔ لیکن لڑکیاں
یا جو نہ خالص تعلیم کے حاجت مند کے بھی تعلیم سے انتہائی شغف کا
اظہار کرتی ہیں۔ غریب لڑکیاں! انکی تعلیم کا نصب العین کتنا بلند ہوتا ہے
وہ اپنی اخلاقی و روحانی اصلاح کے لئے حاصل کرتی ہیں۔

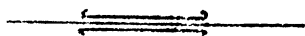
میرے مغرب زبانی میری صاف گوئی کو معاف فرمائیں۔ کیونکہ
الحق مر مشہور ہے۔ اسی فی صد سے زیادہ لڑکوں کا تعلیمی مقصد حصول
معاشرے کے سوا اور کچھ نہیں

لیکن ہوا کے پر سرور جھونکوں نے میرے لاتنا ہی خیالات کا سلسلہ
منقطع کر دیا۔ اور میں دنیا اور مافیہا سے بے خبر ہو کر سو گئی۔

تجربہ اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ جب خیالات پریشان ہوتے ہیں یا کسی قسم کا خوف ہوتا ہے تو آنکھ بار بار کھل جاتی ہے میں نہیں جانتی کہ اپنے خیالات پریشان کی وجہ سے یا کسی آہٹ کے باعث میری آنکھ کھل گئی تھی مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ جب بیدار ہوئی تو مجھ کو اپنے قریب ہی کچھ آہٹ سی محسوس ہو رہی تھی ”اُدھو چور“ ایک سخت یہ خیال عسرت کے ساتھ میرے دماغ میں آیا اور میں خوف زدہ سی ہو گئی۔

اب کیا ہو گا؟ اگر میں نے اپنی حرکات سے یہ ظاہر کر دیا کہ کچور کی موجودگی کا مجھ کو علم ہے تو مبادا کسی تہیاری سے مجھ کو ضرب چھائے اس خوف کی حالت میں اپنے قلب کی حرکت کو سنانا نقصان میں گر جا کے گھنٹے کی صدائے ضرب کی طرح سن رہی تھی۔ اس ہضم حالت میں مجھ کو بہتر ریڑھے شاید پندرہ منٹ گزرے ہوں گے باہر کی گھڑیاں نے رات کی خاموشی میں تین بجائے۔ دفعۃً مجھ کو ایسا محسوس ہوا کہ چور میرے سر نے نیر کے پاس کھڑا ہوا ہے جس پر ٹائیم میں اور کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ چور نے شاید میری کتابوں کا معائنہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ یکساں ورق گردانی کی آواز میرے کانوں میں آرہی تھی، معلوم ہوا تھا کہ یہ کوئی شائستہ اور تعلیم یافتہ چور ہے انگریزی بھی جانتا ہے جب ہی تو محو مطالعہ ہے۔

مہذب چور نہایت جلد جلد میری کتابوں کی ورق گردانی کر رہا تھا اس کے
 شائستہ اور تعلیم یافتہ ہونے کے خیال نے میرا ڈر کیسے دھمکا دیا۔ کیونکہ میں سمجھ
 رہی تھی کہ تعلیم یافتہ چور میں جاہل کی نسبت ضرور زیادہ انسانیت ہوگی
 چور صاحب میری کتابوں کا مطالعہ میں اس قدر مجھوتھے کہ گھر کی
 دوسری تمام اشیاء سے بالکل بے خبر ہو گئے تھے لیکن مجھ کو اتنی جرات
 نہ ہوئی تھی کہ اس مہذب چور کو دیکھتی۔ آخر کار میں نے ڈرتے ڈرتے
 روٹ لی اور کیسے قدر خوفزدہ نیم باز نظروں سے اپنے سامنے دیکھنا شروع
 کیا چور کہاں کہڑا ہوا کتابوں کا مطالعہ کر رہا ہے۔ مجھ کو نظر نہ آ رہا تھا
 میں نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف میز کی جانب دیکھا۔ لیکن وہاں
 کوئی آدم زاد نظر نہ آیا ایک ہی لمحے میں سارا واقعہ میری سمجھ میں آ گیا۔
 دراصل وہاں کسی مہذب چور کا پتہ نہ تھا۔ البتہ ہو ا کے تیز جھونکے
 میری کتابوں کے صفحات کی لگاتار ورق گردانی کر رہے تھے۔



فاطمہ گیم

بنت کے محمد حسین صاحب صدیقی سپرنٹنڈنٹ پولیس ٹنگور
 حال فطیفہ یاب حسن خدمتہ مقام کولار گولڈ فیلڈ علاقہ میو میں پیدا
 ہوئیں آپ کے اجداد کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ سے
 ملتا ہے۔ عہد عالمگیری میں آپ کے اجداد عدالت پر مامور تھے۔ چنانچہ اس
 زمانہ کے کئی ایک آثار قدیمہ آپ کے خاندان میں محفوظ ہیں جن میں ایک
 جامہ بھی ہے جو عادل بوقت عدل بہنکر داد انصاف دیا کرتا تھا۔
 جس پر عدل و انصاف کے آیات قرآنی کندہ یا چھپی ہوئے ہیں۔
 سلطنتِ مغلیہ کو زوال شروع ہوا تو سلاطین بیجا پور نے آپ کے اس
 کو اپنی سلطنت میں عہدہ عدالت ہی پر مامور کیا۔ جب بیجا پور کے بھی
 بخرے ہو گئے تو آپ کے اجداد صوبہ میو کے ضلع چٹا گڑھ میں مقیم
 ہوئے یہاں بھی نواب حیدر علی خاں والئی میو نے آپ کے بزرگوار
 کو ضلع کی قصات پر مامور کیا ”سر آصف“ کے مغرز خطاب سے سرف

س دور راجگانی میں اب بھی آپ کے چچا قاضی شہر میں۔
 ابتدائی تعلیم والدہ کے زیر نگرانی گھر میں ہوئی۔ جب سکول میں
 داخل ہوئیں تو فارسی قرآن وغیرہ کی تعلیم گھر پر جاری رہی جسکے
 لازماً ختم ہوا تو بوجہ پردہ اعلیٰ تعلیم کا انتظام دوسرے بھائیوں کے ساتھ گھر
 ہی پر ہوا۔ انتظام خانہ داری۔ سلائی۔ نخت۔ ویز۔ وغیرہ کی تعلیم والدہ سے
 اصل شہ کی۔ بٹنگ۔ کرشیا۔ پوت کا کام۔ کشیدہ۔ اونی کام۔ ڈرائنگ
 رائنگ۔ پینٹنگ۔ ٹائپنگ وغیرہ خود اپنے شوق سے کچھ لڑائیوں
 راستادوں۔ کتابوں اور چھوٹے بھائیوں کی مدد سے سیکھا۔
 لکھو درزش کا شوق بھی بچپن سے ہے چنانچہ اکثر تمام بھائی بہن ملکر
 لکھیل کھیل کرتے ہیں۔ لیکن آپ کا مرغوب کھیل اسکنگ ہے
 مہنی سے آپ کو مضمون نگاری کا شوق رہا ہے چنانچہ آپ کی والدہ
 کے پاس تہذیب اور عصمت کے پرچے آیا کرتے تھے انہیں دیکھ کر میں
 ابھی اضافہ ہوا چنانچہ اپنے درسی کتاب سے ایک مضمون چکر کر تہذیب
 شایع کرادیا اب جبکہ آپ اس مسوقہ مضمون کا خیال کرتی ہیں
 انہایت مادم ہوتی ہیں۔

چونکہ شوق مضمون نگاری میں آپ کو والد اور والدہ سے
 بہ مصروفیت امداد نہیں مل سکتی تھی۔ لیکن مولانا ممتاز علیہ صاحب

آپ کے مضامین کی تصحیح کر کے اپنے وقیع پرچے میں شائع کر دیا کرتے تھے اور یہ آپ کے لئے حوصلہ افزا ثابت ہوا پھر تو رفتہ رفتہ خود ہی مضمون نگار بن گئیں ۱۹۲۲ء کے دو شماروں پر آپ کو تنہا نے انعام دیا پھر ۱۹۲۴ء میں سلیس معلومات والے انگریزی مضامین کو ترجمہ کرنے کے سلسلہ میں دوسرا انعام حاصل کیا ۱۹۲۵ء میں ”بچوں کی سزا“ والے مقابلہ کے مضمون میں آپ نے انعام پایا۔ سال گذشتہ بھی مفید موضوعات کے لکھنے پر انعام حاصل کر چکی ہیں۔ رائل سہیلی، اطل السلطان، عصمت وغیرہ نے متعدد انعامات دئے ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں مقابلہ ”مسلمانوں میں تعلیم نواں کی ترقی کی تدریس“ پر آپ مستحق انعام قرار پائیں۔

میو رلیڈز کانفرنس منعقدہ بنگلور ۱۹۲۶ء میں ”مسلم لڑکیوں کی تعلیم اور پردہ“ پر آپ نے جو انگریزی تقریر پڑھی تھی جس کا ترجمہ عصمت کے جنوری نمبر ۱۹۲۶ء میں شائع ہو چکا ہے انعام پایا لگژر ”رفع افلاس“ کے مضمون پر عصمت نے انعام دیا حال ہی میں آپ نے مولانا امتیاز علی صاحب ارشاد پرن کروشیا پر ”گلدستہ کروشیا تصنیف کی تھی جو ملک میر بیگم مقبول ہوئی ہے، اور بیگم صاحبہ بھوپال کے نام اس کو معنون کیا ہے۔ بیگم صاحبہ موصوف نے اپنے محل کے لئے یکمشت (۲۵) جلد

خرید فرمائیں اور کتاب کی خوبوں کے صلہ میں آپ کو ہاتھوں کا خوبصورت زیور مرحمت کیا۔ اب آپ نے دوسری تہذیبی بینوں کی مدد سے کروشیا پر ایک اور کتاب ”تہذیبی کروشیا“ ترتیب دی جو مولانا ممتاز علی صاحب کے نام معنون کی جائیگی۔

آپ کے سوا اور بھی چھ بھائی ہیں جو کالجوں اور اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں البتہ ایک بھائی نہایت کم سنی میں بی، اے ہو کر منصرم تحصیلدار ہوئے ہیں

غرض آپ بلحاظ مضامین اور دستکاری، سلیقہ اور شائستگی اچھی شہرت رکھتی ہیں۔ ذیل کا مضمون آپ کے ذوق نگارش کا پتہ دیتا ہے۔

دعا

یارب! التجا ہے کہ تم تو اگر کے وہاں ہے زباں یہ کہ دل پر زکر
عبد کا معبود سے حاجت روائی کیلئے عاجزی کے ساتھ.....
مانگنے کا نام دعا ہے۔ انسان خداوند پر ہر وقت محتاج ہے۔ انسان بے غرض پیدا کیا جاتا تو شاید جناب خداوندی میں بھول کر بھی سجدہ نہ کرتا۔ کسی کو اولاد کی فکر ہوتی ہے، تو کسی کو ان کی صحت کی، کسی کو نوکری کی تلاش ہوتی ہے۔ تو کوئی دوست عزیزوں کی جدائی کے غم سے

نالوں کہا ہے، غرض ہر انسان ہر وقت کسی نہ کسی مصیبت و تکلیف میں مبتلا رہتا ہے، کوئی رنج و فکر نہ ہو تو کوئی تنہا یا آرزو دل میں ضرور رہتی ہے۔ اپنی مرادوں اور تمناؤں کے پورا کرنے کی صرف دو تریکیں ہیں۔ (۱) تدبیر سے (۲) دعا سے کوئی کام خواہ وہ کیسا ہی آسان یا اہم کیوں نہ ہو صرف تدبیر سے ایسا عمدہ و حسب وخواہ انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ دعا و تدبیر دونوں سے ہو سکتا ہے۔

خداوند پاک فرماتا ہے کہ تم تدبیر کرو اور میں اس تدبیر میں برکت دوں گا۔ لیکن لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے۔ جاہل عورتیں دوا کا نام نہیں لیتی، اور محض تعویذ گنڈوں سے کام لیتی ہیں تعلیم یافتہ عورتوں کو دوا سے مطلب ہے۔ اور دعا سے کوئی شکر نہیں۔ اُن کو دعا پر یقین ہی نہیں

ہر انسان کے ساتھ ہمیشہ کوئی نہ کوئی غرض ضرور لگی پٹی رہتی ہے، اور میں چاہئے کہ ہمیشہ درگاہ رب العزت میں علجری سے دست بدعا رہیں۔ پروردگار جہاں جبار و قہار ہے میں وہیں حکیم بھی ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے (ادْعُونِي اَسْتَجِبْ لَهُمْ) ہم سے دعائیں مانگتے رہو ہم تمہاری دعا قبول کریں گے، اور دوسری آیت ملاحظہ ہو اور تم دعا کرو کہ اے میرے پروردگار ہمارے تصور معاف کر

اور ہمارے حال پر رحم فرما اور سب رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے
سورہ مومنوں رکوع ۱۰ پارہ ۱۸۔

تمام دعاؤں میں سب اچھی اور جامع دعا تلاوت قرآن مجید ہے
کیونکہ ہمیں چاہئے کہ روزانہ حضور قلب سے کم از کم ایک پارہ ہی قرآن مجید
کا تلاوت کر لیا کریں اور ہمیشہ بعد تلاوت فیروز نماز پنجگانہ کے نہایت
اسحاح وزاری کے ساتھ دعا مانگیں۔ قرآن مجید میں کئی ایک دعائیں
مثلاً ذکر یا علیہ السلام کی دعا اولاد کے لئے اور ایوب علیہ السلام کی
دعا رفع مرض کیلئے۔ یونس علیہ السلام کی رفع پریشانی والی دعا۔
غرض ایسے ہی بے حساب دعائیں۔ پھر لطف یہ کہ یہ قرآنی دعائیں
خود خداوند کریم کی سکھلائی ہوئی ہیں اس لئے ضرور جلد قبول ہوں گی۔ بامعنی
تلاوت کرنے سے یہ دعائیں بخوبی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ ان تمام دعاؤں
کے ہوتے ہوئے دوسری دعاؤں کی کیا ضرورت؟

اس لئے روزانہ بامعنی تلاوت اور نماز پنجگانہ ہی سب بڑی
اور مقبول دعا ہے۔ اور بس۔ خدا ہر ایک مسلمان کو صحیح دینی فہم
غایت فرمائے اور دریدہ کی ٹھوکروں سے بچائے۔ آمین ثم آمین

زمرہ: یکم

بنت ڈاکٹر عبدالرب صاحب حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئی
مولوی یوسف الدین صاحب مرحوم کمشنر صوبہ دار گلبرگہ (دکن) کی
حقیقی ہمیشہ کی نواسی ہوتی ہیں

موصوفہ نے اپنی والدہ کی زیر نگرانی والد کے ساتھ ساتھ رکھ کر تعلیم
پائی ہے۔ چونکہ آپ کے والد اکثر اضلاع پر رہتے تھے اسلئے آپ کو کبھی کبھی
اسکول میں تعلیم پانے کا موقع نہیں ملا بلکہ خانگی طور پر تعلیم ہوتی رہی۔ اردو
فارسی معمولی عربی کی تعلیم گھر پر پائیں اردو آپ بہت صاف لکھتی ہیں
فارسی کا اکثر مطالعہ جاری رہتا ہے۔ انگریزی بھی خاصی ہے اور آپ کو
ادب انگریزی کا بھی شوق ہے

اکثر رسائل عرم نور جہاں، انقلاب وغیرہ میں آپ کے مضامین
بنت عبدالرب اور کاظمیہ کے نام سے طبع ہوئے ہیں۔
آپ برداشتہ قلم نثر لکھتی ہیں ادب، تاریخ اور اصلاح و تمدن سے

آپ کو بہت کچھ پڑھنا ہے اور بھی آپ کا موضوع ہے، کبھی کبھی آپ نظم بھی لکھتے ہیں

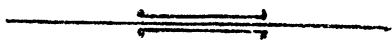
نماشی اصولِ رستی

لباس کی بھرک و نمندی کا اعلان کر سکتی ہے اورنگی کلامِ مذاہم
 کا لیکن ندرستی کی شناخت دوسری علامتوں سے کیجاتی ہے طاقت و
 توانائی ریشمی چمکدار کپڑوں کے نیچے نہیں بلکہ مزدور عورتوں کے موٹے کپڑوں
 کے اندر چھپی ہوئی ملے گی جس کا مٹا کھد گھر پر نہایا گیا ہونی بڑے علمی و شعوری
 اور مذاق کی لطافت نے ملکر "تفریح" کو ایک مستقل فن بنا دیا ہے، اگرچہ
 نظامِ سماجی آداب، اطوار اصول کے پابند نظر آتے ہیں لیکن نماشی
 اصولِ رستی کا مایہ خیمہ ترسرا سرگرو فریبے۔ ہر داغ ایک ہی سانچے میں ملتا
 ہو معلوم ہوتا ہے "تہذیب یہ چاہتی ہے۔ سلیقہ یہ کہتا ہے غرض کہ رسم
 پابند قاعدہ اور جھنجش پابند قانون ہے ہم کبھی اصلی حالت کو ظاہر کر سکتی
 جرات نہیں کہ ہمیشہ اپنے تئیں رسمی بندشوں میں جکڑا رکھتے ہیں نماشی رستی
 کا مادہ بہ نسبت مردوں کے عورتوں میں ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے خائیش
 اور دوسروں پر اثر ڈالنے کا خیال لگا رہتا ہے ایک عورت دوسری پر
 تفوق حاصل کر کے مقابل اور مسابقت کی خواہش میں ہوتی ہے متمول خاندان
 کی عورتیں کسی نہ کسی طرح اپنے خواہشات کے پورا کر نہیں کا مریاب

ہو سکتی ہیں۔ مگر متوسط طبقہ میں بہت کم عورتیں ایسی نظر آئیں گی جنہیں اپنی زندگی میں اطمینانِ مسرت و فارغ البالی نصیب ہے ورنہ بیشتر عورتیں زندگی کی کشمکش اور گونا گوں مشکلات میں نظر آئیں گی ان کی بے کسی اور حالتِ زراں کے روز افزوں مصائب ہر اہل دل کو تڑپانے کے لئے کافی ہیں اکثر مجھ کو ایسی بہنوں سے ملنے اور ان کی ناگفتہ حالت دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے کہ بھاری کمزور دل و دماغ کی عورتیں حیات اور مصائبِ وِالام کے مقابلے کی تاب نہ لا کر جانِ شیریں سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

آنشِ ظلم سے دنیا ہوئی دوزخِ ہر گز
بے اہل مرتے ہیں تہ خانے کے گہر گز

چھوٹا لاپتہ بن کے غموں کے اکثر
ہے جو تنگی میں منافق کے سجدہ بدتر



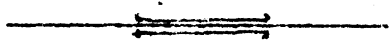
خاتون جہان بیگم امیر

شیخ عبداللہ صاحب ایم اے سی۔ ایڈووکیٹ علیگڑھ و خازن مسلم یونیورسٹی کی منجہلی صاحبزادی ہوتی ہیں۔ گورنمنٹ صوبہ متحدہ نے ۳۲ نومبر ۱۹۳۲ء کا وظیفہ دو سال کیلئے اس غرض سے دیا ہے کہ آپ یورپ جا کر اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کریں۔ ڈیزے یونیورسٹی انگلستان میں ایم اے سی ڈی کی ڈگری کا پورہ حاصل کریں آپ پہلی مسلم روشن خیال خاتون ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہوا۔ آپ ستمبر ۱۹۳۲ء میں بغیر کسی تعلیم انگلستان روانہ ہوئیں۔

آپ کے زماں قیام ہندوستان میں آپ کو اور آپ کی والدہ صاحبہ کو حالات عنایت فرمانے والے متعدد مرتبہ توجہ دلائی گئی خاموشی سے سبکدوش رہے۔ جواب تصور فرمایا گیا۔ اسلئے مزید حالات مل نہ سکے۔ بہت ممکن ہے کہ انگلستان کی واپسی کے بعد جلد دوم میں آپ اپنے حالات عنایت فرمائیں

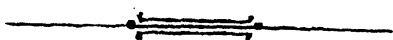
فاطمہ الکبریٰ

نبوت مولوی محمد الدین صاحب خطاط - دہلی کی رہنے والی ہیں
 ماہر فن باپ کی طرح خوشنویسی میں مہارت تامہ رکھتی ہیں آپ ایک
 علم دوست خاندان کی چشم و چراغ ہیں۔ آپ کو عربی زبان کی کتاب سے
 خاص لگاؤ ہے، آپ کے تحریروں کے نمونے مبصرین سے خراج تحسین وصول
 کر چکے ہیں۔ دہلی علیگڑھ کی زنانہ نمائشوں میں آپ کو تمغے ملے ہیں ایک
 پختورہ کی کتاب پر پڑاؤ سے نس بیک صاحبہ بھوپال نے مرصع چھو بچیاں
 آپ کو عطا فرمائیں۔



منجمیلم سراج الدین رحیم - اپنی تیجی

بنت سراج الدین صاحب آفرورین کرپھین کالج لاہور نچا بھٹی
 سلیم لے کا امتحان کامیاب کیا اور ۱۹۲۲ء میں گورنمنٹ نے وظیفہ دیکر
 بغرض تعلیم انگلستان روانہ کیا جہاں آپ نے ۱۹۲۵ء میں لندن یونیورسٹی میں
 معلمی کا امتحان کامیاب کیا پھر نومبر ۱۹۲۵ء میں اوڈنبرا یونیورسٹی میں داخل ہوئے
 جہاں اقتصادیات میں پی ایچ ڈی کیلئے ریسرچ کرنا شروع کیا۔ اسکا لٹریچر
 کے ایک کارخانہ میں آپ نے اپنا کافی وقت دیکر صنعت کی تعلیم حاصل کی اور
 ۱۹۲۷ء میں پی ایچ ڈی ہو کر ہندوستان واپس آئے اور آپ کے آئیے
 قبل گورنمنٹ نے صوبہ پنجاب کے مستورات کو صنعتی تعلیم دینے کے لئے بطور معلم آپ کا
 متعول شاہرو پر تقرر کیا ہے۔ حال ہی میں آپ کے زیر نگرانی ایک نمایش
 بھی ہوئی تھی جنہیں آپ کی پچھپی لائون سٹائش ثابت ہوئی۔



نازکِ صنف

(کا)

دوسرا طبع

مع اضافہ مضامین اور تصاویر کے نہایت نفاست کے ساتھ

(عنقریب شائع ہوگا)

کوشش کی گئی ہے کہ ”نقشِ ثمانی بہترِ اول“ ہو۔ اردو ادب

میں یہ ایک خاص شو ہے دس سو تیس جلد آنا چاہئے۔

محمد عبد الرزاق

صحیح نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۱	فرمانی	فرمانی	۵۱	۴	اکوئش	اکوئش
۱۱	۱۲	مقدمہ	مقدمہ	۶۱	۵	نصوف	نصوف
۱۳	۷	ہٹرش	ہٹرش	۱۲	۱۲	یہ بھی	یہ بھی
۱۸	۱۰	ساریونی	ساریونی	۷۰	۱	نیل	نیل
۲۲	۱	ہنت	ہنت	۷۹	۹	کے	کے
۲۳	۳	عمریں	عمریں	۷۲	۱۳	حبوبہ	حبوبہ
۳۶	۱۳	دوبارہ	دوبارہ	۷۵	۱۰	زمانہ	زمانہ
۳۸	۱۱	درگاہ	درگاہ	۷۹	۱۶	سوٹھر	سوٹھر
۴۰	۲	کرتا	کرتا	۸۶	۱۳	اگران	اگران
۴۳	۷	سردی	سردی	۸۷	۱۳	د	د
۴۳	۱	حسن علی	حسن علی	۸۸	۱۲	ریڈ	ریڈ
۴۴	۱۷	منزل	منزل	۸۸	۱۲	کیتا	کیتا
۴۵	۵	سوٹھرا لیت	سوٹھرا لیت	۸۹	۱۵	تنز	تنز
۴۷	۴	ہوجاتا	ہوجاتا	۸۹	۱۰	رما	رما
۴۸	۲	صفزہ	صفزہ	۹۵	۱۲	روکا	روکا
۵۳	۱۲	فرمانیگی	فرمانیگی	۹۵	۷	کاکو	کاکو
۵۴	۱۳	ہستی	ہستی	۱۰۳	۱	یہ بھی	یہ بھی
۵۷	۹	کرتیں ہیں	کرتیں ہیں	۱۰۸	۱	نے	نے
۵۸	۱	پہ	پہ	۱۰۹	۴	ہیں	ہیں
۵۸	۵	اور	اور	۱۱۵	۶	جان	جان
۵۸	۱۰	جائیں	جائیں	۱۱۸	۸	.	.
۵۸	۲۲	پیش	پیش	۱۲۶	۵	ٹرے	ٹرے
۵۸	۱۵	ڈاکٹر	ڈاکٹر	۱۲۷	۱۰	آو	آو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۸	۶	سے	نے	۱۰۴	۱	فرماتے	فرماتا
"	۱۵	مرے	میرے	"	۵	اثبات	اثبات
۱۳۱	۱۱	کیئیں	گئیئیں	۱۴۶	۱۱	غلامہ	غلامہ
"	۱۷	پھوڑا	پھوڑا	۱۴۹	۹	ماہم	ماہم
۱۳۳	۸	کار	کار	"	۱۲	منفع	منفع
"	۱۲	فضل	فضل	"	۱۵	آنے	آپ
۱۳۱	۴	منہ	منہ	"	۱۶	میں	تیں
۱۵۲	۳	چاہتی	چاہتی	۱۸۵	۳	بڑ	بڑ
"	۴	چاہتی	چاہتی	۱۸۹	۱۲	اخلاف	اخلاق
۱۳۵	۶	ترانہ	ترانہ	۱۹۱	۱۷	فیب	فیب
۱۴۷	۱۲	آشنا	آشنا	۱۹۲	۱۴	میں	میں
"	۱۳	مرے	مرے	۱۹۹	۲	اب	اب
"	۱۶	کہلی	کہلی	۲۰۸	۲	ہوئی	ہوئی
۱۳۸	۱	قدموں	قدموں	۲۱۱	۱۷	حد	حد
"	۹	میرے	میرے	"	"	حسن	حسن
۱۴۹	۲	ادبیات	ادبیات	۲۱۲	۹	منجذب	منجذب
"	۱۳	قدم	قدم	۲۱۵	۱	مناقب	مناقب
۱۵۰	۱	بہتیں	بہتیں	۲۱۸	۴	دل	دل
"	۶	ترتیب	ترتیب	۲۲۱	۱۳	لگر	لگر
۱۵۲	۵	مری	مری	۲۳۷	۲	ایلین	ایلین
۱۵۳	۱	میں	میں	"	۱۰	جائٹ	جائٹ
"	۹	ندر	ندر	۲۵۰	۱	آخر	آخر
"	۱۱	لہرایا	لہرایا	"	۱۷	مدراں	مدراں
۱۵۷	۲	صحیح	صحیح	۲۶۵	۱۱	ہیں	ہیں
"	۱۲	مریرین	مریرین	۲۷۰	۴	صفقہ	صفقہ
۱۵۸	۷	قصہ	قصہ	۲۷۱	۱۲	یلتے	یلتے
۱۶۰	۴	اوس نے	اوس نے	۲۷۲	۱	ہر	ہر
۱۶۱	۱۷	شعا	شعا	۲۷۵	۲	طرف	طرف
۱۶۸	۱۲	جا	جا	۲۸۰	۹	انتقارات	انتقارات
۱۶۹	۲	شیں	شیں	۲۸۳	۱۲	باری	باری
"	۱۰	ہیں	ہیں	۲۸۸	۵	پہر	پہر
۱۷۰	۳	ملا	ملا	۲۹۰	۸	ہر	ہر
۱۷۱	۱۲			۲۹۱	۱		
۱۷۳	۱۳			۳۰۴	۷		

